جواب عرض
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
جنوری ۲۰۱۴

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشر ذمہ دار نہ ہوگا۔

(پبلشر: شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ، لاہور)

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تلخی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشر ذمہ دار نہ ہوگا۔
(پبلشر: شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ ریٹی گن روڈ، لاہور)

عفوودرگزر

عفو کے لغوی معنی ڈھانپنا، مٹانا، معاف کرنا اور درگزر کرنا ہے یعنی اللہ کا بندے کے گناہ پر پردہ ڈالنا اسے مٹا دینا اور اسے بخش دینا ہے قرآن پاک میں یہ لفظ مغفرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اصطلاح شریعت میں عفو سے مراد ہے کسی کی زیادتی اور برائی کو انتقام کی قدرت کے باوجود معاف کر دینا اور انتقام نہ لینا قدرت اور طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اگر انسان انتقام نہ لے سکتا ہو تو یہ عفو نہیں ہوگا بلکہ اسے بے بسی کا نام دیا جائے گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا عفو صرف قادر اور طاقت ور ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ عفو کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی معاف کر دے خواہ طبیعت اس پر آمادہ نہ ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل کی خوشی کے ساتھ معاف کرے اور اگر ممکن ہو تو اس کے ساتھ کچھ احسان بھی کرے۔ آپؐ نے ایسا ہی کیا ہے آپؐ نے ایک کافر سے کھجوریں قرض لیں آپ حضرت عمر کے ساتھ جا رہے تھے کہ وہ کافر آ گیا اور وقت مقررہ سے پہلے ہی اپنے قرض کا تقاضا شروع کر دیا اور گستاخی شروع کر دی کہ آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر بل ڈالے اور کھینچنا شروع کر دیا حضرت عمرؓ نے اس پر تلوار کھینچ لی آپؐ نے حضرت عمر کو روک دیا اور اس کافر کو معاف کر دیا اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ اسے کھجوریں واپس کر دو اور جو غصہ تم نے اس پر کیا ہے اس کے بدلے میں احسان کے طور پر کچھ کھجوریں اور زیادہ دے دو۔ ارشاد ربانی ہے "اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کیا کریں تم یہ نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کر دے"۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے آپؐ نے برائی کا بدلہ اچھائی سے دیجئے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا یا رسول اللہ میں اپنے خادم کا قصور کتنی مرتبہ معاف کروں۔ آپؐ نے تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا۔ سبعین مرہ ترجمہ، ہر روز ستر مرتبہ، حضرت ابومسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آپ کی آواز آئی جان لو اے ابومسعودؓ جتنا اختیار تم کو اس غلام پر ہے اس سے زیادہ اختیار اللہ تعالیٰ کو تم پر ہے، ایک دوسرے کو معاف کرتے رہا کرو تمہارے باہمی کینے دور ہو جائیں گے اسلام عفو درگزر، اخوب، برداشت، اور رواداری، کا دین ہے اور اپنے ماننے والوں میں بھی یہی اوصاف حمیدہ کے فروغ کا داعی ہے قرآن پاک نے متقین اور مومنین کی ایک اہم صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے (متقین) غصہ کو پی جانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔ آخر خطبہ حج میں آپ نے ارشاد فرمایا "مسلمان کا خون، مال اور عزت اتنی ہی قابل احترام ہے جتنا قابل احترام یوم عرفہ اور شہر مکہ، اسلام محبت، احترام، اخوت، رواداری اور عفو درگزر سکھاتا ہے جس کی بدولت اسلام جسموں کو نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

محمد ہارون قمر۔ سیج پور ہزارہ

☆☆☆

غزلیں

غزل

تیرے قدموں میں بکھر جاؤں
پھول کی طرح
تیرے قدموں سے چمٹ جاؤں
دھول کی طرح
تیری نظروں میں رہوں تلاش بن کر
تیری زندگی میں رہوں حاصل کی طرح
تیرے درد میں رہوں دوا بن کر
تیرے غم میں رہوں غم خوار کی طرح
تیرے لیے میری زندگی ہو شروع
دن بن کر
تیرے لئے میری زندگی ہو شام کی طرح
(صبیحہ، فیصل آباد)

غزل

وہ یوں ملا کہ بظاہر خفا خفا سا لگا
وہ دوسروں سے مگر مجھ کو کچھ جدا جدا
سا لگا
مزاج اس نے نہ پوچھا مگر سلام لیا
یہ بے رخی کا سلیقہ بھی کچھ بھلا سا لگا
وہ حسن کی کمسنی کو غرور سمجھا گیا
میری نگاہ کو وہ پیکر حیا سا لگا
میں اپنے قرب کی رُوداد اس سے
کہتا
کچھ اس کا دل بھی مجھے کچھ رُکھا رُکھا
سا لگا
میں گھر سے چل کے اکیلا یہاں
تک آیا ہوں
جو ہم سفر بھی ملا کچھ تھکا تھکا سا لگا
کچھ اس خلوص سے اس نے کہا مجھے
خود اپنا نام بھی مجھ کو بہت بڑا سا لگا
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

مہندی

ایسی ہی سرد شام تھی وہ بھی
جب مہندی رچائے ہاتھوں میں
اپنی آہٹ کے خوف سے لرزاں
سرخ آنچل میں منہ چھپائے
ہوئے
اپنے خط مجھ سے لینے آئی تھی
اس کی سہمی ہوئی نگاہوں میں
کتنی خاموش التجائیں تھیں
زرد رنگت میں کتنی مجبوریوں کے
سائے تھے
میرے ہاتھوں سے خط پکڑتے ہی
جانے کے اکثر
جب یہ منظر دکھائی دیتا ہے
ایک لمحہ حنائی ہاتھوں سے
مجھ کو اپنی طرف بلاتا ہے
ہم نشین روٹھ کر نہ جا ہم سے
ایسی ہی سرد شام تھی وہ بھی
(نامعلوم)

چاہت

اپنی ذات سے نکل کر تمہیں تنہا چاہوں
معلوم تم کو بھی نہ ہو تمہیں اتنا چاہوں
میری ہر سانس تمہاری امانت ہو
مجھے اور بتاؤ تمہیں کتنا چاہوں
میرے خون کی بوند بوند وفا میں
ڈوبی ہوئی ہے
تم سوچ بھی نہ پاؤ میں تمہیں اتنا چاہوں
کسی کے دل میں نہ ہوگی ایسی چاہت
کوئی کسی کو نہ چاہے میں تمہیں اتنا چاہوں
تم مجھے بس چاہنے کی تمنا کرلو جان!!
تمہیں جتنی ہے طلب میں تمہیں اتنا چاہوں
(عرفان، راولپنڈی)

رو پڑے

موسم بہار میں تنہا ہوئے تو رو پڑے
ملے ملائے دوست کھوئے تو رو پڑے
بانہوں پہ سونے کی ایسی فطرت بنی
آج تنہا جب سوئے تو رو پڑے
دل غمگین ہوا ہم نے برداشت کی
آنکھوں نے آنسو پروئے تو رو پڑے
وہ سپنوں میں ملا تو خوش ہو گئے
سپنوں کے اختتام ہوئے تو رو پڑے

اتنا عادی کیا کسی نے پھولوں کا
کسی نے کانٹے چبھوئے تو رو پڑے
سوچا تھا خوشدلی سے لکھیں گے غزل سانول
مگر قلم سیاہی میں ڈبوئے تو رو پڑے
(آصف سانول، بہاولنگر)

غزل

کچھ دیر تو ٹھہر جاؤ پھر چلے جانا
حال دل میرا سن لو پھر چلے جانا
یونہی تڑپا کے مجھ سے کنارہ نہ کرو
آنکھوں کی پیاس بجھا لینے دو پھر چلے جانا
دل لگا کر تجھ سے جو سزا ملی ہے مجھے
ابھی کچھ باقی سزا ہو تو دے دو پھر چلے جانا
تیری یادوں میں آنکھوں نے بہائے جو رشک
اب وہی اشک میری آنکھوں سے
رک جائیں تو پھر چلے جانا
تھی تمنا میری کہ تیری بانہوں میں
میرا آخری دم نکلے
وقت آخر ہے ذرا ٹھہر جا پھر چلے جانا
انجم کا دل توڑ کے تو نے اچھا ہی کیا
اب اسے خاک میں ملا کر پھر چلے جانا
(برکت اللہ انجم، کوہاٹ)

غزل

وہ ایک معصوم سی چاہت
وہ ایک بے نامی الفت
وہ میری ذات کا حصہ
وہ میری زیست کا قصہ
مجھے محسوس ہوتا ہے
وہ میرے پاس ہے اب بھی
میں اس کو بھول کر بھی بھلا پایا نہ کبھی
بھی وہ جب جب آتی ہے
زبان خاموش ہوتی ہے
مگر یہ آنکھ روتی ہے
وہ جب جب یاد آتی ہے
نگاہوں میں سجاتی ہے
میں خود سے پوچھ لیتا ہوں
اسے کیا پیار تھا مجھ سے
جواب سوچ لیتا ہوں
اسے بھی پیار تھا شاید
اسی شاید سے وابستہ ہے اب تو ہر خوشی میری
ہی ایک لفظ بن گیا "شاید" میری زندگی
(محمد سجاد زین، کوٹ ادو)

غزل

یادوں کی طرح ارماں جل رہے ہیں
یہاں تو محبت میں انساں جل رہے ہیں
نجانے کب آئے پھر موسم بہار کا
خزاں کی رت میں دل جواں جل رہے ہیں
بہار کیا گئی تم بھی چھوڑ گئے بلبل
تیرے انتظار میں گلستاں جل رہے ہیں
ہمارے وصال پہ رشک کرتی تھیں ہوائیں
ہمارے ہجر میں وہ سماں جل رہے ہیں
لوٹ آؤ پکارتی ہیں اب بھی گلیاں
یادوں کی آگ میں وہ نشاں جل رہے ہیں
خدا نے محبت میں کیا خوب لذت رکھی ہے رضا
سنا ہے محبت میں زمین و آسماں جل رہے ہیں
(منیر رضا، ساہیوال)

غزل

تو زخم جگر دیکھ کبھی خون وفا دیکھ
ہاتھوں کو کبھی دیکھ کبھی تیر جفا دیکھ
اس غم میں روگ لگا کیسا یہ دل کو
لٹ جاتا ہے کوئی جس میں بے جرم وخطا دیکھ
اٹھ اٹھ کے سیاہ راتوں میں روتا ہوں اکثر
ظالم تو کبھی اپنے بچھڑنے کی ادا دیکھ
قدموں میں ہے زنجیر تو ہونٹوں پہ ہیں تالے
اشکوں میں سمٹ آتی ہے دھڑکن کی صدا دیکھ
ملتا نہیں الفت کا صلہ کچھ بھی جہاں میں
بس اس کا مزہ دیکھ کبھی اس کی سزا دیکھ
اب ختم نہ کر دینا دل کی کہانی
آغاز تو اچھا ہے انجام ہو گیا دیکھ
خوشحال رہے شاد رہے روز ابد تک
افضل کی یہ ہوتی ہوئی منظور دعا دیکھ
(ایم افضل، جمال پور)

غزل

چوٹ دل پہ کھا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
زخم ایک نیا لگا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
بکھر گئے خواب دم توڑ گئیں سب حسرتیں
آنسو بے شمار بہا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
میرے رقیب تو خوش تھے میرے خاک ہونے پر
گھر اپنا جلا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
میرے زخموں کو ناسور بنانے چلی آتی ہیں تیری یادیں
پرندے شاخ سے اڑا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
سمندر کے کنارے ہم اور تم نے جو یادیں چھوڑ رکھیں تھیں
نام وہ لکھے مٹا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
اپنے ہی یاروں نے ہمیں کر دیا برباد کچھ اس طرح
جنازہ اپنی خواہشوں کا اٹھا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
اس کی ہر ادا کو پوجا تو پشیماں ہوئے بہت
رسم وفا نبھا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
رضا پتھروں سے بھی امید وفا کیا کرنا وابستہ
سر پتھر کو جھکا کر آئے تو کہا محبت اب نہیں ہو گی
(منیر رضا، ساہیوال)

غزل

بچھڑنے کے بعد تجھے یاد کرنا اچھا لگا
لے کے نام تیرا زخم بھرنا اچھا لگا
چاند چہرہ اپنے ہی اشکوں سے دھونے لگا
کس قدر مجبور تھا بچھڑا تو رونے لگا
اے میری جان کیا تجھ کو معلوم ہے
اک دیوانہ تیری چاہت میں کھونے لگا
یوں کسی کے ساتھ تصویر بنانا اچھا نہیں
اس لئے تو بے وفا کہلانے لگا
چھلک پڑی ہیں اس وقت میری آنکھیں
جب تم کو دیکھ کر کوئی مسکرانے لگا
(ایم افضل، جمال پور)

غزل

خود وقت مرے ساتھ چلا وہ بھی تھک گیا
میں تیری جستجو میں بہت دور تک گیا
کچھ اور اکبر چاند کے ماتھے پہ جھک گئے
کچھ اور تیرگی کا مقدر چمک گیا
کل جس کے قرب سے تھی گریزاں میری حیات
آج اس کے نام پر بھی مرا دل دھڑک گیا
میں سوچتا ہوں شہر کے پتھر سمٹ کر
وہ کون تھا جو راہ کو پھولوں سے ڈھک گیا
دشمن تھی اس کی آنکھ جو میرے وجود کی
میں حرف بن کے اس کی زباں پر اٹک گیا
(انتظار حسین ساقی، فیصل آباد)

غزل

روٹھ کر ہم انھیں بھول جانے لگے
وہ ہمیں اور بھی یاد آنے لگے
ہمارے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ
ہمارے دل میں بسنے لگے
شاید ہم ان سے محبت کرنے لگے
سامنے چاند ہے ہم چاند کو چھوڑ کر
انھیں دیکھنے لگے
کیا یہی ہے محبت ہم سوچنے لگے
کہ جس طرح تیری تصویر سے باتیں کرنے لگے
کہ میں تو صائم سے پیار کرتی ہوں
کہ شاید صائم بھی مجھ سے پیار کرنے لگے
(ثوبیہ حسین، کھوٹہ)

غزل

بدلتی نہیں قسمت ہاتھوں کی لکریں مٹانے سے
یادیں نہیں مٹتی کسی کے بھول جانے سے
کیا فائدہ کسی کی خاطر دنیا سے روٹھ جائیں
جہاں کسی کو فرق نہیں پڑتا کسی کے ٹوٹ جانے سے
جینا ہے تو ہنس کر جینا سیکھ لو
جہاں ملتی نہیں روشنی اپنا دل جلانے سے
(وسیم عباس، ہارون آباد)

غزل

کاش تم نے مجھ سے اک بار کیا ہوتا
تو ہمیں زندگی سے شکوہ نہ ہوتا
زندگی سے پھر ایسے روٹھے نہ ہوتے
صرف تم نے جو اک بار کیا ہوتا
پھر چاہے کبھی ملتے نہ یا ملتے
پھر رب سے گلہ نہ ہوتا
کاش پھر زندگی میں وہ پھول کھلا نہ ہوتا

کاش تم نے صرف اک بار کہا ہوتا
(سمیرا ریاض، رتوال)

غزل

اس نے کہا تم میں اب پہلی سی بات نہیں
میں نے کہا زندگی میں اب تیرا ساتھ نہیں
اس نے کہا کہ اب بھی کسی کی آنکھوں میں ڈوب جاتے ہو
میں نے کہا اب کسی کی آنکھوں میں وہ بات نہیں
اس نے کہا کیوں اتنا ٹوٹ کر چاہا مجھے
میں نے کہا انسان ہوں کوئی پتھر ذات نہیں
اس نے کہا کہ میں بے وفا ہوں کیا؟
میں نے کہا مجھے اب کسی وفا کی تلاش نہیں
اس نے کہا بھول جا مجھ کو
میں نے کہا تم حقیقت ہو کوئی خواب نہیں
(مس صبا، تحصیل کلرسیداں)

غزل

دکھ تو یہی ہے اس سے کنارا نہیں ہوا
جو شخص لمحہ بھر بھی ہمارا نہیں ہوا
میں کیا، کسی کے ساتھ چلوں گا تمام عمر
میرا تو اپنے ساتھ گزارا نہیں ہوا
جس شخص کے لیے مجھے ٹھکرا گئے ہو تم
میں نے سنا ہے وہ بھی تمہارا نہیں ہوا
خوابوں کے ٹوٹنے سے بدن ٹوٹنے تلک
وہ دکھ بتا جو ہم نے سہارا نہیں ہوا
کیسے مقام عشق پہ پہنچے ہوئے ہیں ہم
ہارے ہیں جان اور خسارا نہیں ہوا
احباب دے رہے ہیں نئے عشق کی خبر
اپنا تو ایک شخص بھی سارا نہیں ہوا
کیف تمام عمر یہی دکھ رہا مجھے
میں کیوں کسی کو جان سے پیارا نہیں ہوا
(شہزادسلطان کیف، الکویت)

غزل

اس بار کچھ ایسا میں چاہتا ہوں
تجھ کو اپنا بنانا چاہتا ہوں
بھلا کر اپنے سب غم......
تمہیں دل سے اپنانا چاہتا ہوں
تمہیں تمہاری اجازت سے
تمہیں دل میں بسانا چاہتا ہوں
اپنے نام کے ساتھ تمہارا نا جوڑ کر
دنیا کو سر عام دکھانا چاہتا ہوں
کب ہو قبولیت کی گھڑی
تمہیں ہر دعا میں مانگنا چاہتا ہوں
ہو جاؤ تم میری اور میں تمہارا
ہر پل بس یہی احساس دلانا چاہتا ہوں
تم سے ہی کی ہے محبت میں نے اپنی
اپنی ساری زندگی تمہارے سنگ چاہتا ہوں
کرتا ہو آج میں یہ اقرار بس
میں تمہیں بس تمہیں ہی چاہتا ہوں
(چوہدری الطاف حسین دکھی، آزاد کشمیر)

غزل

تجھے چاہا تو کیا خطا کی ہم نے
اک تیرے لیے دنیا بھلا دی ہم نے
تو پھر بھی رکھتا ہے شکایات ہم سے
سجدوں میں تجھے پانے کی دعا کی ہم نے
جب سے ملا تمہارا ساتھ ہمیں
تب سے ہر تمنا مٹا دی ہم نے
اک عادت ہو گئی تمہیں یاد کرنے کی
تیرے لیے تو اپنی ہستی تک گواہ دی ہم نے
(فرمان ساقی)

غزل

بے خیالی بے خودی بے بسی دے گیا
کچھ نئے تجربے اجنبی دے گیا
اس کے آجانے سے ہر کمی مٹ گئی
جاتے جاتے وہ اپنی کمی دے گیا
سوچنے کے لیے پل کی بھی مہلت نہ دی
جاگنے کے لیے اک صدی دے گیا
لے گیا جان دل جسم سے کھینچ کر
روح کو اک فکر تازگی دے گیا
اس کی سوداگری میں بھی انصاف تھا آمنہ
زندگی دے گیا زندگی لے گیا
(آمنہ، راولپنڈی)

غزل

میں ہی اس کا سب کچھ تھا وہ مجھے بھی نہ بتا سکا
وہ میری بات نہ سمجھ سکا نہ اپنی مجھے سمجھا سکا
میں نے جب بھی جذبوں کی اس سے بات کرنی چاہی
نہ اس نے میری سنی نہ اپنی مجھے سنا سکا
میں اس کی فرقت میں سارے جہاں کو بھلا دیا
وہ میرا پھر بھی ہوا نہیں نہ اپنا مجھے بتا سکا
وقت جدائی میرے ضبط کے دامن ٹوٹ گئے
میں نے اس لپٹ کر رونا چاہا وہ ہاتھ میں نہ ملا سکا
اک عرصے بعد ملا مجھے بس اتنا ہی اس نے کہا مجھے
نہ تم سے پہلے کوئی دل میں تھا نہ تیرے بعد کوئی آسکا
(رانا بابر علی ناز، لاہور)

غزل

تیری آس تھی تو ملا نہیں
میری جان تجھ سے گلہ نہیں
تیرے دل میں رہا جو دیر تک
وہ شخص اتنا برا نہیں
مجھے بھول مت اے جان من
یہ میری وفا کا صلہ نہیں
تیرے دل پہ میرا ہی نام ہے
تو نے آج تک وہ پڑھا نہیں
میرا سایہ بن کے چلے وہ ساتھ
میرے ساتھ ساتھ وہ چلا نہیں
تجھے کس کی آس ہے آج تک
یہ راز مجھ پہ کھلا نہیں
(ندیم عباس ڈھکوداس، ساہیوال)

غزل

میں وہم بیچتا ہوں وسوسے بناتا ہوں
ستارے دیکھتا ہوں زائچے بناتا ہوں
گراں ہے اتنا تو کیوں وقت ہو مجھے درکار
مزے سے بیٹھا ہوا بلبلے بناتا ہوں
مسافروں کا مرے گھر ہجوم رہتا ہے
میں پیاس بانٹتا ہوں آبلے بناتا ہوں
خرید لاتا ہوں پہلے تیرے وصال کے خواب
پھر ان سے اپنے لیے رت جگے بناتا ہوں
یہی نہیں کہ زمینیں مری اچھوتی ہیں
میں آسمان بھی اپنے نئے بناتا ہوں
(مظہر اقبال، فیصل آباد)

غزل

اب نیند نہیں آتی نہ چین آتا ہے
نہ جانے آج کل مجھے کیا ہوا جاتا ہے
اک پل بھی نہ سکون میسر ہوا مجھے
دل آج بھی مجھے چاہنے کی سزا پاتا ہے
تو جان بوجھ کر بھی انجان بن گیا
زمانہ میری بے بسی پہ مسکراتا ہے
میں بھی ہوں جیسے کاغذ کی کشتی کی مسافر
جو کنارے سے پہلے ہی ڈوب جاتا ہے
جب بھی اٹھاؤ ہاتھ میں دعا کے لئے
مجھ کو تیرا ہی خیال آتا ہے
(شازیہ جاوید، گجرات)

غزل

تیری ہی بندگی میں عمر گزر گئی
لگتا ہے جیسے میری زندگی سنور گئی
ایسا لیا عشق کا امتحان اس نے
ہماری تو پھر جیسے دنیا اجڑ گئی
بتایا اس نے عشق میں کیا حال ہوتا ہے
اس کے بعد ہماری تو حسرت ہی مر گئی
تھی چار دن کی زندگی خوشی سے نبھائی
یوں روتے روتے وہ بھی کانٹوں سے بھر گئی
اس گزرے لمحوں کو اب یاد کیا کریں
جو بھی ہوا جیسی بھی تھی اچھی گزر گئی
(سمیرا ارمان، فیصل آباد)

غزل

کبھی کسی کو ہنساتی ہے محبت
کبھی کسی کو رلاتی ہے محبت
کبھی جلتی ہے خود شمع بن کر
کبھی دلوں کو بھی جلاتی ہے محبت
کبھی سناتی ہے ہر خوشی کے قصے
کبھی غموں کو ساتھ لاتی ہے محبت
کبھی دلوں کو یہ چین بخشے
کبھی بے قراری بڑھائی ہے محبت
کبھی روٹھ جاتی ہے آغاز سفر میں
کبھی ابد تک ساتھ نبھائی ہے محبت
روتے ہیں انہیں یاد کر کے
کبھی مجھ مجھ یاد آئی ہے محبت
(اقصد علی فراز، منڈی بہاؤالدین)

غزل

ہم چھوڑ چلے ہیں محفل کو یاد آئیں تو مت رونا
اس دل کو تسلی دے لینا گھبرائے کبھی تو مت رونا
اک خواب سا دیکھا تھا ہم نے جب آنکھ کھلی تو ٹوٹ گیا
یہ پیار تمہارا سپنا تھا تڑپائے کبھی تو مت رونا
جیون کے سفر میں تنہائی ہم کو نہ زندہ چھوڑے گی
مرنے کی خبر دوست کبھی مل جائے تو

مت رونا
ہم چھوڑ چلے ہیں محفل کو یاد آئیں کبھی تو مت رونا
(مصباح کریم، میواتی پتوکی)

غزل

رنجش ہی سہی دل ہی دکھانے کے لیے آ
آ پھر سے مجھے چھوڑ جانے کے لیے آ
کچھ تو میرے پندار محبت کا بھرم رکھ
تو بھی تو کبھی مجھ کو منانے کے لیے آ
پہلے سے مراسم نہ سہی پھر بھی کبھی تو
رسم و رہ دنیا ہی نبھانے کے لیے آ
کس کس کو بتائیں گے جدائی کا سبب ہم
تو مجھ سے خفا ہے تو زمانے کے لیے آ
اک عمر سے ہوں لذت گریہ سے بھی محروم
اے راحت جاں مجھ کو رلانے کے لیے آ
اب تک دل خوش فہم کو تجھ سے ہیں امیدیں
یہ آخری شمعیں بجھانے کے لیے آ

غزل

دل لگانے کی سزا دو مجھ کو
حرف آخر ہوں بھلا دو مجھ کو
میری وفا پہ اگر رشک ہے تو
خشک پتہ ہوں ہوا دو مجھ کو
مدت ہوئی ہے تیری چاہت میں
ردی کاغذ ہوں جلا دو مجھ کو
بے وفائی کا اگر ڈر ہے تو
کوئی انہونی سی سزا دو مجھ کو
تیرے چہرے پہ رقم ہے اک تحریر
ایسے کرو کہ مٹا دو مجھ کو
بے وفائی کے نشان مٹ گئے ہیں
پھر نیا روگ لگا دو مجھ کو
اک اور رحم کرو وفا پہ حسن
زہر ہاتھوں سے پلا دو مجھ کو
(محمد حسن نظامی، قبولہ شریف)

غزل

غرور جو تجھ میں ہے جاناں تو انا پرست ہم بھی غضب کے ہیں
جیسے تیز آندھیاں نہ اڑا سکیں ہم پتے اس شجر کے ہیں
تیری جو ادا ہے پھولوں کو سر عام مسلنے کی
تو یاد رکھنا ہم بھی رکھوالے چمن کے ہیں
تم جو کہتے ہو محبت بھیک میں نہیں ملتی
تو ہم بھی جس در پہ گئے سوالی ستم کے ہیں
تیری جو عادت ہے ہر ایک پہ ستم کرنا
تو یاد رہے اتنا ہم بھی عادی سہن کے ہیں
جو آنکھوں سے پلاؤ تو حاضر ہیں پیمانے
ورنہ اس دنیا میں میخانے غضب کے ہیں
کبھی جو ملے فرصت تو آ کے انہیں ضرور پڑھنا
ہمارے دل پہ لکھے جو محبت کے افسانے غضب کے ہیں
(مس فوزیہ کنول، کنگن پور)

غزل

کبھی مجھ کو ساتھ لے کر کبھی میرے ساتھ چل کر
وہ بدل گئے اچانک میری زندگی بدل کر
ہوئے جس پہ مہربان تم کوئی خوش نصیب ہو گا
میری حسرتیں تو نکلی میرے آنسوؤں میں ڈھل کر
تیری بے جھجک سی ہنسی سے نہ کسی کا دل ہو میلا
یہ نگر ہے اناؤں کا یہاں سانس لے سنبھل کر
(آمنہ......راولپنڈی)

غزل

وہ مجھ کو نہ ملا میں نے جس کی چاہت کی تھی
اپنا سمجھ کر میں نے اسے دل سے محبت کی تھی
وہ مجھے چھوڑ گیا زندگی بھر کا درد دے کر
میں نے جس شخص کی روح سے عبادت کی تھی
اس نے میری محبت کی کچھ قدر نہ کی
میں نے جس کی خاطر دنیا سے بغاوت کی تھی
روند دیا اس نے پیروں تلے ان کو
میں نے عمر بھر جن خوابوں کی حفاظت کی تھی
اک پل میں اس نے ساتھ چھوڑ دیا میرا کنول
میں نے جس ہاتھ کو پکڑ کر بچپن سے کفالت کی تھی
(مس فوزیہ کنول، کنگن پور)

غزل

غم حیات کا جھگڑا مٹا رہا ہے کوئی
چلے آؤ کہ دنیا سے جا رہا ہے کوئی
دل سے کہہ دو رک جائے دو گھڑی
سنا ہے آنے کا وعدہ نبھا رہا ہے کوئی
وہ اس ناز سے بیٹھے ہیں لاش کے پاس
جیسے روٹھے ہوئے کو منا رہا ہے کوئی
پلٹ کر نہ آ جائے سانس نبضوں میں
اتنے حسین ہاتھوں سے میت سجا رہا ہے کوئی
(فرمان، ساقی)

غزل

اتنا ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گا
اک عارضی مسافر ہوں میں تیری کشتی میں
تو جہاں مجھ سے کہے گا میں اتر جاؤں گا
ہم نے نہ رکھی کسی سے تمہارے بعد محبت کی آس
ہاتھ پکڑو گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گا
اک شخص ہی بہت ہے جو سب کچھ سکھا گیا
جب ہاتھ چھوڑ دیا تو ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاؤں گا
(چوہدری الطاف دکھی، بھمبر آزاد کشمیر)

غزل

ملتے ہیں یوں ہی ہنس کر رولا جاتے ہیں لوگ
ملتے ہیں یوں ہی مل کر جدا ہو جاتے ہیں لوگ
پل دو پل کی محبت کو عمر بھر کا ساتھ نہ سمجھنا
محبت بھی کرتے ہیں اور خفا بھی ہو جاتے ہیں لوگ
نصیب میں پیار نہ تھا جو مجھے ملا ہی نہیں
کر کے اظہار محبت بے پرواہ ہو جاتے ہیں لوگ
اب کس سے شکوہ کریں اپنی قسمت کا؟
کر کے وفا کے وعدے بے وفا ہو جاتے ہیں لوگ
(وسیم عباس، ہارون آباد)

غزل

یہ ہی وفا کا صلہ ہے تو کوئی بات نہیں
یہ درد اس نے دیا ہے تو کوئی بات نہیں
اتنا بہت ہے کہ وہ دیکھتا ہے ساحل سے
ہم ڈوب رہے ہیں تو کوئی بات نہیں
کسی کی مجال جو مجھ کو کہے بے وفا
اگر یہ اس نے کہا ہے تو کوئی بات نہیں
یہ میرے بس میں کہاں کہ اسے بھول جاؤں
وہ مجھ کو بھول چکا ہے تو کوئی بات نہیں
ہم تو دنیا کو پانے کے لئے ہر ظلم و ستم سہتے رہے
وسیم یہ دنیا ہی روٹھ گئی تو کوئی بات نہیں
(وسیم عباس، ہارون آباد)

غزل

خود وقت مرے ساتھ چلا وہ بھی تھک گیا
میں تیری جستجو میں بہت دور تک گیا
کچھ اور اکبر چاند کے ماتھے پہ جھک گئے
کچھ اور تیرگی کا مقدر چمک گیا
کل جس کے قرب سے تھی گریزاں میری حیات
آج اس کے نام پر بھی میرا دل دھڑک گیا
میں سوچتا ہوں شہر کے پتھر سمٹ کر
وہ کون تھا جو راہ کو پھولوں سے ڈھک گیا
دشمن تھی اس کی آنکھ جو میرے وجود کی
میں حرف بن کے اس کی زباں پر اٹک گیا
(انتظار حسین ساقی، تاندلیانوالہ)

غزل

تیرے لوٹ آنے کا انتظار کرتی ہوں
دیکھ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں
میں بناتی ہوں کاغذ پہ تیری تصویریں
پھر ان سے باتیں ہزار کرتی ہوں
تیرے دکھ بھی خلوص نیت سے
اپنے دکھوں میں شمار کرتی ہوں
سچ سمجھتی ہوں جھوٹ بھی تیرا
یوں میں تیرا اعتبار کرتی ہوں
آج بھی سوچتی ہوں تو میری آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
اے جان جگر میں تم سے اتنا پیار

کرتی ہوں

(مس صبا، کلر سیداں)

غزل

نام کے سرمائی اندھیروں میں
یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے
جیسے پربت کے سبز پیڑوں پر
برف کے بعد دھوپ پڑتی ہے
جیسے صحرا کی ریت اڑ اڑ کر
اجنبی کا طواف کرتی ہے
ز مرتا ہوں پھر بھی جیتا ہوں
ن معصوم آرزوؤں کو
س طرح لوگ توڑ جاتے ہیں
جیسے دم توڑتے مسافر کو
قافلے والے چھوڑ جاتے ہیں
شام کے سرمائی اندھیروں میں
یوں تیری یاد ساتھ چلتی ہے

(رئیس ارشد، خان بیلہ)

غزل

کچھ ایسا ہو یہ شام ڈھلے
کوئی ہاتھ میں تھامے ہاتھ میرا
کوئی لے کے مجھ کو ساتھ چلے
کوئی بیٹھے میرے پہلو میں
میرے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ دھرے
اور پونچھ کے آنسو آنکھوں سے
وہ دھیرے سے یہ بات کہے
یوں تنہا سفر اب کٹتا نہیں
چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں
چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں

(رئیس ساجد کاوش، خان بیلہ)

غزل

وہ روٹھ جاتا ہے اکثر کے بغیر
ہم بھی تو سہہ جاتے ہیں شکایت کیے بغیر
ہم سوچتے رہیں محبت بے لوث ہوتی ہے
یہ یوں ہی ہو جاتی ہے عنایت کیے بغیر
تو کتنا نادان ہے اتنا تو سوچ لے
جنت کب ملتی ہے عبادت کیے بغیر
قصور ان کا نہیں قصور تو ہمارا ہے
ہم نے محبت بھی کی تو ان کی اجازت کیے بغیر

(آمنہ... راولپنڈی)

غزل

یاد ماضی میں جو آنکھوں کو سزا دی جائے
اس سے بہتر ہے کہ ہر بات بھلا دی جائے
جس سے تھوڑی بھی امید زیادہ ہو کبھی
ایسی ہر شمع سر شام جلا دی جائے
میں نے اپنوں کے رویوں سے یہ محسوس کیا
دل کے آنگن میں بھی دیوار اٹھا دی جائے
میں نے یاروں کے بچھڑنے سے یہ سیکھا K's
اپنے دشمن کو بھی جینے کی دعا دی جائے

(راجہ وسیم، آزاد کشمیر)

غزل

ہم تم سے پیار کرتے ہیں
سر عام اظہار کرتے ہیں
اک دوجے کے ہو کے رہیں گے
آؤ یہ اقرار کرتے ہیں
یہ دنیا والے ظالم ہیں پھولوں کو خار کرتے ہیں
سب کو منزل کہاں ملتی ہے عشق تو ہزار کرتے ہیں
ہاں عشق نبھانا مشکل ہے
لوگ جاں نثار کرتے ہیں
چاہیں گے بس تجھ کو واجد
وعدہ ہر بار کرتے ہیں

(شہزادہ سلطان کیف، الکویت)

غزل

مجھ سے جدا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
وہ بے وفا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
اپنی حدود ذات میں رہتا تو ٹھیک تھا
بندہ خدا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
پردے میں تھا تو سارے جہاں کو تلاش تھی
جب سامنا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
میں نے ہی اس کے عیب چھپائے تھے اب تک
مجھ سے خفا ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
اس کا وجود میرے علاوہ تو کچھ نہ تھا
یہ فیصلہ ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
دل سنگ تھا تو سارے زمانے کو خوف تھا
دل آئینہ ہوا تو کہیں کا نہیں رہا
شاد یہ دل جو ٹوٹنے والا کبھی نہ تھا
اک حادثہ ہوا تو کہیں کا نہیں رہا

(محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دوکوٹہ)

غزل

جب دل تمہارا اپنا ہو
جب سانسیں تمہاری اپنی ہو
اور خوشبو آتی اس کی ہو
جب ہر درجہ مصروف ہو تم
وہ یاد اچانک آئے تو
جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہو
تم پاس اسے ہی پاؤں تو
پھر خود کو دھوکہ مت دینا
اور اس سے جا کہ کہہ دینا
اس دل کو محبت ہے تم سے
اس دل کو محبت ہے تم سے

(عرفان، راولپنڈی)

غزل

یاد تیری بہت آتی ہے مجھ کو رات ہونے سے پہلے
جی بھر کر رلاتی ہے مجھ کو مسکرانے سے پہلے
بے وفا تم نہیں تیرا پیار ہی میرے نصیب میں نہ تھا
یہی سوچ کر میں چپ ہو جاتی ہوں تجھے بے وفا کہنے سے پہلے
بہت سے لوگ پوچھتے ہیں مجھ سے تیرے بارے میں
میں مسکرا کر جواب دیتی ہوں انہیں آنسو گرانے سے پہلے
سوچا بھی نہ تھا یونہی جدا ہو جائیں گے ایک دن
چھوڑ دیتی تمہارا دامن صنم تمہیں اپنانے سے پہلے

اب تو موت کے بہت قریب ہو گئی ہے تمہاری رینا
اک بار چہرہ اپنا دکھا جاؤں مجھ کو موت آنے سے پہلے

(رینا محمود قریشی، میرپور خاص)

غزل

یہ فجر تو حاصل ہے برے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی تیرے ساتھ چلے ہیں
جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل سے
یہ دل کے کنول ہیں کہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں
نازک تھے کہیں رنگ گل و بوئے سمن سے
جذبات کہ آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں
تھے کتنے ستارے کہ سر شام ہی ڈوبے
ہنگام سحر کتنے ہی خورشید ڈھلے ہیں
جو جھیل گئے ہنس کے کڑی دھوپ کے تیور
تاروں کی خنک چھاؤں میں وہ لوگ جلے ہیں
ایک شمع بجھائی تو کئی اور جلا لیں
ہم گردش دوراں سے بڑی چال چلے ہیں

(اقصد علی فراز، منڈی بہاؤ الدین)

غزل

برسوں سے مجھے تیرے ملنے کی آس تھی
تجھے ہی ڈھونڈتی تھی تیری تلاش تھی
دیکھے ہیں زندگی میں دکھ درد ہزاروں
یا رب کوئی خوشی مجھے کیوں نہ راس تھی
اب کہ جو تو نے چھوڑا تو جی نہ پاؤں کی
اس سنگدل ہرجائی سے یہ التماس کی
اس نے کہا تھا وعدہ میرے ساتھ رہنے کا
تب وہ تھا میں تھی تنہائی پاس تھی
کسی کی یاد میں اک شخص مر گیا
کفن ہٹا کے دیکھا تو وہ میری لاش تھی

(شازیہ جاوید، گجرات)

غزل

ستاروں کو چن کر تمہارا نام لکھتا ہوں
تمہارے نام سے ہی اپنی پہچان لکھتا ہوں
جب بھی کہیں ہوا تیز کرہ خیال یار کا
تیری ہر بات کو اپنا ایمان لکھتا ہوں
جب سے خبر ملی کہ تو بھی غم ذرہ سا ہے
میں خود کو اک حقیر سا انسان لکھتا ہوں
اجڑے ہوئے گلشن میں بستا ہے آ کے کون
کبھی کبھی میں خود کو بھی نادان لکھتا ہوں
خوشیوں کو میرے گھر کا رستہ ہی نہ ملا اے (S)
اس دل کو اب میں خالی مکان لکھتا ہوں

(سمیرا ارمان سنگم، فیصل آباد)

غزل

خزاں تو خزاں تھی ہمیں بہار نے بھی لوٹ لیا
پھول سے بچے تو خار نے بھی لوٹ لیا

لوگ لٹتے ہیں بھاگ کر سراب کے پیچھے
ہمیں حقیقت دیار نے بھی لوٹ لیا
رہ جاتے ہیں اکثر جام وصال سے پیاسا
ہمیں بھرپور سرشار نے بھی لوٹ لیا
مرضی سے چلو ہم لٹتے جو رہے
ہمیں ہمارے انکار نے بھی لوٹ لیا
شکوہ زمانے کا ہی کیوں کریں سانول
ہمیں تو ہمارے یار نے بھی لوٹ لیا
(آصف سانول)

غزل

دوستی ... سے مجھے دھوکے نہیں آتے
اک جان ہے ولی کی جب دل چاہے مانگ لینا
اکثر نظروں سے نظر انداز ہوتا ہوں میں محفلوں میں
نہ پرخلوص چہرہ میرا نہ ہی فریبی زبان میری
ہم فقیر لوگ ہیں مجھے کسی سے کیا غرض
جس سے تھوڑی محبت ملے اسی کو دعا دیتا ہوں
(ولی اعوان)

غزل

اب مدتیں ہوئیں ہمیں ملے ہوئے
کبھی ہم بھی روز ملا کرتے تھے
پل میں بدلے وہ موسم کی طرح
جو درختوں کی طرح کھڑا رہنے کا دعوا کیا کرتے تھے
موسم بھی ہر سال لوٹ آتے ہیں
نہ لوٹے وہ جو بن ہمارے نہ رہا کرتے تھے
ملے تھے اک روز وہ سر راہ ہمیں
کچھ بولے ہی نہیں جو باتیں بہت کرتے تھے
انہوں نے ہی ہم سے خوشی چھین لی شہزاد
جو کبھی سدا خوش رہنے کی دعا دیا کرتے تھے
(شہزاد حیدر، اوکاڑہ)

غزل

لگی آج ساون کی پھر وہ جھڑی ہے
ساون کی طرح پھر آنکھ میری برس پڑی
کیسے وہ دن تھے جب ہم تم ملے تھے
پھول گلشن میں نہیں اس دل میں کھلے تھے
اپنی حالت طبیعت بڑی شوخ لگنے لگی تھی
ہم سنورنے لگے دل مچلنے لگے لوگ جلنے لگے تھے
آج گزرا ہے سال تو آئی وہ ہی گھڑی ہے
لگی آج ساون کی پھر وہ جھڑی ہے
جب ستم سے ہیں بچھڑے یہ دل ٹوٹ گیا ہے
خوشیوں کا تھا جو دامن وہ ہم سے چھوٹ گیا ہے
محبت کے دن تھے محبت کی راتیں
کتنی دلنشین تھی ملاقاتیں
جس نے جینا سکھایا تھا وہ روٹھ گیا ہے
اب تو لگتا ہے اجل میرے سر پہ کھڑی ہے
ساون کی طرح پھر آنکھ برس پڑی ہے
لگی آج ساون کی پھر وہ جھڑی ہے
(حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

حسرت کی ڈائری

مجھے اپنی ڈائری میں لکھی ہوئی یہ غزل بہت پسند ہے۔
اگرچہ دو کناروں کا کہیں سنگم نہیں ہوتا
مگر ایک ساتھ چلنا بھی کوئی کم نہیں ہوتا
بدن سے روح جاتی ہے تو بچھتی ہے صف ماتم
مگر کردار مر جائے تو کیوں ماتم نہیں ہوتا
ہزاروں ظلمتوں میں بھی جواں رہتی ہے تو اس کا
چراغ عشق جلتا ہے تو پھر مدہم نہیں ہوتا
مداوا آپ ہو جاتا ہے اپنے درد کا اکثر
وہ جن زخموں کا دنیا میں کوئی مرہم نہیں ہوتا
وہ آنکھیں ایک لوٹا گھر ہیں حسرت
جہاں آنسو نہیں رہتے
وہ دل پتھر ہے جس دل میں کسی کا غم نہیں ہوتا
(نثار احمد حسرت، نور جمال شمالی گجرات 0313-4738900)

غزل

ہنستے ہنستے میری ہستی کو مٹا دیا تم نے
دے کر پیار کا جھانسہ مجھ کو رلا دیا تم نے
تو سدا کا جھوٹا تھا سدا جھوٹا ہی رہا میرے لیے
جھوٹ ہی جھوٹ میں سچا پیار گنوا دیا تم نے
خواب دیکھتا رہا میں تم کو پانے کے
خواب دیکھتی رہی

کیوں نفرت ہوئی کیوں نظروں سے مجھے گرا دیا تم نے
دشمن بنا میری جان کا محبت ہی کی ہوتی
میرے گھر کو میری ہی مقتل گاہ بنا دیا تم نے
محبت تھی یا کھیلنا تھا کسی سے مل کر کھیل کھیل
خود ہی مارتا تو اچھا تھا رقیبوں سے مروا دیا تم نے
(خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

غزل

ہماری حالت نظروں سے بیزار ہے
نہ دن کو چین ہے نہ رات کو قرار ہے
ان کے آنے کی امید بھی نہیں ہے
پھر بھی میرے دل کو اس کا انتظار ہے
میں اسے کیا سمجھاؤں میرے دوست
سب یہی کہتے ہیں یہی تو پیار ہے
(نوید حسین، بھکر)

غزل

کیا خبر تھی تم اچانک ہی جدا ہو جاؤ گے
کبھی مجھ پر مرتے تھے کسی اور پر فدا ہو جاؤ گے
اک تجھے ہی چاہا تھا اپنی ذات سے بڑھ کر
یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تم میرے لیے سزا ہو جاؤ گے
میں نہیں پوچھوں گا تم سے مجھے چھوڑنے کا سبب
میرے یہ پوچھنے پر تم شاید مجھ سے خفا ہو جاؤ گے
میں تو خوش ہوں کہ تم خوش ہو
ورنہ اٹھا لوں اگر ہاتھ دعا کے لیے
تو تم اب بھی میرے ہو جاؤ گے
صرف آپ کے لیے رمشا کنول
(نوید حسین، بھکر)

خواب

وہ میرے بارے میں سوچتا ہے یہی بہت ہے
اس کو میں دیکھوں تو وہ دیکھتا ہے یہی بہت ہے
وہ خود کو میرا نہیں سمجھتا تو کوئی غم نہیں
وہ مجھ کو اپنا تو مانتا ہے یہی بہت ہے
حقیقتوں میں ملاپ اس کا نہیں ضروری
وہ مجھے خوابوں میں مل رہا ہے یہی بہت ہے
اگر وہ میرا نہیں ہوا تو یہ میرا مقدر
مگر میں تو اس کا ہوں یہی بہت ہے
وہ مجھے نہیں چاہتا تو کوئی غم نہیں
میری محبت کو تو مانتا ہے یہی بہت ہے
اے قاصد ان سے پوچھ مجھے کتنا یاد کرتے ہیں
میں تو ہر سجدے میں اس کو یاد کرتا ہوں
(اللہ دتہ چوہان، پنڈی بھٹیاں)

غزل

کبھی فرصت ملے تو ہمارا حال بھی پوچھ لینا
تمہارے ہجر نے کتنا کیا نڈھال پوچھ لینا
تم نے مانگ لی درد دل کی دوا
مجھے کس سے دیا درد دل سوال پوچھ لینا
پردہ اٹھا بھی لوں رخ یار سے اگر
کر دے گا خطائیں معاف آپ
دل کا خیال پوچھ لینا
(صبا، لاہور)

آر کے نام

کام کاج اور مزاج کیسا ہے
کل تو کل تھا بتاؤ آج کیسا ہے
ہمارے شہر میں ہیں لوگ محبت کے دشمن
تمہارے شہر میں بتاؤ رواج کیسا ہے
تم سے بات کر لوں تو مل جاتا ہے دل کو سکون
میرے غم کا دیکھو علاج کیسا ہے
تیری میٹھی میٹھی باتیں بھول سکتے نہیں ہم
میرا دل بھی تیرے انداز کا دیکھو محتاج کیسا ہے
(محمد انور ساجد، لاہور)

ندیم عباس ڈھکو کے لیے

میری طرف سے ندیم عباس ڈھکو کو سالگرہ مبارک ہو ہیپی برتھ ڈے
(محمد انور ساجد، لاہور)

غزل

تیری یاد جو سینے سے لگا رکھی ہے
ہم نے دنیا میں الگ دنیا بسا رکھی ہے
ہم کو معلوم نہیں چاہت کے تقاضے لیکن
ہم نے تیری باتوں کے سوا ہر بات بھلا رکھی ہے

سفر مشکل ہے معلوم ہے لیکن
تو بھلا دے تو بھلا دے لیکن ہم نے
تیری خوشبو بھی تعویز بنا رکھی ہے
تو الگ ہو تو ہر بار یوں لگتا ہے
زندگی موت کے پہلو میں بٹھا رکھی ہے
تیری باتیں تیرا لہجہ تیرا چہرہ ہمدم
تجھ میں خالق نے چیز جدا رکھی ہے
تو بے شک ہی چلا جا مگر اتنا تو بتا دے
ہم نے چاہت میں تیری کیا کسر اٹھا رکھی ہے
(محمد یعقوب، ڈیرہ غازی خان)

تمہیں کیا ملا؟

رشتہ وفا کا جوڑ کر
پھر دل ہمارا توڑ کر
یوں تنہا ہمیں چھوڑ کر
بتاؤ تمہیں کیا ملا؟
پہلے ہمیں پکار کر
اپنے دل میں اتار کر
پھر نفرت کا تیر مار کر
بتاؤ تمہیں کیا ملا؟
ہم کو مجبور کر کے
اپنوں سے دور کر کے
زخموں سے چور کر کے
بتاؤ تمہیں کیا ملا
(شاہد رفیق، جسو کا نوائے خانیوال)

غزل

جو کانپ اٹھا تھا مجھے گنوانے کے خوف سے
وہ چھوڑ گیا مجھے زمانے کے خوف سے
دنیا میں کچھ خاص خوش نہیں ہوں میں
جی رہے ہیں بس مر جانے کے خوف سے
ہماری مثال بھی ان پھولوں سی ہے شاہد
جو کھلتے ہی نہیں مرجھانے کے خوف سے
(شاہد رفیق، جسو کا نوائے خانیوال)

غزل

اے وقت ذرا تھم جا
مجھے یاد کسی کو کرنے دے
مجھے پیار ہے اک سنگ دل سے
جو کوئی بات مجھے نہ کرنے دے
نہ اپنے پاس وہ آنے دے
نہ خود سے دور وہ جانے دے
نہ دل کو اپنے پاس رکھے
نہ اور کسی کا ہونے دے
ہر وقت مجھے وہ یاد آئے
پھر دل سے اک آواز آئے
یہ کیسی چاہت ہے اس کی
جو جینے دے نہ مرنے دے
(محمد یعقوب، ڈیرہ غازی خان)

غزل

ہنستے ہیں یوں ہی ہنس کر رل جاتے ہیں لوگ
ملتے ہیں یوں ہی مل کر جدا ہو جاتے ہیں لوگ
پل دو پل کی محبت کو عمر بھر کا ساتھ نہ سمجھنا
محبت بھی کرتے ہیں اور خفا بھی ہو جاتے ہیں لوگ
نصیب میں پیار نہ تھا جو مجھے ملا ہی نہیں
کر کے اظہار محبت بے پروا ہو جاتے ہیں لوگ
اب کس سے شکوہ کریں اپنی قسمت کا یعقوب
کر کے وفا کے وعدے بے وفا ہو جاتے ہیں لوگ
(محمد یعقوب، ڈیرہ غازی خان)

غزل

آگ کے شہر میں تنکے کی حقیقت کیا تھی
دست پر پھول تھا سایہ تھا محبت کیا تھی
زخم تھا درد تھا تنہائی تھی ویرانی تھی
کیا بتاؤں کہ تیرے عشق میں راحت کیا تھی
تجھ کو چاہا تیری عبادت کی ہے
ایک پتھر کو مگر اس کی ضرورت کیا تھی
اک مدت ہوئی اظہار محبت کر کے
آج تک سوچ رہا ہوں کہ حماقت کیا تھی
کیا بتاؤں کہ یہاں پوچھ رہے ہیں سب لوگ
وہ جو گزری ہے میرے دل پر قیامت کیا تھی
(محمد سہیل بٹ، امامیہ کالونی لاہور)

غزلیں:

"جواب عرض" کی ہردلعزیز شاعرہ کشور کرن کی شاعری

پیغام آ گیا ہے

پیغام آ گیا ہے کل اس نے آنا ہے
اے دن تو گزر جا کل اس نے آنا ہے
اب ٹوٹ جائے گی میری آنکھوں کی ہر ادا سی
کاجل کے تیر بنا کل اس نے آنا ہے
بجی ہے آسمان پر تاروں کی جھلملاہٹ
اے چاند چھپ بھی جا کل اس نے آنا ہے
اک رات بھی اب میری صدی کی طرح ہے
اے رات گزر جا کل اس نے آنا ہے
اے امبر تیرے صدقے کرنا ایک مہربانی
ذرا پھول برسا کل اس نے آنا ہے
ہر آرزو میری مچل کے ہے کہتی مجھے
اے کرن سنور بھی جا کل اس نے آنا ہے

اک خوشی ملی

اک خوشی ملی تیرے آنے سے
اک درد اٹھا تیرے جانے سے
ہر غم کی سیوا کرتے ہیں
کچھ درد ہیں ان میں پرانے سے
کیوں کرتے ہیں مجھ سے ذکر تیرا
شاید ہیں لوگ انجانے سے
تو اپنے شہر کو چھوڑ گیا
تیرے پاس ہیں لوگ بیگانے سے
تیرے بن یہ گلیاں سونی ہیں
اور گھر کے در ویرانے سے
تجھے بچھڑے صدیاں بیت گئیں
تو گیا تھا اک بہانے سے
جب باز نہ آئے یاد تیری
کیوں پئیں جا کر میخانے سے
کرن پہن لے کفن تو آؤ گے
روکیں گے لوگ ہاتھ لگانے سے

کبھی مسیج میں کبھی لکھا

مسیج میں کبھی لکھا کبھی غزل میں لکھا ہے
تیرے پیار کا ہر لفظ میں نے آنچل میں لکھا ہے
تو دیکھ کبھی میرے گھر کی دیواریں
ہر نقش ہر دیوار محل میں لکھا ہے
کس کس کو بتاؤں میں تیرے پیار کا قصہ
ہوا میں کبھی لکھا کبھی بادل میں لکھا ہے
کر کر کے وظیفے ہم نے طبیبوں سے لی شفا
کیا کچھ کیا ہے ورد ہر عمل میں لکھا ہے
یوں تو نے کرن مٹا دیتا ہے طوفان نقش ریت پر
ہم نے اس پیار کو قطرہ ساحل میں لکھا ہے

اشک نہ بہا دوں

کیا کیا ہے میرے دل میں پوچھو تو میں بتا دوں
مت دیکھنا مجھے تم کہیں اشک نہ بہا دوں
کوئی نہیں تمنا نہ کوئی ہے دل کی حسرت
پوچھو کبھی جو آ کے دل چیر کے دکھا دوں
آنے کا کر و وعدہ بیٹھوں میں تیری راہ میں
تیرے انتظار میں تو یہ عمر بھی بتا دوں
لے کر میں چند قطرے اس دل کے لہو کے
امبر کی چوٹی پہ اپنے سنگ تیرا نام میں لکھا دوں
تیری ہر مسکراہٹ میرے دل کو بھا رہی ہے
کرن کھنک اپنی چوڑیوں کی تیری ہنسی میں دبا دوں

کروں یہ کام

پکڑ کر تتلیوں کو کروں بس یہ ہی کام
اک پر پہ تیرا نام اک پہ میرا نام
دیکھ کر یہ لوگ کر دیں گے بدنام
پر تیری نظر میں میرا بن جائیگا مقام

قطعہ

اس دور کے سر جھکتے ہیں دنیاوی عشق میں
کوئی خدا کے عشق میں سر بجود نہیں ہوتا
کن سجدوں کا کہا ہے شاعر نے شعروں میں
کرن سجدے تو ہیں مگر کوئی وجود نہیں ہوتا

کس سے کہیں ہر لفظ کا طوفان کر دیتے ہیں لوگ
پڑھ کر چہرے سے کرچی کرچی ارمان کر دیتے ہیں لوگ
نہ نام لیا ہے نہ دیکھا کسی کو ہم نے
یوں بات کر کے ہم کو حیران کر دیتے ہیں لوگ
کرن ایک وقت کی روٹی جو کھلا دی کبھی کسی نے
کرن عمر بھر کے لیے اس پر بڑا احسان کر دیتے ہیں لوگ
کشور کرن۔ پتوکی

محبت موت دیتی ہے

---تحریر: کشور کرن۔ پتوکی۔

شہزادہ بھیا آج پھر ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں۔ امید ہے کہ میری باقی کہانیوں کی طرح یہ کہانی بھی آپ کے دلوں کو بھائے گی عزت افزائی کا بہت شکریہ۔ یہ کہانی ایک ایسی لڑکی کی ہے جواپنے محبوب کا انتظار کرتی رہی اور انتظار میں ہی اس نے اپنی جان دے دی اور اس کا محبوب بھی زندہ اس کے سامنے نہ آیا وہ بھی موت کی نیند میں ڈوبا ہوا اس کے سامنے آیا تھا۔ قارئین کرام آپ کی رائے کا شدت سے انتظار کروں گی آپ لوگوں نے اپنی اس بہن کو بہت عزت دی ہوئی ہے اور میری تحریروں کو پسند کرتے جا رہے ہیں اور میں بھی کوشش کرتی ہوں کہ نئے نئے موضوع نئی نئی کہانیاں آپ تک پہنچاؤں آپ بہن بھائیوں کی محبت اور چاہت کو دیکھتے ہوئے میں مسلسل اس میں ہر ماہ لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ سب کو سلام اس کہانی میں شامل سب کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔

ناہید کی موت کی خبر مجھ پر بجلی بن کر گری جس نے میرے حواس کو کچھ دیر کے لیے مفلوج کر کے رکھ دیا میرے پورے جسم کو ایک کھچاؤ سا لگا میں جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی مجھے یوں لگا جیسے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ مجھے یقین ہی نہ آیا کہ وہ مر گئی ہے ابھی کچھ دن پہلے ہی تو میرے پاس بیٹھی ہوئی اپنی کہانی سنا رہی تھی میرے ساتھ اس نے چائے بھی پی تھی مسکرائی بھی تھی ایک دو لمحہ میرے پاس نہیں رہی تھی بلکہ آدھا دن اس نے میرے ساتھ گزارا تھا لیکن ---اب۔ وہ مر گئی ہے مجھے یقین نہیں آ رہا تھا میں جلدی سے تیار ہوئی ساتھ اپنے بچے کو لیا اور ناہید کے گھر جا پہنچی جو دنیا مافیا سے بے خبر چارپائی پر گہری نیند سوئی پڑی تھی اسے دیکھ کر میری آنکھیں چھنہیں لگیں میں رو بھی رہی تھی اور ساتھ ساتھ اس کی زندگی کے بارے میں بھی سوچتی جا رہی تھی--- یہ تو میں جانتی تھی کہ اس کو زندگی سے کوئی لگاؤ نہیں ہے وہ زندگی سے بیزار ہو چکی ہے لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے اتنی جلدی مر جانا ہے[illegible] اس کی میت کو دیکھتے ہوئے بس روئے جا رہی تھی وہ دنیا سے بے خبر چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے گھر میں کہرام کا سماں تھا وہ شور و غل رونے دھونے چیخ و پکار کے باوجود بھی وہ سکون کی نیند سوئی ہوئی تھی اس کی سنائی ہوئی کہانی میری نظروں کے سامنے گھوم رہی تھی میں جان گئی کہ مرنے سے پہلے وہ کیوں بار بار مجھے کہہ رہی تھی کہ باجی کشور میرے پاس ٹائم بہت کم ہے۔ مجھ سے وہ سب کچھ سنیں جو میرے دل میں ہے یاں مجھے وہ سب کچھ یاد آ رہا تھا۔ ہر وہ بات یاد آ رہی تھی جو وہ مجھے کہتی تھی جو وہ مجھے سنائی تھی میں اس کی سوچوں میں ڈوبتی چلی گئی

قارئین کرام دنیا میں لاکھوں کروڑوں اربوں بلکہ کھربوں لوگ بس رہے ہیں اور جتنے لوگ ہیں اتنی ہی ان کی سوچیں ہیں ہر کوئی اپنی سوچ کے مطابق جی رہا ہے کوئی کسی کے بھلے کی سوچتا ہے تو کوئی کسی کا برا۔ کوئی پیار و محبت بانٹنا چاہتا ہے تو کوئی دشمنی کرنا چاہتا ہے۔ کوئی مسکرا رہا ہے تو کوئی رو رہا ہے کوئی سکون میں ہے تو کوئی بے سکون۔ کوئی محبت کے لیے

مارامارا پھر رہا ہے تو کوئی نفرت دل میں لیے ہوئے چل رہا ہے ایسا ہی ہو رہا ہے اور ایسا ہی ہوتا رہے گا یہی دنیا ہے۔ ناہید اکثر میرے گھر میں آتی رہتی تھی وہ مجھ سے باتیں کر کے بہت سکون محسوس کرتی تھی لیکن میں نے اس کے چہرے پر کبھی بھی خوشی نہ دیکھی تھی اس کے لبوں پر کبھی بھی مسکراہٹ نہ دیکھی تھی وہ آتی تو میرے گھر میں پڑے ہوئے جواب عرض کو پکڑ کر پڑھنا ہو جاتی تھی اور ساتھ ساتھ روتی بھی رہتی تھی وہ کیوں روتی تھی کیوں چیختی تھی میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی لیکن اتنا جانتی کہ اس کے اندر بہت بڑا دکھ چھپا ہوا ہے جس کا لاوا آنسوؤں کی شکل میں باہر نکلتی ہے اس کے باوجود بھی اس کو سکون نہیں ملتا ہے وہ جب بھی آتی تو یہی کہتی۔

باجی کشور لگتا ہے آپ کو جواب عرض سے بہت محبت ہے۔ بہت چاہت ہے۔ اس کی بات سن کر میں مسکرا دیتی اور کہتی۔

ہاں ٹھیک کہا تم نے مجھے واقعی جواب عرض سے بہت محبت ہے بہت چاہت ہے میں ہر ماہ کے جواب عرض کی حفاظت ایسے ہی کرتی ہوں جیسے کوئی ماں اپنی اولاد کی کرتی ہے کسی بھی جواب عرض کا ایک صفحہ بھی کوئی فولڈ کر دے تو میرا دل کانپ سا جاتا ہے میں فوری اس کے ہاتھ سے جواب عرض چھین کر اس کے اس صفحہ کو ٹھیک کر دیتی ہوں جیسا وہ پہلے تھا۔ یہ میرا ایک جنون ہے جس نے مجھے ایک مقام دیا ایک عزت دی۔ میری سوچ ایسی ہی ہے۔

ہاں باجی بہت ہی اچھا اور دکھی رسالہ ہے جب میں اس کو پڑھتی ہوں تو دل کو بہت سکون ملتا ہے خاص کر آپ کی لکھی ہوئی کہانیاں پڑھ کر میں کبھی کہانیوں کو اور کبھی آپ کو دیکھتی ہوں کہ جتنا اچھا یہ رسالہ ہے اس سے کہیں زیادہ اچھی آپ خود ہیں باجی میں اپنی سٹوری آپ کو سنانا چاہتی ہوں ایسی سٹوری جو شاید میں سنا تو سکوں لیکن شاید اس کو پڑھ نہ سکوں اس کی یہ بات سن کر میں کانپ سی گئی اور کہا۔

ناہید ایسا نہیں کہتے تم ابھی جوان ہو تمہارے سامنے ایک لمبی زندگی پڑی ہوئی ہے بہت کچھ دیکھنا ہے تم نے۔ پھر ایسی باتیں نہیں کرتے۔ میری بات سن کر اس کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھری اور ساتھ ہی آنکھوں میں آنسو تیرتے ہوئے دکھائی دینے لگے میں اس کی یہ کیفیت دیکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ہاں ناہید مجھے اپنی کہانی سناؤ مجھے بتاؤ کہ تم ایسا کیوں کہا کہ تم اپنی کہانی سنا تو دو گی لیکن پڑھ نہ پاؤ گی اور یہ موت کی تمنا کیوں کر رہی ہو۔

باجی تمنا نہیں کر رہی ہوں انتظار کر رہی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں زیادہ دن زندہ نہ رہ پاؤں گی تم میری حالت کو دیکھ رہی ہو ناں میں ایسی نہ ہوتی تھی بہت حسین ہوتی تھی لیکن اب ایسی ہو گئی ہوں کہ جیسے صدیوں کی مریض ہوں۔ اس کے پیچھے ایک لمبی کہانی ہے اور پھر میں جی کر کیا کروں گی جس کے لیے جینا چاہتی تھی وہ ہی اس دنیا میں نہیں رہا وہ ہی ختم ہو گیا تو پھر جی کر کیا کرنا ہے مجھے میں نے اس کی زندگی میں ہی خود کو روگ لگا لیا تھا میں اس کے لیے تڑپتی رہتی تھی لیکن وہ میری تڑپ کو نہ دیکھ پایا تھا اس سے حد سے بڑھ کر پیار کیا تھا لیکن اس نے تو میرے پیار کو دیکھا تک نہ تھا وہ کچھ کر گیا جس کا مجھے یقین نہ تھا۔ میں تو اس کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ آئے گا تو مجھے اپنی دلہن بنائے گا میرے خوابوں کو پورا کرے گا میری سوچوں کو مہکائے گا لیکن وہ۔۔۔ وہ۔ وہ بات کرتے کرتے رو دی۔

میں نے اس کو تسلی دی اور کہا ناہید میری بہن مجھے بتاؤ کہ تمہارے اندر کیا دکھ ہے وہ کون ہے جس نے تمہاری حالت کو اس قدر کمزور اور لاغر کر دیا ہے میری بات سنکر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی ہاں باجی سنو۔ لیکن پھر بولی نہیں ابھی نہیں میں چند

منٹ میں گھر سے ہو کر آتی ہوں اتنا کہہ کر وہ گھر چلی گئی اور میں اس کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی اس کے چلنے کا انداز بہت مرجھایا ہوا تھا گلی میں چلتے چلتے وہ گھر تک پہنچتے ہوئے دو تین بار رک کر سانس درست کرتی رہی تھی۔

اف خدایا میں اس کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ سی اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی میری نظریں اس کی طرف ہی تھی کہ وہ کب گھر سے نکلتی ہے اور کب اپنی کہانی مجھے سناتی ہے وہ مجھے اپنے گھر سے نکلتی ہوئی دکھائی دی میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھوں میں ایک ڈائری تھی میں سمجھ گئی کہ اس ڈائری میں اس کی زندگی کا تمام نچوڑ موجود ہو گا وہ سب کچھ موجود ہو گا جو اس کے ساتھ بیتا ہو گا۔ وہ اسی انداز میں مرجھائے ہوئے قدموں سے چلتی ہوئی میرے گھر کی طرف بڑھتی آ رہی تھی دو منٹ کی یہ مسافت اس نے پورے دس منٹ میں طے کی تھی اور میں جانتی تھی کہ اس کے لیے چلنا محال ہے اس کی گری ہوئی حالت اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ۔۔ خیر وہ میرے گھر پہنچ آئی اور میرے پاس کرسی پر ہی بیٹھ گئی اور بولی۔

باجی کشور میری کہانی بعد میں سننا یہ ڈائری پہلے پڑھ لیں اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈائری میری طرف بڑھائی جو وہ ساتھ لے کر آئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے ڈائری لے لی اور اس کو پڑھنے لگی جوں جوں میں ڈائری کو پڑھتی جا رہی تھی توں توں میری آنکھیں بہتی جا رہی تھیں۔ کیونکہ اس میں ایک بہت ہی دکھی کہانی لکھی ہوئی تھی۔ ایسی کہانی جو پوری کی پوری دکھوں میں بھیگی ہوئی ہو لیکن حیرانگی اس بات کی تھی کہ یہ کہانی ناہید کی نہ تھی یہ تو کسی لڑکے کی کہانی تھی اس کہانی میں تو ناہید کا نام تک نہ تھا یہ بھی نہ تھا کہ وہ ناہید کو پسند کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے کچھ بھی تو ناہید کے بارے میں نہیں لکھا تھا لکھا تھا تو کسی لڑکی کے بارے میں لکھا تھا کسی علیزہ نامی لڑکی کے بارے میں لکھا تھا۔ میں نے ڈائری پڑھنے کے بعد اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

ناہید یہ تمہاری کہانی تو نہیں ہے یہ تو کسی اور کہانی ہے اس کہانی کا تمہاری کہانی سے کیا تعلق تم تو مجھے اپنی کہانی سنانا چاہتی تھی۔

باجی اسی کہانی سے ہی تو میری کہانی جڑی ہوئی ہے۔ اس کے لیے تو میں زندہ تھی وہ مر گیا۔ ہاں باجی میرا پیار میرا محبوب۔ میرا کزن عمر مر گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ میری بھی آنکھیں بہہ رہی تھی اور اس کو تسلی بھی دے رہی تھی۔

باجی سنیں۔ وہ رو دھو کر کچھ دیر بعد بولی۔ میں اس کی کہانی سننے لگی اس کی کہانی سن کر میں سوچوں میں ڈوبتی چلی گئی کہ کاش ناہید کا کزن عمر ناہید کے ساتھ ایسا نہ کرتا ناہید کا نہ سہی اپنی بہنوں کا ہی کچھ خیال کر لیتا۔

آج مجھے ناہید کی موت کا مجھے شدید دکھ ہوا تھا اس کی میت کو دیکھ کر بس روئے جا رہی تھی جی چاہ رہا تھا کہ اس کو جھنجھوڑ کر کہوں کہ ناہید اٹھو ابھی تمہاری عمر مرنے کی نہیں ہے خود کو سنبھالو تمہیں جینا ہے ایک لمبی زندگی جینا ہے لیکن وہ دنیا سے بے خبر چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے گھر میں کہرام کا سماں تھا۔ بحر حال قارئین کرام آپ یہ سٹوری اسی کی زبانی سنیں جو اس کے اور اس کے ایک کزن کے ساتھ بیتی تھی۔ ناہید بھی اب اس دنیا میں نہیں ہے وہ بھی موت کی آغوش میں چلی گئی وہ قبر میں اتر گئی محبت کے روگ نے اسے بھی قبر تک پہنچا دیا۔ اور اس کا کزن کیوں مرا اور اس کو کس وجہ سے موت آئی یہی کچھ آپ ناہید کی زبانی سنیں جو اس نے سنائی تھی۔

عمر کی لاش گھر میں پڑی ہوئی تھی اور ہر طرف چیخ و پکار گونج رہی تھی ہر آنکھ اشک بار تھی اس گھر میں قیامت کا ایک منظر بیت رہا تھا۔ میں اس کی لاش

کو دیکھ دیکھ کر چیخ رہی تھی اس کے جسم کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہی تھی مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ جائے گا میں تو اس کا انتظار کر رہی تھی اس کے لیے دلہن بننے کے خواب دیکھ رہی تھی لیکن یہ یہ یہ کیسے ہو گیا۔ بھیانک اور ہولناک منظر کسی کو معلوم نہیں تھا کہ عمر کی لاش گھر میں آئے گی وہ تو گھر سے کمانے کی غرض سے بیرون ملک گیا تھا لیکن اس کی لاش۔ وہ بھی جوان موت۔

اف خدایا یہ سب کیا ہو گیا کیوں ہو گیا۔ اس کے پیچھے کیا راز ہے میں روتے ہوئے یہی سوچتی جا رہی تھی کیونکہ میں اسے دل ہی دل میں پیار کرتی تھی اس کو دل میں ایک بہت اونچا مقام دے رکھا تھا مجھے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ میرے سامنے مردہ پڑا ہوا ہے میں بار بار اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی بار بار اس کے مردہ جسم کو ٹٹول رہی تھی میں جاننا چاہتی تھی کہ یہ کیوں مرا ہے لیکن کوئی بھی ایسا نشان اس کے جسم پر نہ تھا جو ظاہر کرتا کہ اس کو مارا گیا ہے شاید وہ اپنی موت آپ مرا تھا میں ایسی ہی سوچیں سوچتی جا رہی تھی میری دنیا تباہ ہو گئی تھی میری زندگی مجھ سے چھن گئی تھی۔ گھر میں کہرام مچا ہوا تھا میں خود بھی ابھی ہسپتال سے آئی تھی میں اس کی موت کا سن کر اپنے حواس کھو بیٹھی تھی مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں کہاں کہاں پڑی رہی ہوں کتنے دن پڑی رہی ہوں میرے پاس کون کون ہے کچھ بھی معلوم نہ تھا بس اس کی لاش میرے سامنے تھی جس کو میں نے کئی بار ٹٹول ٹٹول کر دیکھا تھا۔

وہ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا گھر کے حالات کوئی اچھے نہ تھے جس وجہ سے وہ ہر وقت فکر مند رہتا تھا وہ چاہتا تھا کہ ان کے گھر میں وہ سب کچھ آ جائے جو ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی جوان بہنوں کی شادی کر سکے ان کو عزت کے ساتھ اپنے گھر میں رخصت کر سکے وہ اپنا نہیں سوچتا تھا اپنی بہنوں کا سوچتا تھا اور پھر انہی کے لیے وہ بیرون ملک چلا گیا۔ یکدم اس کے دماغ میں باہر جانے کا بھوت سوار ہو گیا تھا میں خود بھی حیران تھی کہ اس کو کیا ہو گیا ہے اس نے تو کبھی بیرون ملک تو کیا شہر سے بھی باہر جانے کا سوچا بھی نہ تھا اور پھر یکدم اس کو باہر جانے کا کیوں شوق چڑھ گیا میں نے اس کی وجہ جاننا چاہی تو اس نے کہا۔

ناہید تم جانتی ہو کہ میری گھر میں جوان بہنیں ہیں۔ اور جو کام میں یہاں کر رہا ہوں اس سے تو گھر کے اخراجات ہی پورے نہیں ہو رہے ہیں ان کو گھر سے کیسے رخصت کروں گا۔ بس دوست نے مشورہ دیا کہ میں باہر چلا جاؤں اور پھر دیکھنا کہ میں اپنی بہنوں کی شادی کیسے کرتا ہوں اور تم جانتی ہو کہ جب تک میں بہنوں کی شادی نہیں کروں گا اپنا کچھ بھی نہیں سوچوں گا مجھے اس کی سوچ اچھی لگی لیکن میں یہ سوچ کر کانپ جاتی کہ اس سے مجھے دو سال تک جدا رہنا پڑے گا اور یہ دو سال میں کیسے بسر کروں گی۔ خیر جو ہونا تھا وہ تو ہو کر رہنا تھا میں اس کی جدائی کو تو برداشت کر سکتی تھی لیکن اس کی سوچ کو نہیں بدل سکتی تھی میں جانتی تھی جو وہ بات ایک بار کر لے اس کو پورا کر کے ہی رہتا ہے چاہے اس کے لیے اس کو کچھ بھی کرنا پڑے اس نے ایسا ہی کیا اپنا گھر بیچ دیا اور یہ کہہ کر اپنے بوڑھے ماں باپ اور جوان بہنوں کو کرایے کا مکان لے دیا اور کہا۔

میں باہر جاؤں گا تو وہاں سے اتنا کما کر لاؤں گا کہ ہم اس جیسے کئی گھر بنا سکیں گے۔ لگتا ہے کہ خدا نے ہماری سن لی ہے۔

سب ہی اس سامنے چپ ہو گئے کیونکہ سب ہی جانتے تھے کہ وہ گھر کی بہتری کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے پھر وہ بھلا رکاوٹ کیونکر ڈالتے۔ گھر بیچ کر وہ یورپ چلا گیا۔ میں بہت روئی میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ میری نظروں سے دور ہو میں تو اس کو ایک پل بھی اپنے سے دور نہیں کرنا چاہتی تھی اور وہ اتنی لمبی جدائی مجھے دے گیا تھا۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ وہ مجھ سے بہت دور چلا جائے گا۔ لیکن وہ چلا گیا ہم سب کو اداس اور تنہا کر گیا۔ سب کو ہی لمبی جدائی دے گیا۔

ہم لوگ اس کے جانے کے بعد اداس سے رہنے لگے لیکن دل تو لگانا پڑتا ہے چاہے کسی کے انتظار میں یا پھر کسی کی آس میں وقت تو گزارنا ہی پڑتا ہے۔ سو ہم بھی وقت گزارنے لگے اور میں روز ہی ان کے گھر جاتی میں چاہتی تھی کہ مجھے پتہ چلا کہ اس کا کوئی فون آیا ہے یا نہیں۔ وہ وہاں کیسا ہے کام پر لگا ہے یا نہیں۔ میرے بارے میں کیا کہتا ہے۔ میرا اس نے پوچھا ہے کہ نہیں بس یہ سب جاننے کے لیے میں ہر روز ہی انٹی کے گھر جاتی۔ اور جب پتہ چلا کہ وہ کام پر لگ گیا ہے اور ہفتہ میں ایک بار اس کا فون ضرور آتا ہے تو مجھے بہت سکون ملا کیونکہ میں جان گئی تھی کہ اب ہمارے ملاپ کی منزل دور نہیں ہے وہ قریب آتی جا رہی ہے کیونکہ گھر والوں نے بتایا تھا کہ اس بار اس نے اتنے زیادہ پیسے بھیجے ہیں۔ اور کہا ہے کہ میں ہر ماہ کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ پیسے بھیجتا رہوں تاکہ آپ میرے آنے سے پہلے نہ صرف اچھا سا مکان لے لینا بلکہ بہنوں کا جہیز بھی تیار کرنا میں اپنی بہنوں کی شادی دھوم دھام سے کرنا چاہتا ہوں اپنا ہر وہ شوق پورا کرنا چاہتا ہوں جو لے کر یہاں آیا ہوں۔

کتنا خبیث ہے وہ۔ میں زیر لب بڑبڑاتی کہ بہنوں کی شادی کی فکر ہے اپنی شادی کی نہیں میری شادی کی نہیں یہ کہتا کہ ماں پہلے میں ناہید کو اپنی دلہن بنا کر گھر لاؤں گا پھر بہنوں کی شادی کروں گا اور ان کی تمام تیاری ناہید ہی کرے گی۔ ایک دفعہ وہ آ جائے سہی پھر پوچھتی ہوں اس کو میں ایسی باتیں سوچ کر دل ہی دل میں بہت ہی خوش ہوتی تھی کیونکہ اس کے خواب تو میں بچپن سے ہی دیکھتی چلی آ رہی تھی اور اب یقین ہو گیا تھا کہ میرے خوابوں کو منزل ملنے والی ہے۔

وہ ادھر یورپ میں بہت محنت کر رہا تھا۔ اور چھ ماہ میں اس نے اتنے پیسے بھیج دیئے کہ آنٹی لوگوں نے اس گھر سے کہیں بہتر اپنا گھر لے لیا اور کچھ جہیز بھی جمع کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے وہی گھر لے لیا تھا جس میں وہ کرایہ دار تھے یہ بہت ہی اچھا مکان تھا بہت ہی پرسکون تھا چار کمرے تھے بڑے بڑے بڑا سا کچن تھا اور ہر کمرے کے ساتھ باتھ روم تھا یوں تھا جیسے ایک چھوٹی سی کوٹھی ہو۔ لیکن جب سے وہ یورپ گیا تھا مجھے اس نے ایک بار بھی فون نہ کیا مجھے دکھ تو بہت ہوتا تھا لیکن کسی کو بھی کچھ کہہ نہیں سکتی تھی دن رات اس کی محبت کی آگ میں جلتی رہتی جب سب سو جاتے تب میں اس کی یادوں میں کھو جاتی اس کا معصوم میری آنکھوں سامنے گھومنے لگ جاتا۔ وہ جانتا تھا کہ میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں لیکن اس نے آج تک اظہار نہ کیا تھا وہ بہت شرمیلا تھا لڑکیوں سے ہمیشہ دور بھاگتا تھا۔ اور اس کی یہ ادا مجھے بہت بھاتی تھی۔

اب مجھے صرف انتظار تھا تو ان دو سالوں کا جو دھیرے دھیرے قیامت کی گھڑیوں کے ساتھ بیت رہے تھے چھ ماہ بیت چکے تھے اور یہ چھ ماہ میں نے کیسے گزارے تھے یہ میں جانتی تھی یا پھر وہ لوگ جانتے ہیں جو کسی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہوں۔۔ لیکن پھر یکدم وقت بدلنے لگا اس کا ہفتہ میں جو ایک بار فون آتا تھا وہ کم ہونے لگا اور جب کبھی فون آتا تو اس کی آواز ڈگمگائی ہوئی سنائی دیتی وہ کسی کی بھی خیریت دریافت نہ کرتا لیکن اتنا ضرور کہتا کہ وہ ہم سب لوگوں کے لیے پیسے بھیجے گا۔ اس کی باتوں میں اداسی جھلکتی ہوئی محسوس ہوتی جو مجھے سوچنے پر مجبور کر دیتی کہ وہ بدل کیوں گیا ہے اس کی آواز میں

پہلی جیسی مٹھاس کیوں نہیں رہی ہے وہ بولتے بولتے یوں کیوں محسوس کرواتا ہے کہ وہ کچھ چھپا رہا ہے ہم سے کچھ بھی تو نہیں بتاتا تھا۔

میں دل میں صبر لئے ہوئے بیٹھی رہتی اس کا سوچتی رہتی کہ اس کو کیا ہوگیا ہے وہ فون کیوں نہیں کرتا ہے میں دن رات تڑپ رہی تھی میرا دل کہہ رہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہوگیا ہے وہ ضرور کسی گوری میم کے حسن میں کھوگیا ہوگا۔ ایک آزاد ملک میں گیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں کی آزادی میں پڑ کر خود بھی آزاد ہوگیا ہے یہ ایسی سوچیں تھیں جنہوں نے میرے دل کو روگ لگادیا نہ کچھ کھانے کو جی چاہتا نہ پینے کو بس سوچتی رہتی۔ میں اس کے پیار میں بے بس ہوچکی تھی نہ رات کو مجھے چین آتا تھا اور دن کو سکون ملتا تھا۔ راتیں روتے ہوئے بیتنے لگیں اور ایک دن میں نہ رہ سکی اور آنٹی کے گھر چلی گئی اور کہہ دیا۔

آنٹی اس کو واپس بلالیں اب بہت ہوگئی ہماری جدائی۔ میری بات سن کر وہ اداس سی ہوگئیں اور ایک دکھی سی سانس لے کر بولیں۔

بیٹی میں تو خود بہت دکھی ہوگئی ہوں کہ اس کو کیا ہوگیا ہے وہ ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کرتا ہے جب بھی پوچھا ہے وہ ٹال جاتا ہے۔ وہ مجھے کیا دلاسہ دیتی وہ تو خود دلاسہ مانگ رہی تھیں۔

زندگی عذاب بن گئی تھی سانسوں سے بھی خوف آنے لگا تھا جی چاہتا تھا کہ اس کی طرح میں بھی گھر بار بیچ کر اس کے پیچھے چلی جاؤں لیکن یہ تو میری اپنی سوچ تھی بس ایسا کرنا میرے لیے ناممکن تھا مجھے بس اس کا انتظار کرنا تھا اور کرتی جارہی تھی زندگی کو روگ لگا بیٹھی تھی انکی محبت کا روگ اس کی جدائی کا روگ بس روگ ہی تھی میری زندگی میں مسکرانا بھول گئی تھی ہنسی کیا ہوتی ہے میں یہ بھی بھول گئی تھی بس آنکھیں اس کے انتظار میں رہتی۔

آٹھ ماہ ہوگئے تھے مجھے اس کی آواز سنے ہوئے یہاں سے جانے کے بعد میری اس سے صرف ایک بار بات ہوئی تھی اس کے بعد کبھی بھی اس سے بات نہ ہوئی تھی۔ اور وہ کتنا ظالم تھا کہ اس نے ایک بار بھی نہیں پوچھا تھا کہ میں اس کے بغیر کیسے جی رہی ہوں جی رہی ہوں یا نہیں۔ کچھ بھی نہیں پوچھتا تھا بس چند منٹ کی کال کر کے بند کردیتا تھا اور یہی سب کچھ مجھے سننے کو ملتا تھا وقت ایسے ہی بیتتا جارہا تھا۔

آج مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا جی چاہتا تھا کہ اپنا خاتمہ کرلوں ایک بے چینی سی تھی دل میں دل گھبرا رہا تھا میں بار بار پانی پیتی لیکن تب بھی سکون نہ مل رہا تھا میں آنٹی کے گھر گئی ان کو اپنی حالت کا بتایا تو وہ بولی۔

ہاں بیٹی عمر کی خاموشی نے ہمیں بھی بے بس کردیا ہے نجانے اس کو کیا ہوگیا ہے نہ فون کرتا ہے اور نہ ہی کچھ اور جیسی تیری حالت ہے ایسی ہی میری بھی ہے۔ میں جو دل میں بے بسی لے کر ان کے گھر گئی تھی وہی بے بسی لے کر واپس آگئی لیکن کہیں بھی سکون نہ مل رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ کچھ ایسا کام جو میں نے سوچا بھی نہ ہو میری حالت تو پہلے اس کی جدائی میں گرتی جارہی تھی اب میں مزید صدمہ برداشت نہ کرسکتی تھی میں کوشش کررہی تھی کہ خود میں ہمت پیدا کروں لیکن اس کے باوجود بھی دل کمزور ہی پڑتا جارہا تھا ایسا کیوں ہورہا تھا میں جان نہ پارہی تھی یہ بے بسی رات سے ہی تھی۔ تبھی تو میں صبح صبح آنٹی کے گھر چلی گئی۔ اور پھر واپس لوٹ آئی تھی۔

اور پھر اسی دن شام کو فون آگیا۔ اس کا نہیں کسی اور کا جو اس سے متعلق تھا یہ فون کیا تھا موت کا پروانہ تھا جو ہمیں ملا تھا میں ان کے گھر گئی تو ان کے گھر میں رونے دھونے کی آوازیں سنائی دیں چیخوں کی آوازیں سن کر میں کانپ کر رہ گئی میری نظروں سامنے آنٹی کا مردہ چہرہ گھوم گیا کہ ہوسکتا ہے کہ آنٹی کو کچھ ہوگیا ہو لیکن جب میں نے اندر پہنچ کر دیکھا تو آنٹی ٹھیک تھیں اور سب گھر والے ہی ٹھیک تھے پھر رونا دھونا کیسا تھا میں حیران رہ گئی بیٹی ہم لٹ گئے آنٹی کی آواز مجھے سنائی دی جو مجھ سے لپٹ گئی میں کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔ اور دھڑکتے دل ان سب کو روتا ہوا دیکھتی جارہی تھی۔ ک کک۔ کیا ہوا آنٹی۔ بمشکل میں نے کہا۔

وہ میرا عمر۔ بیٹی وہ میرا عمر۔

عمر کا نام سنتے ہی ایک کھچاؤ سا پڑا میرے دل کو یوں لگا جیسے دل بند ہوجائیگا۔ کیا ہوا اس کو۔

بیٹی۔ وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا۔

کیا۔ کیا۔ میں بجھ سی گئی میری آواز ڈوب سی گئی مجھے کچھ خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے بس اتنا جانتی تھی کہ جب ہوش آیا تو میں ہسپتال ایک بیڈ پر پڑی ہوئی تھی اور میری ماما میرے پاس موجود تھی۔ وہ خاموش تھی شاید وہ جانتی تھی کہ عمر کی موت نے میرا یہ حال کردیا ہے۔ شاید وہ میرے پیار کو جان گئی تھی۔ ماما۔ میں نے بمشکل زبان کھولی۔ ماما۔ وہ عمر۔

ہاں بیٹی سب لوگ اس کی لاش لینے گئے ہوئے ہیں۔ اتنا کہتے ہوئے وہ رودیں اور شاید میری آنکھوں کے آنسو خشک ہوگئے تھے میں روئی نہ تھی صرف ایک سکتہ مجھ پر طاری تھا جس میں میں مبتلا تھی مجھے یہاں سے لے چلو میں نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کیا مجھے گھر لے آئی لیکن میں اپنے گھر نہ گئی آنٹی کے گھر چلی گئی وہاں اس کے گھر میں رونا دھونا تھا بہنوں کا رو رو کر برا حال ہورہا تھا میں کس کو تسلی دیتی میں تو خود موت کے منہ میں تھی لیکن یہ ہوا کیوں اس کے پیچھے کیا راز ہے میں یہ سب جاننا چاہتی تھی۔ میری آنکھوں کے سامنے ہی میرے پیار کا میرے محبوب کا جنازہ اٹھایا گیا اور اسے ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا کردیا گیا۔ اس کی میت کے ساتھ کوئی سامان نہ آیا تھا ہاں البتہ ایک بیگ تھا جس میں چند ایک جوڑے کپڑوں کے تھے اور ایک ڈائری تھی۔ میں نے جلدی سے ڈائری پکڑ لی دیکھا تو اس پر بہت کچھ لکھا ہوا تھا اور یہی کچھ میں چاہتی تھی کہ وہ مرا کیوں ہے تمام راز مجھے اس ڈائری سے مل سکتا تھا میں ڈائری لیے گھر آگئی اور اس کو پڑھنے لگی۔ جوں جوں پڑھتی گئی۔ میری عجیب سی کیفیت ہوتی چلی گئی۔

آج میں پہلے روز فیکٹری گیا تھا مجھے ایک فیکٹری میں کام مل گیا تھا۔ وہاں لڑکے لڑکیاں ایک ہی ساتھ کام کرتے تھے مجھے بہت عجیب سا لگ رہا تھا کیونکہ میں نے ایسا کبھی بھی کچھ سوچا نہ تھا اور پھر میں ہمیشہ لڑکیوں سے دور رہتا تھا پھر ان گوریوں کے ساتھ میں کیسے کام کرسکتا تھا۔ لیکن مجبوری تھی اور یہی مجبوری مجھے گھر سے یہاں تک لے کر آئی تھی میری نظروں کے سامنے میری ماں میری بہنیں تھیں انکی خوشیاں تھیں میں سوچنے لگا کہ مجھے ان لڑکیوں سے کیا لینا دینا مجھے اپنا کام کرنا چاہئے بس اور میں ایسے ہی کرنے لگا۔ وہاں گورے اور گوریاں نہ صرف کام کرتے تھے بلکہ کام کے دوران وہ خوب ہنسی مذاق بھی کرتے تھے مجھے ایسا دیکھ کر بہت کوفت ہوتی تھی ایک لڑکی جو بنگلا دیش کی تھی اور بہت ہی خوبصورت تھی جو نجانے کتنے دنوں سے خاموشی سے کام کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی میرے پاس آئی اور بولی۔

میں کئی دنوں سے دیکھ رہی ہوں کہ تم بہت چپ چپ اور خاموش رہتے ہو کسی سے بات بھی نہیں کرتے ہو۔ اس کی بات سن کر میں چونک سا گیا اور ایک نظر اس کی طرف دیکھا اس کو دیکھتے ہی میں جیسے اس میں کھو سا گیا اس کی آنکھوں میں سحرانہ کشش تھی چہرے پر بکھرا ہوا حسن اور لبوں پر مچلتی ہوئی مسکراہٹ نے چند لمحوں میں میری عجیب سی حالت کردی۔ وہ بھی مسلسل گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی مسکراہٹ

اس کے لبوں پر بدستور جاری تھی۔وہ۔وہ بس ایسے ہی۔میری بات سن کر وہ ہنس دی۔
بس ایسے ہی سے کیا مطلب۔اچھا بتاؤ نام کیا تمہارا اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا۔
جی عمر۔
ہاں تو عمر میرا نام علیزہ اور میں بنگلا دیش سے آئی ہوں یہاں تقریبا کسی ملکوں کی لڑکیاں اور لڑکے کام کرتے ہیں اور کام کے ساتھ ساتھ انجوائے بھی کرتے ہیں میں جانتی ہوں کہ ہر کوئی یہاں اپنے کام کے سلسلے میں آتا ہے لیکن زندگی انجوائے کا نام ہے زمانے کے ساتھ ساتھ چلنے کا نام ہے اگر تم ایسے ہی خاموش خاموش رہو گے تو پھر تو شاید ہمیشہ تنہا رہو گے کیا مجھ سے دوستی کرو گے۔
اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔میں اس کی بے باک بات پر نہ صرف سٹپٹا سا رہ گیا بلکہ اس کو گہری نظروں سے دیکھا۔وہ مسکرا دی۔
اوڈیئر اس میں شرمانے والی کون سی بات ہے ملاؤ ہاتھ ہاتھ ملانے میں کیا ہرج ہے یہاں تو بہت کچھ ہو جاتا ہے اور تم ہاتھ ملانے سے گھبرا رہے ہو اتنا کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ مزید میرے نزدیک کر دیا اور میں نے بھی نہ چاہتے ہوئے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا لیکن مجھے ایک کرنٹ سا لگا اس کا ہاتھ اتنا گرم اور نرم تھا کہ ہاتھ کے چھوٹ جانے کے بعد بھی میں اسکی گرمی اور نرمی کو محسوس کرتا رہا۔
اس نے مجھ سے چند ہی دنوں میں لڑکیوں سے دور رہنے کی جھجک کو ختم کر دیا اور مجھے ایسی ایسی باتیں کرتی کہ میں ان میں کھو سا جاتا۔مجھے یوں لگ رہا تھا کہ میرے اندر ایک نیا عمر جنم لینے لگا ہے پہلے والا عمر کہیں دور ہوتا ہوا ڈوبتا جا رہا ہے۔وہ مجھے بہت ہی پیاری لگنے لگی تھی پیاری لگتی کیوں نہ وہ تھی ہی بہت پیاری اس کی سفید رنگت اور سنہری بال۔ آنکھوں میں حسین کشش۔وہ تھی ایک بنگلا دیشی لیکن حسن میں وہ شاید گوریوں کو پیچھے چھوڑے ہوئے تھی۔
چھ ماہ تک ہماری دوستی چلتی رہی اور گھر کا خیال بھی مجھے رہا بہنوں کے چہرے بھی نظروں سامنے گھومتے رہے میں جو کماتا گھر بھیج دیتا۔تاکہ جس مقصد کے لیے میں یہاں آیا تھا وہ پورا کر سکوں۔ وقت گزرتا چلا جا رہا تھا اور میں وقت گزرنے گزرنے کے ساتھ محسوس کرنے لگا تھا کہ جیسے مجھے علیزہ سے محبت ہونے لگی ہے میں اپنے دل میں اس کے لیے تڑپ محسوس کرنے لگا اس کے لیے بے چینی سی محسوس کرنے لگا مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ یہ میرے ساتھ کیا ہونے لگا ہے ایسا کیوں ہونے لگا ہے میں دل کو سمجھاتا لیکن دل تو پاگل تھا جو سمجھنے کا نام نہیں لے رہا تھا وہ تو یہی چاہتا تھا کہ میں اس کو اپنی دلہن بناؤں اور اس کے ساتھ اپنی زندگی کا آغاز کروں اور ہمیشہ خوشیوں مسکراہٹوں میں رہوں۔اور ایک وہ تھی جو فیکٹری میں میرے ساتھ ہی رہتی تھی ہر بات پر وہ مسکرا دیتی تھی اور اس کی مسکراہٹ مجھے پاگل کر دیتی تھی میں اس کے خواب دیکھنے لگا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ میں اس کو ہر حال میں اپناؤں گا۔میں انہی سوچوں میں مگن رہتا جب وہ مجھے گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا دیکھتی تو کہتی۔
جناب کن سوچوں میں کھوئے ہوئے ہو۔
میں مسکرا دیتا۔تمہاری سوچوں میں۔
اچھا۔وہ مسکرا کر پوچھتی۔کیا سوچتے ہو میرے بارے میں مجھے بھی تو پتہ چلے۔
پتہ نہیں بس اتنا جانتا ہوں کہ مجھے تمہارے بارے میں سوچنا بہت ہی اچھا لگتا ہے جب سے تم مجھے ملی ہو میری زندگی بدل سی گئی ہے تم نے ٹھیک کہا تھا کہ زندگی میں اگر پیار نہ ہو تو زندگی بور ہو کر رہ جاتی ہے۔میری زندگی کو بدلنے والی تم ہی تو ہو۔
واؤ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔اس کا مطلب ہے کہ تم نے خود کو اسی رنگ میں رنگ لیا ہے جو میں چاہتی تھی۔

ہاں۔میں بھی اسی رنگ میں رنگ گیا ہوں تمہارے پیار نے مجھے نئی سوچیں دے دیں ہیں نیا رنگ دے دیا ہے۔
پھر تو بہت مزا آئے گا اور تم نے مجھے آج تک اپنا گھر ہی نہیں دیکھایا ہے۔
میں نے کب منع کیا ہے بلکہ میری لیے تو بہت خوشی کا مقام ہوگا کہ تم کسی دن میرے گھر آؤ۔
کسی دن کیوں آج ہی چلوں گی۔وہ مسکراتے ہوئے بولی تو میں بھی ہنس دیا۔اور پھر فیکٹری سے فارغ ہو کر وہ میرے ساتھ ہی چل دی اور ہم دونوں اپنی دنیا میں مست باتیں کرتے ہوئے میرے گھر کی طرف جانے لگے۔جہاں پہنچ کر وہ بہت خوش ہوئی بات بات پر میرے گلے لگتی اور چھیڑ خانی کرتی لیکن میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے میں اس کی نظروں سے گرتا۔صرف اتنا چاہتا تھا کہ وہ میرے سامنے رہے میں اس کو دیکھتا رہوں اس سے باتیں کرتا رہوں وہ کہیں اور نہ جائے اور نہ ہی وہ کسی اور کا سوچے میرا ذہن پاکستانی تھا اور میرے اندر غیرت تھی میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میرے علاوہ کسی اور سے بات بھی کرے لیکن شاید یہ انھی کی عادت تھی کہ وہ کسی سے بھی بات کرتے ہوئے جھکتی نہ تھی اور نہ ہی شرماتی تھی شرمانا تو اس کو آتا ہی نہ تھا۔آزاد خیال تھی اور میں چاہتا تھا کہ جس طرح اس نے مجھے بدلا ہے میں بھی اس کو بدل دوں گا۔مجھے شدید دکھ ہوتا تھا جب وہ کسی سے بات کرتی تھی کسی کے ساتھ ہنسی تھی میرا دماغ گھومنے لگ جاتا تھا۔ایک دن میں نے اس سے کہہ ہی دیا۔
علیزہ۔پتہ نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب تم کسی لڑکے سے بات کرتی ہو تو میرا دل کٹ سا جاتا ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں خود کو کوئی چیز مار کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں شاید میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں اور شدید پیار کرنے لگا ہوں۔میری بات سن کر اس نے مجھے گھورا اور پھر مسکرا دی۔بولی۔
عمر پیار کرنا کوئی بری بات نہیں ہے پیار تو میں خود بھی تم سے کرتی ہوں اور یہ میں خود بھی چاہتی ہوں کہ مجھے پیار کیا جائے لیکن اگر کسی دوسرے لڑکے سے بات نہ کرنے کا سوچا یا کہا تو شاید میں تمہاری یہ بات کبھی بھی نہ مانوں۔
اتنا کہہ کر وہ اپنے کام میں لگ گئی اور پھر تین دن تک اس نے مجھ سے بات نہ کی یہ تین میرے اوپر کیسے بیتے میں ہی جانتا ہوں میں تو ایک پل بھی اس سے دور رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا پھر یہ تین دن میں نے پیار کے ہاتھوں اس سے ہار مان لی اور اس سے سوری کر لی اور کہا۔
میں آئندہ دوبارہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گا جس سے اس کا دل دکھے میری بات سنکر وہ مسکرا دی اور ہماری صلح ہو گئی۔میں نے اپنی اس صلح میں کئی ساتھیوں کو پارٹی دی۔
دیکھو عمر میں جانتی ہوں کہ تم میرے لیے اپنے لیے کیا جذبات رکھتے ہو بہت پیار کرتے ہو لیکن ایسی بات کبھی بھی مجھ نہ کیا کرنا جو مجھے اچھی نہ لگے۔میرے دل میں بھی تمہارا ایک مقام ہے لیکن اگر تم مجھے اپنا پابند بنانے کا سوچو تو شاید میں تم سے روٹھ جاؤں۔اور کبھی بھی تم سے بات نہ کروں میں نے ایک اچھے دوست کے روپ میں دیکھا ہے اور دوستی میں محبت بھی ہوتی ہے دوستی نام ہی اس بات کا ہے کہ انسان اپنے تمام دکھ سکھ اور دل ہی ہر وہ بات جو اس کے اندر چھپی ہوئی ہو شیئر کر سکے دیکھو میں نے تم سے کچھ بھی نہیں چھپایا ہے اور چھپانا بھی نہیں چاہتی ہوں میری زندگی تمہارے سامنے ہے میری سوچیں تمہارے سامنے ہیں اور تم یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میں زندگی کو انجوائے کرنا چاہتی ہوں زندگی انسان کو ایک ہی بار ملتی ہے اگر وہ اس زندگی میں انجوائے نہ کرے تو کیا فائدہ اس زندگی کا۔

اس کی یہ بات سنکر میں چونک سا گیا میرے دل کو ایک جھٹکا سا لگا اس نے اتنی بڑی بات کہہ دی تھی لیکن میں پھر بھی مسکرا دیا کیونکہ میں اس کو کھونا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ میری نس نس میں سما چکی تھی مجھے ہر چہرے میں اس کا ہی چہرہ نظر آتا تھا اور پھر میں یہ بھی محسوس کرنے لگا تھا کہ اس سے جدائی میری موت ہو گی ۔میرا پیار صرف اسی کے لیے تھا میرا پیار پیار نہ رہا تھا ایک عشق بن گیا تھا ایک جنون بن گیا تھا میں اس کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا صرف نہیں کر سکتا تھا تو اس سے دوری کو برداشت نہیں کر سکتا تھا پھر بھلا میں اس کو ناراض کیسے کر سکتا تھا۔

پھر وہ میرے کمرے میں اکثر آنے لگی تھی اور جب بھی آتی تو مجھ سے ایسے گلے ملتی اور گہرا سانس لیتی جیسے اس کو دنیا بھر کا سکون مل گیا ہو۔اس کی یہ ادا میرے دل کو بہت بھاتی اور میں خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرتا۔ میرے دل میں اس کی محبت بڑھتی چلی جا رہی تھی میں صرف اس کا ہی ہو کر رہ گیا تھا۔

علیزہ پتہ نہیں تم نے مجھے کیا کر دیا ہے مجھے چہرے میں تمہارا ہی چہرہ دکھائی دیتا ہے زبان پر ہر پل تمہارا ہی نام ہوتا ہے کہیں بھی جاتا ہوں کوئی بھی کام کرتا ہوں تمہیں اپنے سامنے پاتا ہوں۔ میری یہ بات کر وہ مسکرا دی۔اور بولی۔

مجنوں میاں۔خود کو اتنا بھی آگے لے کر نہ جاؤں کہ جدائی پڑتے ہی زندگی کو روگ لگا بیٹھو دیکھو زندگی کو انجوائے کرو۔اس کی بات سن کر میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا۔

علیزہ میں زندگی کو انجوائے نہیں کرنا چاہتا میں زندگی کو اس روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں جو اس کا اصل روپ ہے وہ کیا کہتے ہیں کہ اگر کسی کو چاہو تو ایسا چاہو کہ اس کے لیے جان بھی دینے کی ضرورت محسوس ہو تو پیچھے نہ ہٹو۔

اوہ تو تم میرے لیے اپنی جان دینے کو تلے ہوئے ہو لیکن جانی مجھے تمہاری جان نہیں چاہیے تم چاہے تمہارا پیار چاہیے۔تمہارا ساتھ چاہیے بالکل ایسا جیسا وکی۔نعمان۔شہزاد اور منور دیتے ہیں اس کی زبانی انکا نام سن کر میں بجھ سا گیا۔اور میری آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔ میں نے کہا۔

یہ سب کون ہیں۔

یہ۔یہ وہی ہیں جن کے ساتھ تمہاری جھڑپ ہوئی تھی اور شاید تم کو یاد ہو گا کہ میں ان کی وجہ سے تم کو ڈانٹا بھی تھا میں نہیں چاہتی ہوں کہ کوئی ہماری دوستی میں کوئی دارڑ ڈالے۔ میں ان کے ساتھ بہت انجوائے کرتی ہوں ایسا انجوائے شاید جو میں تمہارے ساتھ نہ کر پائی ہوں۔اس کی بات سن کر میرا دل چاہا کہ اپنے ساتھ ساتھ اس کو بھی مار ڈالو کہ اس کو میری محبت کی ضرورت نہیں ہے اس کو انجوائے کرانے والا انسان چاہیے لیکن ایسا کیسے کر سکتا تھا۔اور پھر اس دن میں اندر سے ٹوٹ کر رہ گیا جب میں نے اس کو کسی اور لڑکے سے گلے ملتے دیکھا۔دل چاہا کہ ابھی اس کو سر پھوڑ دوں اس کو بھی مار ڈالوں اور خود بھی مر جاؤں کیونکہ صرف وہ اس کے گلے نہ ملی تھی بلکہ اس کے ساتھ باہر بھی نکل گئی تھی اور دو تین گھنٹوں کے بعد اس کے ساتھ واپس آئی تھی میں یہ سب دیکھ کر برداشت کرتا رہا وہ پورا دن میرا خون کھولتا رہا میں اس سے پورا دن ناراض رہا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کو میری ناراضگی سے کوئی سروکار نہیں ہے اس نے ایک بار مجھے دیکھا اور میرا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر چپ رہی۔ کوئی بھی بات نہ کی شاید اس نے سوچا ہو گا کہ میں خود ہی اس سے بات کروں گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ میں خود اس کے پاس گیا اور کہا۔

تم کتنی پتھر دل ہو کہ مجھ سے یہ تک نہیں پوچھا کہ میں تین دن سے تم ناراض کیوں ہوں میری بات سن کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری بولی۔

ہاں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے ناراض تھے لیکن مجھے اچھا نہیں لگتا ہے کہ کوئی مجھ سے بار بار ناراضگی کا اظہار کرے میں یہاں کام کے ساتھ ساتھ انجوائے کرنے آتی ہوں کسی کا بگڑا ہوا موڈ دیکھنے نہیں آتی ہوں اگر تم نے ایسے ہی میرے ساتھ چلنا ہے تو پلیز مت چلیں میرے ساتھ۔

اس کی یہ باتیں مجھے اندر تک کاٹ کر رکھ گئیں لیکن میں خاموش رہا کیونکہ اپنی سوچ کے مطابق اس نے ٹھیک کہا تھا۔

اچھا بابا اب ایسا نہیں کروں گا لیکن انسان کو کبھی کبھی پوچھ تو لینا چاہیے کہ وہ کس بات پر ناراض ہے۔میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جانتی ہوں اور بہت اچھی طرح جانتی ہوں اس کا لہجہ تلخ ہونے لگا تھا مجھے کسی کے ساتھ باہر جاتے ہوئے دیکھ کر تمہارا موڈ بگڑا تھا ناں اور میں تمہارے موڈ کے لیے اس کا دل توڑ دیتی جو میرے لیے اپنے اندر ارمان رکھے ہوئے ہے مجھ سے ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مجھے لگتا ہے کہ مجھ تم سے دوستی نہیں کرنی چاہیے تھی میں نے تو تم سے اس لیے دوستی کی تھی کہ تمہاری خاموشی کو ختم کروں تمہاری زندگی میں وہ نکھار پیدا کروں جو ایک مرد کے دل میں عورت کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ تم اندر سے اتنے تنگ ہو گے۔کہ مجھ جیسی آزاد خیال لڑکی پر پابندیاں لگانا شروع کر دو گے میں یہاں تمہارے اشاروں پر چلنے کے لیے نہیں آئی ہوں اور نہ ہی ایسا کبھی سوچنا۔بس اتنا کہہ کر وہ چلی گئی۔

وہ مجھے سوچوں کے نئے بھنور میں پھانس کر چلی گئی۔اور میں محسوس کرنے لگا تھا کہ جیسے میں نے اس سے پیار کر کے خود کو روگ لگا لیا ہے نہ دن کو چین ملتا تھا اور نہ ہی راتوں کو نیند آتی تھی بس اس کے بارے میں سوچتا رہتا تھا اور ایسا سوچتا رہتا تھا کہ میں گھر والوں کو بھی بھولنے لگا یہ بھی بھولنے لگا کہ میں یہاں کس مقصد کے تحت آیا ہوں میرے گھر والوں نے ہزاروں امیدیں مجھ پر لگائی ہوئی ہیں سب کچھ اس کے پیار میں بھولتا جا رہا تھا۔

آج میں نے پہلے دن شراب کا سہارا لیا تھا کیونکہ یہ بھی اس نے کہا تھا کہ جب میں پریشان ہوتی ہوں تو شراب کا سہارا لے لیتی ہوں اور پھر مجھے کچھ پتہ نہیں ہوتا ہے کہ میں کہاں اور میرے ساتھ کیا کیا بیتا ہے میں اپنے غموں کو بھول جاتی ہوں۔شراب پیتے ہوئے مجھے گھبراہٹ ہوئی تھی لیکن پھر بعد میں سکون ملنے لگا تھا میں مدہوش سا ہو گیا تھا اور کب تک مدہوش رہا تھا یہ میں خود بھی نہیں جانتا تھا ہاں جب ہوش آیا تو بہت لیٹ ہو گیا تھا فیکٹری کا ٹائم بھی نکل گیا تھا وہ سارا دن میں نے گھر میں رہ کر اس کی سوچوں میں گزارا۔اس کی جن باتوں کو میں اپنے لیے پیار سمجھتا رہا تھا وہ باتیں وہ مسکراہٹیں صرف میرے لیے نہ تھیں بلکہ نجانے کئی لڑکوں کے لیے تھیں کیونکہ کئی لڑکوں سے میں لڑا بھی تھا جو اس سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے تھے اور انہوں نے اسے کہہ دیا تھا کہ عمر نے تمہاری وجہ سے ہم سے لڑائی کی ہے انکی باتیں سن کر وہ اکثر میرے ساتھ الجھ جاتی تھی اور کہتی تھی کہ تم کون ہوتے ہو میرے دوستوں سے لڑنے والے۔اس کی یہ بات سن کر میں کانپ کر رہ جاتا کہ اس کے دل میں میرے لیے اگر پیار نہیں ہے میں محض وقت گزاری ہے جو صرف میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ میرے جیسے کئی لڑکوں کے ساتھ ہے لیکن نہیں اس کو مجھ سے دل لگی نہیں ہے بلکہ اس کو مجھ سے پیار ہے اس کے دل میں کہیں نہ کہیں میرے لیے جگہ ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ مجھ سے سارا دن مسکرا کر باتیں کیوں کرتی میرے گھر کیوں آتی میرے ساتھ ہوٹلوں میں کھانا کیوں کھاتی اور مجھے کیوں کہتی عمر تمہارے ساتھ چلنا اٹھنا بیٹھنا مجھے بہت ہی اچھا لگتا ہے جی چاہتا ہے کہ ایسے ہی تمہارے ساتھ

میری عمر بیت جائے بہت سکون ملتا ہے جب تمہارے ساتھ چلتی ہوں بیٹھتی ہوں یا باتیں کرتی ہوں اور زندگی تو انجوائے کا نام ہے میں زندگی کو خوب انجوائے کرنا چاہتی ہوں ہر طرح کا انجوائے۔ اس کے دل میں میرے لیے کچھ ہے تو وہ ایسا کہتی تھی ۔میں ان سوچوں میں گر جاتا لیکن خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اس کو کیسے سمجھاؤں کہ زندگی تو انجوائے کا نام ہے لیکن صرف ایک کے ساتھ انجوائے ہونا چاہیے ہر کسی کے ساتھ چلنا پھرنا باتیں کرنا بہت غلط ہے۔

اے کاش میں اس کو یہ سب سمجھا پاتا اور یہ سب کچھ سمجھ پاتی۔ وہ تو کچھ بھی نہیں سمجھتی تھی اس کے اپنے کی بات ہوتی تھی اگر من چاہتا تھا تو پھر جو بھی اس کو اچھا لگتا تھا چل پڑتی تھی اور اگر من نہ چاہتا تھا تو مجھے بھی لفٹ نہ کرواتی تھی بات تک نہ کرتی تھی ۔کیسی زندگی ہوگئی تھی میری کیا کرنے آیا تھا یہاں اور کیا کرنے لگ پڑا تھا۔ کچھ بھی سمجھ نہ آ رہی تھی میری توجہ کا مرکز میری سوچوں کا محور صرف وہ ہی بن کر رہ گئی تھی لیکن وہ ذرا بھی نہ بدلی تھی اس کی وہی روٹین تھی وہی مسکراہٹ تھی جو ہر کسی کے لیے تھی وہی باتیں تھیں جو ہر کسی کے لیے تھیں اور شاید یہی اس کی زندگی کا مقصد تھا لیکن ادھر میں تھا میری محبت تھی میری چاہت تھی میرا جنون تھا میرا عشق تھا کہ میں جب بھی اس کو کسی اور کے ساتھ کسی ہوٹل میں جاتے ہوئے دیکھتا کسی سے باتیں کرتے ہوئے دیکھتا کسی کے گلے لگتے ہوئے دیکھتا تو جی چاہتا کہ یا اس کو مار ڈالوں یا خود مر جاؤں مجھ سے ذرا بھی یہ برداشت نہ ہوتا میں اس بات پر اس سے ناراض بھی ہو جاتا اور پھر خود ہی مان جاتا۔ وہ اتنا ضرور کہتی کہ تمہارا موڈ آج اکھڑا اکھڑا سا ہے لگتا ہے کہ آج تم مجھے بور کرو گے اور پورا دن وہ میرے سامنے نہ آتی بلکہ وہ دن وہ پل وہ گھڑیاں وہ کسی اور ساتھ گزار دیتی اور اسکی مجھے بہت تکلیف ہوتی میرا دل بجھ جاتا میری آنکھیں رو دیتیں۔

میری زندگی ایک نئے موڑ پر آ چکی تھی نہ کوئی کام کرنے کو جی چاہتا اور نہ ہی کمرے سے باہر نکلنے کو من کرتا میں جانتا تھا جس سے میں پیار کرتا ہوں اسے مجھ سے کوئی پیار نہیں ہے وہ انجوائے کرنا چاہتی ہے اس کا مقصد پیار محبت نہیں ہے بلکہ شغل ہے میرے دل پر کیا بیت رہی ہے اس کو اس بات کی ٹینشن نہ تھی ہاں جب میں فیکٹری جاتا تو وہ اتنا ضرور کہتی کہ میں تمہاری کمی کو محسوس کر رہی ہوں۔ تم مجھ سے دور نہ ہوا کرو۔ اس کی یہ بات سن کر میں ایک گہری سانس بھر کر رہ جاتا دل چاہتا کہ اس سے کہوں کہ ایسے الفاظ اور کس کس کو بولتی ہو کس کس کو کہتی ہو کہ وہ اس کی کمی کو شدت سے محسوس کر رہی ہے وہ اس سے دور نہ ہوا کرے لیکن زبان کو تالا لگا لیتا ۔میری زندگی کا مقصد ختم ہو گیا تھا جو میں نے اس کے بارے میں سوچا تھا سب کچھ ختم ہو گیا تھا میں نے تو سوچا تھا کہ میں اس کو دلہن بنا کر گھر لے جاؤں گا اور امی سے کہوں گا کہ امی مجھے بتائیں دنیا میں اس سے زیادہ کہیں بھی کسی حسین لڑکی کو دیکھا ہے تو وہ میری بات پر لاجواب ہو جاتیں۔ لیکن ۔۔۔ یہ حسن والے بہت بیوفا ہوتے ہیں ان کو پیار کی قدر نہیں ہوتی ہے کسی کے دل کے ٹوٹنے سے ان کے دل پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا ہے۔ دنیا بہت عجیب سی دکھائی دینے لگی وہ میرے سامنے لگتی پھرتی تھی کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے باتیں کرتی تھی اور میں اندر ہی اندر سے جلتا رہتا تھا۔ وہ بات کرنے کی کوشش بھی کرتی تھی لیکن نجانے کیوں مجھے اس کی باتوں میں ملاوٹ دکھائی دینے لگی تھی وہ مسکراتی تھی تو مجھے اس کی مسکراہٹ سے بھی خوف آنے لگتا تھا کیونکہ اس کی مسکراہٹ اس کی باتیں سبھی کے لیے ہوتی تھیں سبھی کو اس نے ایک جیسا مقام دے رکھا تھا کوئی بھی اس کے سامنے اہم نہ تھا اگر کوئی اہم تھا تو سب ہی اہم تھے دل

کو سکون کے لیے میں نے کثرت سے شراب پینی شروع کر دی جس سے یہ ہوا کہ میں اندر ہی اندر سے کھوکھلا ہونے لگا تین مہینوں کے اندر میری یہ حالت ہوگئی کہ مجھے نہیں لگتا تھا کہ میں زندہ بچ سکوں گا۔ میں مجرم تھا اپنے گھر والوں کا اپنی بہنوں کا اپنے چاہنے والوں کا ہاں میں مجرم تھا ناہید کا جو مجھے شدت سے چاہتی تھی جس کے دل کو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ میرے لیے اپنے دل میں کیا جذبات رکھتی تھی میرے بارے میں کیا خواب دیکھتی تھی میں بھلا ان سب کا کیسے سامنا کر سکتا تھا کیا شکل دکھاتا میں اپنی ناہید کو کیا جواب دیتا اس کی محبت کا اور کیا جواب دیتا اپنی بہنوں کو جو میرے انتظار میں ہوں میں خدا سے دعائیں کرتا رہتا کہ میں مجھ سے میری زندگی چھین لے مجھے موت دے دے۔ لیکن شاید میری سانسیں ابھی کچھ باقی تھیں۔ وقت نے دھیرے دھیرے مجھے اتنا لاغر کر دیا کہ میں آفس جانے سے بھی ڈرنے لگتا تھوڑا سا بھی چلتا تو تھک جاتا یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں سوچتا رہتا کوشش کرتا کہ میں خود کو سنبھالوں لیکن کیسے سنبھالتا شراب کی ایسی عادت پڑ گئی تھی کہ نہ پیتا تو زیادہ بیمار ہو جاتا اور جب پیتا تو اندر انتڑیوں میں درد ہونے لگ جاتا۔ اسے میری بیماری سے میری زندگی سے کوئی بھی غرض نہ تھی وہ اسی طرح مسکراتی تھی اسی طرح باتیں کرتی تھی کبھی کسی دوست کے ساتھ ہوٹل میں چلی جاتی تو کبھی کسی دوست کے ساتھ وہ میری زندگی کی دشمن تھی وہ میری محبت کی دشمن تھی۔ لیکن شاید نہیں میں ہی غلط تھا مجھے محبت کرنے سے پہلے ایک بار دیکھ لینا چاہیے تھا کہ کیا اسکے اندر وفا ہے کہ نہیں۔ لیکن بھلا محبت ایسا کب دیکھنے دیتی ہے یہ تو بس ہو جاتی ہے جو مجھے ہوگئی تھی اور اتنی شدت سے ہوگئی تھی کہ مجھے اس کے علاوہ کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا بہت کوشش کرتا تھا کہ میں اس کو اپنی محبت میں جکڑ کر ہر وہ کام کرواؤں جو میری غیرت والا ہو لیکن وہ اپنی دھن کی پکی تھی وہ وہی کچھ کر رہی تھی جو اس کو کرنا چاہیے تھا۔

آج میں نے ڈائری کا سہارا لیا ہے اس لیے کہ تا کہ اگر کوئی میرا اپنا پڑھے تو مجھے معاف کر دے میری زندگی کا کوئی بھی بھروسہ نہیں ہے میں کھانے کی جگہ شراب کا سہارا لیتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ میں اندر ہی اندر کتنا کھوکھلا ہو گیا ہوں کسی بھی وقت موت کا فرشتہ مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔ کبھی کبھی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اپنوں کے چہرے نظر آنے لگ جاتے ہیں تو میری نظریں شرمندگی سے جھک جاتی ہیں میں ان کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے سکتا ہوں اور مجھ میں ان کا سامنا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہے۔ علاج سے بھی کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہے۔

باجی کشور یہی کہانی ہے اب بتائیں کہ میری کہانی اس کہانی سے جڑی ہوئی ہے کہ نہیں جس کی میں پوجا کرتی رہی جس کا میں انتظار کرتی رہی وہ تو کسی اور کی زلفوں کا اسیر ہو گیا تھا اور اس کے لیے اس نے موت کو قبول کر لیا اور پھر میں بھلا اپنے محبوب کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں دیکھ لی ہے تم نے میری حالت مجھ سے بھی چلا نہیں جاتا ہے میرا جسم بھی کھوکھلا ہو چکا ہے اور ہو سکتا ہے کہ میں بھی کچھ دنوں میں اپنے محبوب کے پاس جا لیٹوں میں نے کہہ دیا ہے کہ میری قبر عمر کے ساتھ ہی بنانا تا کہ میرے دل کو سکون رہے تا کہ میں اپنے محبوب کے پاس رہو وہ تو مر چکا ہے میں تو کیا سب نے ہی اس کو معاف کر دیا ہے کتنا پاگل تھا وہ اگر وہ واپس آ جاتا تو ہم سب اس کو سنبھال لیتے ہم سے شرمندگی میں اس نے اپنی جان ہی دے دی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور ڈگمگاتے قدموں سے چلتے ہوئے میرے گھر سے باہر نکل گئی اور میں اس کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی اور آج چند دن بعد ہی وہ بھی دنیا سے چلی گئی وہ بھی موت کے منہ میں جا پہنچی۔ قارئین کرام دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان دونوں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

دوریوں کا صحرا

---تحریر: شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگہ۔ گجرات

محترم بھائی شہزادہ التمش۔
سلام عرض ہے۔ میں پہلی بار آپ کے جواب عرض میں ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ اس کو شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کریں گے اسے میں نے بہت محنت سے لکھا ہے اور اس میں ایک سبق ہے ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے اگر کسی ایک نے بھی اس پر عمل کیا تو میں سمجھ جاؤں گی کہ میری کہانی کے لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔
۔یہ ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس نے اپنے پیار کے لیے اپنی جان دے دی۔ اس کا پیار بے وفا نکلا تھا وہ اس کے لیے دن رات تڑپتی رہتی لیکن اس کا محبوب محض اس سے دل لگی کرتا رہا اس کے جذبات سے کھیلتا رہا۔ اسے پیار کی نہیں جسموں کی ضرورت تھی جو اسے مل رہے تھے پھر اسے کسی سے پیار سے کسی کے جذبات سے کیا لینا دینا تھا۔
جواب عرض کی پالیسی کے مطابق اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا رائٹر نہ ہو گا۔ آخر میں سب کو خلوص بھرا سلام۔

میری تلاش کا جرم ہے یا میری وفا کا قصور
جو دل کے قریب آیا وہی بے وفا نکلا

صدف جو بھی فیصلہ کرنا ذرا سوچ سمجھ کر کرنا کیونکہ جلدی میں کیئے گئے فیصلے اکثر نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں اور تم میری دوست کم اور بہن زیادہ ہو اگر مجھے تمہارا دکھ تمہارا غم نہیں ہو گا تو کسے ہو گا صدف ہر انسان حالات سے تنگ ہے اس جہاں میں کوئی بھی خوش نہیں تو کیا سبھی حالات سے تنگ ہیں اس جہاں میں کوئی بھی خوش نہیں تو کیا سبھی حالات سے تنگ آ کر خود کشی کر لیں گے سویرا صدف کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھی پر صدف نے ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی وہ کہتی جا رہی تھی۔
نہیں سویرا جو میرے حالات ہیں وہ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں میں کیا کروں ایک طرف امی ابو نہیں مان رہے ہیں اور جب ان کو میں نے کسی طرح بنا لیا تو اب سمیر نے انکار کر دیا ہے وہی سمیر جو میرے بنا ایک پل بھی نہیں رہتا تھا جو میرے بنا کھانا پینا تک بھول جاتا تھا جو میرے لیے اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار تھا آج اسی نے کہہ دیا کہ صدف مجھے بھلا دو میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔ ہم کبھی ایک ساتھ ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتے پہلے میرے ماں باپ نہیں مانتے تھے اور جب میں نے اپنی ہر ممکن کوشش کر کے انہیں راضی کر لیا تو پھر اب سمیر کو کیا پرابلم ہے آج اس نے مجھے کیوں ٹھکرا دیا۔ کیوں میرے جذبات احساسات میرے دل کے ساتھ کھیلتا رہا اور جب کوئی لڑکا ایک باشعور پڑھی لکھی اور عقل مند لڑکی کو ٹھکرا دیتا ہے تو زمانے والے طرح طرح کے

سوالات کرتے ہیں کہ شاید اس لڑکی میں کوئی خامی تھی شاید اس کا کردار اچھا نہ ہو اف خدایا مجھ سے ی سب برداشت نہیں ہوتا۔ اور پھر ایسی لڑکی جس کو اس کا محبوب اور معاشرہ ٹھکرا دے تو اس کے پاس موت کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ اور شاید میرا بھی اب جینے کا کوئی مقصد نہیں رہا سو پلیز سویرا مجھے منع مت کرو۔ میں جوان ہوں عقلمند ہوں اپنا اچھا برا خود سمجھتی ہوں سویرا نے غصے اور طنزیہ لہجے میں کہا۔

عقلمند اور باشعور ہوتی تو ایسا قدم اٹھانے کے بارے میں سوچتی بھی نہ اور جو لوگ حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے حالات سے تنگ آ کر خودکشی جیسا حرام اور گھناؤنا کام کرتے ہیں وہ بزدل اور قائر لوگ ہوتے ہیں اور مجھے اپنی دوست پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ بزدل اور قائر نہیں ہے صدف میری دوست میری بہن میری طرف دیکھو بتاؤ کیا ہوا تھا۔

صدف نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اور آنکھوں میں آنسو لیے کہا۔

وفا کے وعدے وہ سارے بھلا گیا چپ چاپ
وہ میرے دل کی دیواریں ہلا گیا چپ چاپ
غم حیات کے تپتے ہوئے بیاباں میں
ہمیں چھوڑ کر وہ تنہا چلا گیا چپ چاپ
نہ جانے کون سا وہ بدنصیب لمحہ تھا
جو غم کی آگ میں مجھ کو جلا گیا چپ چاپ
میں جس کو چھوتی ہوں وہ زخم دیتا ہے
وہ پھول ایسے چمن میں کھلا گیا چپ چاپ
وفا کے وعدے وہ سارے بھلا گیا چپ چاپ

میں پہلے ماموں کے گھر رہتی تھی اور وہ میرا بہت خیال رکھتے تھے کیونکہ ماموں کا صرف ایک ہی بیٹا تھا سمیر ماموں اپنے کام پر چلے جاتے اور سمیر کالج چلا جاتا اور واپس پر کبھی دوستوں کے ساتھ رہتا اور کبھی اپنے کمرے میں بیٹھا رہتا۔ اس لیے میری ممانی اکیلی ہوتی تھیں تو امی نے مجھے کہا تھا کہ صدف بیٹا تم ماموں کے گھر رہا کرو تمہاری ممانی اکیلی ہوتی ہے چلو ان کا دل بھی تمہارے ساتھ لگا رہے گا اکیلا بندہ اولاد سے بھی بڑھ کر سمجھتے تھے ممانی بھی میرے ساتھ ہر بات شئیر کرتی تھی لیکن سمیر اداس پریشان اور گم گم سا رہتا تھا تب میری عمر سترہ سال تھی اور سمیر انیس سال کا تھا ایک دن میں نے سمیر کو کہا۔

تم اداس کیوں رہتے ہو تمہیں کیا مسئلہ ہے تمہارا ایسا رویہ کیوں کیا میں تمہیں اپنے گھر میں آئی ہوئی اچھی نہیں لگتی ابھی میرا یہ کہنا تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے اور وہ ہچکیاں لیتا ہوا باہر نکل گیا میں حیرت زدہ ہو کر اس کا راہ دیکھتی رہی اور بہت اپ سیٹ رہنے لگی کہ سمیر کا ایسا رویہ ایسی طبیعت کیوں۔ لیکن جب تک سمیر نہ بتاتا میں کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پاتی۔ کچھ دن بعد میں اچانک سمیر کے کمرے میں گئی تو اس کے بیڈ پر اس کی ڈائری پڑی ہوئی تھی میں اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی اچانک اس میں سے ایک کاغذ کا ٹکڑا گرا میں نے جلدی سے اٹھایا اور اسے کھولا تو اس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

کسی اجنبی انجان کے نام۔

یوں میری جان نظریں نہ چرایا کرو تم
جو پاس آؤں میں نہ دور جایا کرو تم
بجھ سا جاتا ہے یہ دل جو نہ دیکھوں تم کو
ایسے نہیں تو خواب میں مل جایا کرو تم

صدف میں تم سے اقرار محبت کرنے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ برا مان کر ہمارے گھر سے چلی نہ جاؤ اور پھر میں روز تمہیں دیکھ بھی نہ پاؤں۔ اور صدف تم میری زندگی ہو میرا اقرار ہو میرا پہلا اور آخری پیار ہو میں کافی دنوں سے آپ سے اظہار محبت کرنا چاہتا تھا مگر نہیں کر پا رہا تھا کیونکہ مجھے تمہیں کھونے کا ڈر سا رہتا ہے اور میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ میں خود کو تڑپ تڑپ کر دن رات کاٹ لوں گا مگر تمہاری جدائی کے صدمے برداشت نہیں کر پاؤں گا صدف مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے آئی لو یو صدف دیکھو انکار مت کرنا۔ فقط۔ تمہارا سمیر۔

خط پڑھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی میں گھٹاؤں میں جھوم رہی تھی ساتھ ساتھ یہ گانا گا رہی تھی ایسا لگتا ہے میں ہواؤں میں آج اتنی خوشی ملی ہے خدا کا شکر تھا کہ مجھے بھی کوئی چاہنے والا کوئی سچا پیار کرنے والا مل گیا میں اس خط کو لے کر کبھی ادھر پھرتی تو کبھی ادھر جاتی۔ کہ اچانک سمر گھر آیا اور اپنے کمرے میں گیا میں چھپ کر اسے دیکھنے لگی اس نے ڈائری اٹھائی اور اس کو الٹ پلٹ کرنے لگا شاید وہ لیٹر ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے اور اسے ڈر تھا کہ اگر وہ لیٹر میرے ہاتھ لگ گیا تو کچھ گڑبڑ نہ ہو جائے یا میں اس سے روٹھ نہ جاؤں۔ لیکن اسے کیا خبر تھی کہ جتنی میں خوش ہوں اتنا کوئی بھی نہیں مجھ سے سمیر کی بے تابی بے چینی دیکھی نہیں جا رہی تھی میں اچانک اس کے کمرے میں آئی اور اس سے کہا۔

آپ وہ لیٹر ڈھونڈ رہے ہیں جو ڈائر میں پڑا تھا وہ میں نے پڑھ لیا ہے۔ سمیر نے مڑ کر حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھا اور کہا۔

میرا لیٹر تمہارے پاس کیسے۔

وہ کیا ہے کہ سمیر جی میں آپ کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی اور بیڈ پر آپ کی ڈائری پڑی ہوئی تھی میں نے اٹھائی تو اس میں سے یہ خط نیچے گر گیا میں نے اٹھا کر پڑھا تو سب کچھ میرے نام لکھا ہوا تھا۔ مجھے تمہارے دل کو حال جان کر دکھ نہیں ہوا ہے بلکہ خوشی ہوئی ہے۔

کیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹوں کے پول کھل اٹھے آج اس نے اپنے منہ سے بولنے میں بھی شرم محسوس نہیں کی تھی صدف آئی لو یو۔

اس کی خوشی کی انتہا دیکھ کر میں نے لیٹر اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا میں ہمیشہ تمہاری ہی رہوں گی وقت جیسا بھی ہو ہم ایک دوسرے کا سہارا بنیں گے اتنے میں ماموں آ گئے اور میں سمیر کے کمرے سے نکل کر باہر آ گئی۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا ہماری محبت پروان چڑھتی رہی ہم ہر روز صبح اٹھ کر پہلے ایک دوسرے کو دیکھتے پھر ناشتہ کرتے ایک دن سمیر نے کہا

صدف آؤ میں تمہیں آؤٹنگ پر لے چلتا ہوں

کہاں جانا ہے۔

کہیں بھی اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا دی اور اس کے ساتھ بائیک پر بیٹھ گئی۔ راستے میں اس نے آئس کریم لی اور ہم بیٹھ کر کھانے لگے وہ بار بار مجھے دیکھ رہا تھا۔

صدف جب کوئی ہمسفر ساتھ ہو تو موسم کتنا سہانا اور بھلا بھلا لگتا ہے انسان کی ساری آرزوئیں سارے خواب اور ساری خواہشات ختم ہو جاتی ہیں انسان کے جینے کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے جب کوئی بچھڑتا ہے لیکن جسے انسان پا لیتا ہے اس کے علاوہ کسی چیز کی کوئی تمنا نہیں رہتی ہے صدف میں آج بہت خوش ہوں۔ اتنا خوش کہ کائنات کے سارے رنگ مجھے بے معنی سے لگنے لگے ہیں دنیا جہاں کی تمام خوشیوں سے مجھے کوئی واسطہ نہیں رہا اگر مجھے کچھ عزیز ہے تو وہ تم ہو یا تمہاری خوشیاں۔ اس کی ایسی باتیں سن کر میں خود بھی ہواؤں میں اڑنے لگی۔ اور پھر شام کو ہم لوگ واپس گھر آ گئے۔ ہم کافی تھک چکے تھے اور کھانا کھاتے ہی سو گئے ہماری محبت میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ اور وہ ایک مضبوط چٹان

کی شکل اختیار کرگئی۔ایک دن میں نے سمیر سے کہا۔

سمیر میں کچھ دنوں کے اپنے گھر جارہی ہوں میرے جانے کے بعدتم اپنے ماں باپ کو میرے گھر میں میرے رشتے کے لیے ضرور بھیجنا۔میری بات سن کروہ رونے لگا۔

صدف مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤتم جانتی ہو کہ مجھے عادت ہوگئی ہے تمہیں صبح اٹھ کر دیکھنے کی تمہارے جانے کے بعد میں کس کو دیکھوں گا۔

ارے پاگل کچھ دنوں کی بات ہے پھر تو میں ہمیشہ کے لیے آپ کے پاس آجاؤں گی۔

نہیں تم مجھے چھوڑ کرنہیں جاؤ۔

یار پاگل نہیں بنتے۔ میں نے کہاناں کہ میں ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس آجاؤں گی۔

ٹھیک ہے چلی جاؤ مجھے غموں میں اکیلا چھوڑ کر اچھابا تیں نہ بناؤ مجھے جانے کی اجازت دو۔

او کے جاؤ لیکن جلد آجانا۔

ٹھیک ہے میں نے کہا اور پھر اسی دن میں وہاں سے چل دی اوراپنے گھر آگئی۔ لیکن گھر میں میرا دل نہیں لگ رہا تھا سمیر کی یادیں ہر وقت مجھے ستارہی تھیں اس کا چہرہ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہورہا تھا وہ میری روح میں بس چکا تھا۔ میرا چین تھا میرا قرار تھا شام کو شام کو میں نے ممی کے نمبر سے کال کی تو سمیر بہت رورہا تھا بس ایک ہی بات بار بار کہہ رہا تھا کہ صدف آبھی جاؤناں۔ آبھی جاؤناں۔اس کی باتیں سن کر میرے آنسو نکل آئے اس دن مجھے احساس ہوا کہ جدائی کتنی کٹھن اور مشکل ہوتی ہے اس لیے تو کہتے ہیں کہ جدائی ماردیتی ہے سمیر نے کہا کہ میں نے امی ابو سے رشتے کی بات کی ہے وہ مان گئے ہیں کہہ رہے تھے کہ وہ اگلے ہفتے ہم صدف کا ہاتھ مانگنے جائیں گے تب میں بہت ہی خوش ہوئی ۔جب تک وہ لوگ نہ آئے میں

ہواؤں میں اڑتی رہی جب وہ آئے تو ہم نے ان کی خوب خاطر کی رات کو ماموں نے جب میرے رشتے کی بات کی تو امی ابو نے کہا کہ ہم سوچ کر بتائیں گے ہمیں ایک ماہ کا وقت دیں ماموں نے کہا۔

ٹھیک ہے آپ اچھی طرح سوچ لیں۔

اور پھر دوسرے دن وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد میں نے امی کو کہا۔

میں ماموں لوگوں کے گھر جانا چاہتی ہوں تو امی نے کہا۔

بٹی اب تمہارے رشتے کی بات چل رہی ہے جب تک بات فائنل نہیں ہوجاتی تم کہیں نہیں جاسکتی۔ میں خاموش ہوگئی۔ بات ان کی بھی ٹھیک تھی اوراپنے پیار میں میں بھی مجبور تھی میں نے رنگ رنگ کی باتیں کرکے ان کو مائل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکی سو مجھے رکنا پڑا۔سمیر سے میں مل نہ سکی۔جدائی مقدر میں لکھ دی گئی۔

تیرا ملنا اتفاق تھا تیرا بچھڑنا نصیب تھا
تو اتنا دور ہوگیا جتنا میرے قریب تھا

ایک دن میں نے سمیر کو فون کیا اور کہا۔

سمیر ابو آج شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں تم آجاؤ مجھے ملنے کے لیے۔ بلکہ مجھے لے جاؤ۔کہیں دور چلتے ہیں گھومنے پھرنے کے لیے۔وہ بولا۔

ٹھیک ہے میں آدھے گھنٹے تک آتا ہوں۔

اتنا کہہ کراس نے فون بند کردیا میں اس کے آنے کا انتظار کرتی رہی دن سے شام ہوگئی لیکن وہ نہ آیا۔ میں نے کال تو نمبر بند جارہا تھا۔ مجھے رہ رہ کراس پر غصہ آرہا تھا کہ اگر اس نے نہیں آنا تھا تو مجھے کہا کیوں اور پھر اوپر سے نمبر بھی بند کررکھا ہے میری جان پر بنی ہوئی تھی لیکن اسے میری کوئی بھی پرواہ نہ تھی اگلے دن اس نے کال کی اور کہنے لگا سوری صدف وہ میں آپ کے پاس آرہا تھا کہ

راستے میں کچھ دوست مل گئے وہ مجھے ساتھ لے گئے اور موبائل کی بیٹری بھی لو تھی سوری۔ میں اس کی باتیں سن کر چپ ہوکر رہ گئی۔ایک ماہ ہوگیا اور سمیر کے والدین پھر آئے تا کہ میرے امی ابو سے بات کرسکیں ان سے کوئی جواب لے سکیں جب انہوں نے میرے رشتے کی بات کی تو ابو کا غصہ ہائی ہوگیا۔اور چیختے ہوئے بولے۔

دفع ہوجاؤ ہمارے گھر سے تم لوگ ہمارے قابل نہیں ہو۔

لیکن بات کیا ہے ہمیں بھی تو پتہ چلے۔آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔انہوں نے پوچھا۔

ابو بولے۔ میں ے ایک ماہ کا ٹائم اس لیے لیا تھا کہ تمہارے بیٹے کے لچھن دیکھ سکوں اور وہ مجھے پتہ چل گیا ہے ہماری بیٹی تمہارے قابل نہیں ہے تمہارا بیٹا اتنا گرا ہوا اور گھٹیا ہوگا یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اچانک سمیر کی امی بولی۔

دیکھئے بھائی صاحب۔ آپ ہمیں بہت کچھ کہہ چکے ہیں لیکن ہمیں ہمارا قصور نہیں بتارہے۔ بتائیں کیا دیکھا ہے آپ نے ہمارے بیٹے میں۔

ابو نے مجھے آواز دی اور کہا کہ میں بھی ان کے پاس آجاؤں میں بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔تب ابو نے کہا۔

دس دن پہلے تمہارا بیٹا کچھ لوگوں کے ساتھ لڑکیوں کے ساتھ رنگ رلیاں منارہا تھا ان کی بانہوں میں جھول رہا تھا نشے میں اتنا لت تھا کہ سنبھلنا مشکل تھا میں اپنی ڈیوٹی سے واپس آرہا تھا تو وہ نشے میں اپنے دستوں کے ساتھ مستی کررہا تھا اچانک میری نظر اس پر پڑی اور وہ ایک اڈے سے نکل رہے تھے اب اور کیا بچا ہے سنانے کو بس ہم لوگ تم سے رشتہ نہیں جوڑ سکتے۔ میں واپس کمرے میں آگئی اور ابو کی تمام کہی ہوئی باتیں سوچ سوچ کر پاگل سی ہونے لگی کہ میرا سمیر ایسا کیسے کرسکتا ہے وہ مجھے کیسے

دھوکہ دے سکتا ہے وہ تو میرے بنا سانس بھی نہیں لیتا لیکن پھر اچانک یاد آیا کہ ابو کی تمام باتیں ٹھیک ہیں کیونکہ جس دن میں نے سمیر کو کال کرکے بلایا تھا وہ نہیں آیا تھا اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ پارٹی میں چلا گیا تھا ہوسکتا ہے کہ وہ پارٹی نہ ہو۔ بلکہ وہ کچھ ہو جو ابو کہہ رہے ہوں۔

بھول جاؤں تو جی نہیں سکتی شازی
یاد وہ آئیں تو دم نکلتا ہے

میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں کیا نہ کروں اس دن میرے گھر والوں نے بھی مجھے خوب ڈانٹا کہ تم ایسے شخص سے شادی کرنا چاہتی تھی جو اپنی عزت کا محافظ تو تمہاری حفاظت کیسے کرے گا۔ان کی باتیں سن کر میں چپ ہوکر رہ گئی۔لیکن سمیر کو دل سے نہیں بھلا پارہی تھی ایک دن میں نے اس کا نمبر ملایا تو وہ مسلسل بزی جارہا تھا کافی دیر کے بعد اس نے کال اٹینڈ کی تو کہنے لگا۔

وہ میرے دوست کی کال تھی۔

مجھے تم سے ملنا ہے۔میں نے فوری کہا۔میں کل شام ہوٹل میں تمہارا ویٹ کروں گی ۔کیا تم آؤ گے۔

ہاں میں آؤں گا۔

میں نے فون بند کردیا لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ میری اپنی عزت کو خطرہ ہے سمیر انسان نما درندہ بن چکا ہے۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی وہ میرا انتظار کررہا تھا وہ مجھے لے کر ایک کمرے میں چلا گیا وہاں اس کے تین دوست بھی تھے میں جونہی اندر کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے دروازے کی کنڈی لگادی۔ میں کانپ کر رہ گئی اور خدا سے دعائیں مانگنے لگی کہ یااللہ میری عزت کو ان درندوں کے ہاتھوں محفوظ رکھنا دوبارہ ایسی غلطی میں کبھی نہیں کروں گی۔اور شاید خدا نے میری سن لی

تھی کہ مجھے سمیر کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا۔

دوستو اس کو کچھ مت کہنا کیونکہ یہ میری کزن ہے اور پھر مجھ سے بولا میں تم پر احسان کر رہا ہوں تم کو چھوڑ رہا ہوں لیکن میں تم سے پیار نہیں کرتا بس ہنسی مذاق کیا ہے دل لگی کی ہے اب جاؤ لیکن اب تم نہ تو معاشرے میں چل سکو گی۔ اور نہ ہی میرے دوستوں کے سامنے نظریں اٹھا سکو گی۔ کیونکہ معاشرے کی نظروں میں تمہاری عزت کھوئی جا چکی ہے۔ جاؤ چلی جاؤ یہاں سے۔

میں بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی اپنے گھر آ گئی اور اپنے کمرے میں لیٹ گئی۔ میں اپنی نظروں میں خود ہی گر چکی تھی گو کہ خدا نے میری عزت کو محفوظ رکھا تھا لیکن معاشرے کو منہ دکھانے کے میں قابل نہ رہی تھی اور پھر میں نے تم کو فون کیا اور تم کو تمام حقیقت بتائی تو تم آ گئی۔ اور اب تم جانتی ہو کہ میرے دل پر کیا بیت رہی ہے جینا نہیں چاہتی ہوں میں۔ سویرا میں اب آخری وقت ہے زندگی کے کسی موڑ پر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو مجھے معاف کر دینا میں اپنے آپ کو ختم کر رہی ہوں۔

نہیں صدف نہیں میں تم کو ایسا نہیں کرنے دوں تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گی۔ جانتی ہو لوگ تمہارے بارے میں کیا کہیں گے یہی کہیں گے کہ تم بری تھی اور تم میں زمانے کی نظروں کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی اس لیے موت کو گلے لگا لیا ہے۔ نہیں میں تم کو ایسا نہیں کرنے دوں گی۔

سویرا میں جانتی ہوں کہ میں پاک ہوں میری عزت پر کوئی دھبہ نہیں ہے لیکن میں ایسے بھی تو لوگوں کی نظروں کا سامنا نہیں کر سکتی لوگ میری پاک عزت پر کیچڑ اچھالیں گے۔ میں جینا نہیں چاہتی ہوں سویرا میں جینا نہیں چاہتی ہوں۔ مجھے بس مرنا ہے۔ ہاں مجھے مرنا ہے اتنا کہتے ہوئے صدف نے گولیوں کی ایک ڈبی نکالی اور فوری طور پر اپنے منہ میں انڈیل دی۔ میں نے پوری کوشش کی اس کے ہاتھوں سے وہ شیشی لینے کی لیکن شاید اس پر موت کا فرشتہ سوار تھا کہ اس نے وہ مجھے نہ دی بلکہ ایک لمحہ سے قبل نگل لی۔ میں نے زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا صدف کے ممی پاپا کمرے میں آ گئے۔ وہ کمرے میں بے حرکت پڑی ہوئی تھی میں نے ان کو تمام تفصیل بتائی کہ اس نے یہ کچھ کیا ہے اور اس وجہ سے کیا ہے میری باتیں سن کر وہ رونے لگے۔ اور یہی کہتے رہے ہماری پھولوں جیسی بیٹی کا کیا قصور تھا اتنے میں صدف کا جسم بے جان اور ٹھنڈا پڑ گیا تھا وہ اس دنیا کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا چکی تھی۔ میری آنکھیں بھی بہنے لگیں میں بھی اس کی موت پر زار و قطار روئے جا رہی تھی وہ بہت ہی اچھی تھی محبت کرنے والی تھی اپنی محبت کو پانے کے لیے اس نے اپنے محبوب کو سدھارنے کی کوشش کی لیکن بدلے میں اس کو موت ملی اسے کسی نے نہیں مارا وہ اپنے ہاتھوں خود ہی مر گئی۔۔

اب صدف کے گھر میں اس کے ماں باپ کے پاس اس کی یادوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کسی کی عزت خراب کر کے کسی کی دنیا اجاڑ کر ہمیں کیا ملتا ہے ہم چند لمحوں کے لیے تو خوش ہوتے ہیں لیکن ان چند لمحوں میں کسی کا سب کچھ لٹ جائے کسی کی جان چلی جائے تو ان چند لمحے کی خوشیوں کا کیا فائدہ۔ سمیر کو یہ سب کچھ کر کے اور اپنی ہی کزن اپنے ہی پیار سے ایسا کر کے وقتی خوشی تو ملی ہو گی لیکن اس نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ صدف کی جان بھی جا سکتی ہے وہ بے موت مر سکتی ہے۔ بے قصور مر سکتی ہے کاش وہ ایسا سوچ لیتا تو شاید صدف کسی قبر میں نہ اتری ہوتی وہ بھی زندہ رہ کر خوشیوں میں کہیں کھوئی ہوتی۔ واقعی صدف کے ابو نے سچ ہی

کہا تھا کہ وہ محبت کرنا نہیں جانتا عزتوں سے کھیلنا جانتا ہے اور یہ اس کا پیار ہے یہی اس کی زندگی ہے۔ اے کاش ایسا کچھ بھی نہ ہوا ہوتا اے کاش۔ میری اس کہانی سے کسی بھی بہن بیٹی۔ یا ماں کو کچھ سبق حاصل ہو تو میں یہ سمجھوں گی کہ میرے چند لفظ لکھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اس غزل کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

چاند کی بانہوں میں
حسین تاروں کی چھاؤں میں
سنو
اس چاندنی شب کو
گواہ اپنا بنا کے تم
بس ایک وعدہ کرو مجھ سے
کہ
مجھ سے منہ نہ موڑو گے
کبھی ناطہ نہ توڑو گے
مجھے کبھی تنہا نہ چھوڑو گے
سنو
وعدہ کرو مجھ سے
کہ
بس مجھ کو ہی چاہو گے
میرے سپنے سجاؤ گے
کبھی دل نہ دکھاؤ گے

شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگہ۔

غزل

پہچان

ایک دن فون پر اس نے یہ مجھ سے کہا تھا
اس راستے سے ہوتا ہے اور گزر تمہارا
کسی دن دو قدم بڑھا کر میرے گھر آ جاؤ
تمہیں دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہو گی
تم میرے گھر آ کر مجھ سے پیار بھری باتیں کرنا
اگلے دن جب میں اس کے گھر گیا تھا
اس کو اپنا منتظر پایا
اسے دیکھ کر مجھے ایک جھٹکا سا لگا تھا
ستر سالہ بڑھیا تھی وہ جس نے مجھے بلایا تھا

علی بخش ابڑو۔ ڈیرہ اللہ یار

خواہشوں کے ریلے میں

---تحریر۔ حورین حسن۔ جھنگ صدر۔

شہزادہ بھیاء آج پہلی بار آپ کی محفل میں شامل ہورہی ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے جو کہانی پیش کررہی ہوں یہ ایک لڑکی کی کہانی ہے جو گھر سے بھاگ جاتی ہے اور فلموں میں کام کرنے لگ جاتی ہے وہ انتہا کی خوبصورت تھی اور یہی وجہ تھی کہ ایک منٹ سے قبل ہی اس کو فلموں میں کام کرنے کے لیے کہہ دیا گیا۔ اور پھر اس نے فلمی دنیا میں اپنا ایسا نام بنایا کہ ہر طرف اس کا نام لیا جانے لگا ہر کوئی اس کو دیکھنے کی تمنا کرنے لگا لیکن قسمت نے اس کے ساتھ ایک ایسا کھیل کھیلا کہ وہ اندر سے ٹوٹ کر رہ گئی اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کے ایسا کچھ بھی ہوسکتا ہے جو اس کی ہنستی مسکراتی زندگی کو یوں عذاب بنادے گا۔ اس کے ساتھ کیا کچھ ہوا آئیں اس کہانی میں پڑھیں اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کے دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ یا رائٹر نہ ہوگا۔ اس تحریر میں لڑکیوں کے لیے ایک سبق بھی ہے اگر میری بہنیں گھر سے بھاگنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہوسکتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ کبھی بھی ایسا قدم نہیں اٹھائیں گی۔ باقی سب کو میری طرف سے سلام۔ حورین حسن۔ جھنگ صدر۔

اس کے سامنے وسیع ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور پیچھے وسیع صحرا ان دونوں میں سے اسے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ ہر جانب موت ہی موت تھی جیسے زندگی کا وجود ہی نہ ہو جسے باقی رہنے والی ادھوری ذات ہمیشہ تکلیفوں اور واہموں میں ہی گزرنی ہو اب تو اسے مسکراتے ہوئے بھی خوف آتا کہ کہیں وہ عذاب الٰہی کی مرتکب نہ ٹھہرائی جائے کہیں اس کے عذاب میں مزید اضافہ نہ ہو جائے کہیں وہ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے جہنم اس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گونٹ لے گا اور رگلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی اور اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے ایک گاڑھا عذاب اس کے پیچھے ایک گاڑھا عذاب

اسے رونا آرہا تھا اور چیخ چیخ کر اپنی بربادی کا جشن منانا چاہتی تھی مگر آواز اس کے حلق مین ہی کہیں کھو گئی اور اس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا اب وہ حالات کے رحم وکرم پر تھی سمندر کی تیز شوریدہ موجیں اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کو کھینچ رہی تھیں جیسے جلد از جلد اسے خود میں جذب کرنا چاہتی ہوں پیچھے تپتا صحرا آگے شورید تیز لہریں موت نے جیسے اس کو چن لیا ہو وہ آنکھیں بند کیے خوف ووحشت سے بے حال اس گھڑی صرف موت کی منتظر تھی کہ آگے چلنا بھی دشوار تھا اور لوٹنا بھی بے کار مگر اس لمحے اس نے محسوس کیا کہ کافی لمحے بیت چکے ہیں مگر وہ جسے آنا تھا وہ ابھی تک نہیں آئی تھی وہ کیا تھی اک لمحہ کو اس نے سوچا مگر اگلے لمحے اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں موت۔۔۔ وہ موت کی منتظر تھی۔

گھر سے قدم نکالتے ہوئے اسے ہلکا سا خوف ضرور تھا مگر وہ خوف اتنا گہرا ہرگز نہیں تھا جس کی خاطر وہ اپنا ارادہ بدل دے اسے ہر قیمت پر یہاں سے نکلنا تھا کیونکہ یہاں اس کے لیے کچھ نہیں تھا کچھ بھی تو نہیں۔ اندھیری سیاہ رات میں وہ گھر سے نکلی تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹے سنہری بیگ کے جو اس کی ملکیت تھا اور جس میں وہ اپنے کڑے اور نقلی زیورات کا ڈبہ رکھتی وہی بیگ اب اس کے تمام نئے کپڑوں اور آمنہ کی سونے کی بالیوں اور کنگن کو اپنی وسعتوں میں چھپائے اس کے ساتھ تھا۔ وہ جارہی تھی یہاں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے دل میں آنے والی زندگی کے متعلق ہزار اندیشے وخوف تو ضرور تھا مگر اس کے دل میں واپسی کا خیال ایک دفعہ بھی نہیں آیا وہی گھر جہاں وہ پلی بڑھی اور اپنی زندگی کے بائیس قیمتی سال گزارے آج وہ اسی گھر سے جارہی تھی آخر اس کے دل میں پیچھے مڑنے کا خیال کیوں نہیں آیا اس لمحہ کو جاننے کے لیے اس کی پچھلی گزاری زندگی کا ایک ایک لمحہ صفحہ پلٹنے لگے۔ وہ سب حالات وواقعات کسی فلم کی طرح چلنے لگے تھے وہ سات بہنوں اور دو بھائیوں میں چوتھے نمبر پر تھی باپ ایک سرکاری اسکول میں مدرس کے فرائض انجام دے رہا تھا مگر گھر کا زیادہ خرچ ان زمینوں کی آمدنی سے چلتا تھا جو گاؤں میں بابا کی ملکیت تھیں۔ گھر میں وہی سو سال پرانے ریت رواج چل رہے تھے بڑی بڑی دیواریں ان میں سانسیں لیتی وہ سات لڑکیاں جن پر بیرونی دنیا کے دروازے بند کردیئے گئے ان کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع تھا ان کا ہنسنا کھیلنا حتیٰ کہ ذرا سی اونچی آواز سے بولنا گناہ تھا ان کے گھر میں ٹیلی ویژن یا ریڈیو نہیں تھا کہ ابا جان کے بقول کنجروں کا نہیں شریفوں کا گھر ہے وہ جدید فیشن کا لباس پہن نہیں سکتی تھیں کہ ابا ماں کو غصہ نہ آجائے وہ ہمیشہ سر جھکائے گھر کے کام کرتیں پوچا مارتیں اور برتن دھوتیں مگر یہ کام تھے کہ کبھی ختم ہونے کا نام نہ لیتے تھے اور بڑھتے ہی جاتے تھے مگر اماں کبھی بھی ہم سے خوش نہ ہوئی ابا نے ہمیں ایک قریبی سرکاری سکول میں داخلہ دلوایا جو ہمارا واحد آزادی کا سہارا تھا۔ جہاں ہم جاسکتے تھے اور اس کے لیے ہمیں اس چاردیواری سے نکلنا پڑتا کہ جو ہمیشہ کے لیے ہم پر تان دی گئی تھیں اور جہاں سے نکلنے کا کوئی بھی راستہ کوئی بھی سہارا نہ تھا۔ مگر پھر اس اسکول اور وہاں کی پڑھائی نے کام دیکھایا اور ہم میں شعور زندگی نے پنکھ پھیلائے۔ میں شروع سے الگ تھلگ اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنائے رکھتی تھی اور اب جب میں شعور کی منزلیں طے کررہی تھی تو جیسے مجھ میں ایک نئی جستجو ایک نیا جنون طاری ہوگیا کہ ہر قیمت پر ہر حالت میں کچھ کرنا ہے کچھ ایسا جو پہلے کبھی نہیں ہوا اور مجھے پھر غلط لگنے لگا وہی سب جو پہلے غلط ہوتے ہوئے بھی غلط نہیں تھا۔ مجھے رقیہ بانو کو اپنا نام بھی پرانا کسی بوسیدہ چادر کا پھٹا ٹکڑا لگنے لگا اور مجھے اپنے کھلے کھلے پھیکے لباس سے بھی وحشت ہونے لگی مجھے اب بات بات پر غصہ آنے لگا اب میں اسکول کی سادہ زندگی سے گزر کر کالج کی رنگ برنگی قدرے من پسند زندگی میں داخل ہوگئی۔ میری سہیلیوں میں بھی ایسیوں کی تعداد زیادہ تھی کہ جن پر وہ سب پابندیاں نہ تھیں جو کہ مجھ پر تھیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو یوں لگتا تھا کہ ہمارا گھرانہ سو سال پیچھے چلا گیا ہے جب لڑکیوں کا آنکھ اوپر اٹھانا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا اور جب انہیں وراثت تعلیم سے تو محروم رکھا ہی جاتا مگر ساتھ ہی ان کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ان کی شادی بھی بے جوڑ بندھن میں بند دی جاتی کبھی ان زمینوں جائیدادوں کی وجہ سے کسی بوڑھے سے کردی جاتی تو کبھی کسی بچے سے اور اگر جوڑ کا ہم عمر ہوتا تو وہ زیادہ تر آوارہ اور کام چور نکلتا جسے صرف اپنی جوانی اور چوڑے سینے پر ناز ہوتا۔ اور اس معصوم لڑکی سے شادی کرکے گویا اس نے اس پر بہت بڑا احسان کیا ہو۔ مگر اب وہ بڑی ہوگئی تھی اسے اس ماحول سے یہاں کے ریت رواج سے نکلنا تھا وہ جانتی تھی کہ جس طرح بڑی آپی ثریا کی اس سے دوگنا بڑی عمر کے چچا کے بیٹے سے شادی ہوگئی اور اب وہ اس ان پڑھ زمیندار کے ساتھ نہایت ذلت اور بے بسی کی زندگی گزار رہی ہے کل ہاں کل وہ رقیہ بانو بھی اس بے بسی کے مقام پر آسکتی ہے اسے پہلے پہلے ابا پر حیرت ہوتی کہ وہ خود پڑھا لکھا سمجھدار انسان ہے پھر وہ کیوں ایسے فیصلے کرتا ہے جو ایک عام ان پڑھ کو ہی سوٹ کرتے ہیں مگر پھر آہستہ آہستہ اسے سب معلوم ہوتا گیا۔ اسے یہ بھی پتہ چل گیا کہ یہ ریت رواج صدیوں سے یہاں لوگوں کے سینوں میں پیوست ہے انہی میں وہ جیتے اور مرتے ہیں اور انہی سے ان کے سانسوں کی ڈوری بندھی ہے۔ وہ اگر چاہیں تو بھی ان سے نکل نہیں سکتے۔ اور اس کے ابا بھی ان میں ہی شامل تھے اور اس کے بھائی بھی اسی ڈگر پر چل نکلے تھے۔

رات کی سیاہی میں وہ گھر سے نکل تو گئی مگر اب اس کے پاس کوئی راستہ نہ تھا کوئی منزل نہ تھی نمرہ احمد جو اس کی بہترین دوست رہی تھی اور جس کے ساتھ اس نے ساتویں سے بارھویں جماعت تک پڑھا تھا اور جواب اپنے والد کی کراچی ٹرانسفر کے بعد وہاں چلی گئی تھی مگر ان کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ ہمیشہ برقرار تھا نمرہ جب یہاں چھٹیوں میں اپنے رشتوں داروں کے گھر آتی تو یہاں اس کے گھر کا چکر ضرور لگاتی۔ اس کی تو جیسے عید ہوجاتی جب وہ اپنے منگیتر کی پیار بھری باتیں سناتی اور کراچی کی روشنیوں کا ذکر کرتی تو اس کا دل بھی چاہتا کہ اڑ کر وہاں چلی جائے پھر وہ نمرہ اس کی بہن اس کی امی کے وہ تمام سوٹ خوشی خوشی سی دیتی جو نمرہ ہر نئے موسم میں جمع کرکے اس کے پاس لے آتی اور اس کی خوب تعریفیں کرتی جن میں زیادہ تر ذکر کراچی اور وہاں پر اس کی دوستوں کا ہوتا جنہیں خوشاب کی اس کی سادہ سی لڑکی کے سلے کپڑوں کے نئے ڈیزائنوں نے اپنا گرویدہ کردیا تھا اب تو نمرہ اپنے ساتھ ساتھ اپنی ان فرینڈز کے بھی اس سے کپڑے سلانے لگی اور وہ سادہ لوح اس کی تعریفوں سے ہی خوش چپ چاپ اس کی مرضی کے مطابق دن رات ایک کرکے اسے نیا سے نیا سوٹ بنا کردے دیتی اب وہ اسی نمرہ کے پاس جارہی تھی اسے امید تھی کہ وہ اسے اپنے گھر میں ضرور جگہ دے گی جہاں وہ بھی اپنی زندگی ایک نئے سرے سے شروع کرے گی جہاں صرف اس کی مرضی اور اس کی خواہش کا دخل ہوگا جہاں رنگ ہوں گے روشنیاں اور خوشیاں ہوں گی وہ محنت کرنے کی عادی تھی اسے سب سے خوف محسوس ہوتا تھا کہ اماں دن رات انہیں کھونسوں کے بیل کی طرح گھر کے کاموں سے لگائے رکھتی تھیں اب اسے کام کرنے محنت کرنے کی عادت ہوگئی تھی۔ پھر اس نے گریجویشن بھی مناسب نمبروں سے پاس کررکھا تھا پھر اس کے سامنے اس کی پوری زندگی تھی جس کا تمام تر انحصار اسی پر تھا۔ اسے آنے والی زندگی کا خوب اندازہ تھا اس نے سب کچھ بہت گہرائی سے بار بار سوچا مگر اس نے ایک بات اب تک نہیں سوچی تھی وہ اسے سوچ بھی کیسے سکتی تھی اس کی پیاری عزیز ترین دوست نمرہ اسے یوں صلہ دے گی وہی صلہ جس کی وہ آس لگائے ہوئے یہاں آئی تھی وہی صلہ جو اس کی دوستی کا حاصل تھا وہی جو اس نے پچھلے آٹھ نو سالوں سے وہ اس کو دے رہی تھی اسے یاد تھا کہ کس طرح وہ اسکے کپڑے سلائی کرتی تھی جبکہ اسے گھر کے کام بھی کرنے پڑتے تھے کالج بھی

جانا ہوتا تھا اور کبھی وہ بیمار بھی ہوتی تھی یا بخار تب بھی اسے نمرہ کے مقرر کردہ دنوں میں اسے بنا کسی صلہ کے ڈھیروں ڈھیر سوٹ سلائی کر کے دینے پڑتے اور تو اور وہ اس کے لیے کتنی مشکل سے ایک ایک پیسہ جمع کرتی کہ جب نمرہ آئے تو وہ اس کے شایان شانِ دعوت کا اہتمام کر سکے۔ مگر آج وہی نمرہ ایک الگ روپ میں تھی وہ اس کے دروازے پر کھڑی تھی اور جب ایک چھوٹی سے ملازمہ نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا تو فوراً پہچان گئی کہ وہ اکثر نمرہ کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی ملازم یا چھوٹے طبقے کے لوگ بھی کتنے سادہ اور عظیم ہوتے ہیں وہ کبھی بھی اپنے مالک یا اس سے منسلک انسان کو جو ان کے ساتھ ذرا بھی بھلائی کرے اسے نہیں بھلاتے۔ اس دس بارہ سالہ کی سانولی پتلی سی ملازمہ کی آنکھوں میں بھی خوشی چمکنے لگی اور اس کے لب مسکرانے لگے وہ خوشی خوشی اسکا ہاتھ پکڑے گھر کے اندر بڑھ گئی۔ وہاں سامنے چھوٹا سا صحن جس کے دائیں جانب چھوٹی سی کیاری میں موتیے کے پھول اور چند چھوٹے چھوٹے آم کے پیڑ تھے سامنے مختصر سا دالان تھا اور اس کے آگے دو چھوٹے چھوٹے کمرے ساتھ ساتھ تھے۔ وہ اندر داخل ہوگئی جہاں بیٹھے سب افراد کی آنکھیں اسے دیکھ کر ایک لمحے کو حیرت سے کھل گئیں۔ حالانکہ اس نے نمرہ سے اپنا ارادہ بہت پہلے سے بیان کر دیا تھا مگر اس وقت اس نے کوئی خاص اہمیت نہیں دی تھی کہ اسے لگا وہ سادہ اور بے وقوف لڑکی جذبات میں سب کہہ رہی ہے مگر کبھی کبھی یہ جذبات ہی ہماری سب سے بڑی طاقت بن جاتے ہیں۔ اب یہاں اس لمحے یہ جذبات اس کی طاقت بنے تھے یا کمزوری وہ اس کا فیصلہ نہ کر پائی۔ ایک لمحہ لگا تھا اسے خود کو سنبھالنے میں پھر وہ بہت آس امید سے ان کی جانب بڑھی

رقیہ میں نہیں سمجھتی کہ اس طرح لڑکی کا گھر سے نکلنا بہت ہے تمہیں کچھ تو سوچنا چاہیے تھا میری بھی ایک فیملی ہے مجھے تو بہت غصہ آ رہا ہے تم پر کہ تمہاری وجہ سے مجھے ماما سے آج سننی پڑیں بھلا اس طرح گھر سے نکلنا کتنا گھٹیا ہوتا ہے میں تو سمجھی! اچھی بھلی عقلمند لڑکی ہو گی مگر تم نے اتنا احمقانہ کام کیا میں آنکھیں پھاڑے حیرت اور دکھ سے اس بدلی بدلی نمرہ کو دیکھ رہی تھی میری عزیز ترین دوست جس کی ماما جان بھی مجھ پر واری صدقے جاتیں جو میری شرافت کے گن گاتیں اور نمرہ کو میرے جیسا بننے کو کہتیں جنہیں میرے علاوہ کسی کے سلے کپڑے پہنے نہ آتے۔ وہ بھی اب مجھ سے ناراض بلکہ مجھ پر سخت غصہ ہوئی ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ جب انسان پر برا وقت آتا ہے تو اس کا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے لوگوں کی زبانیں کئی کئی گز لمبی ہو جاتی ہیں اور انسان کے پاس اپنی صفائی دینے کے لیے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ انسان پر جو مصیبت یا پریشانی آتی ہے اس میں اس کی اپنی غلطیوں کا بہت دخل ہوتا ہے۔ میری ناکامیوں مصیبتوں میں میرا کتنا دخل ہے یہ میں کبھی نہ جان پائی مگر یہ حقیقت تھی کہ اس کے بعد میں وہاں رکی نہیں اور مجھے مزید وہاں رک کر گھڑی گھڑی اپنی تذلیل نہیں کرانی تھیں پھر یہ سب سہنا تھا تو اس کے لیے میرا اپنا گھر کیا برا تھا میں نے اسی رات نمرہ کی ماما نے مجھے تنبیہہ کی کہ عثمان کے سامنے نہیں آنا کہ وہ غصہ ہوگا مگر میں جانتی تھی کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کے سامنے جانے سے مجھے کیوں روک رہی تھیں۔ میں نے پچھلی رات ان کی اور نمرہ کی سرگوشی میں ڈوبی ہوئی آواز سن لی تھی کہ جس میں انہوں نے واضح کہہ دیا۔

جو لڑکی اپنے والدین کی عزت خاک میں ملا کر گھر سے بھاگ سکتی ہے اس سے ہر غلط کام کی امید رکھو اور اپنے بھائی سے اسے دور رکھو کیونکہ وہ

اچھی شکل وصورت کی ہے اور کہیں اگر وہ اس کے جال میں پھنس کر رہ گیا تو۔۔۔ اس سے آگے مجھ سے سنا نہیں گیا۔

بعض دفعہ انسان اپنے جذبات کی شدت میں ڈوب کر کتنا آگے پہنچ جاتا ہے کہ اس کے لیے پیچھے کے تمام رستے مسدود ہو جاتے ہیں اس کے لیے پیچھے کے تمام رستے بند ہو چکے تھے اب وہ پیچھے مڑنا بھی نہیں چاہتی تھی کہ جذبات سے مغلوب لوگوں کی بہت بڑی خامی یہی ہوتی ہے کہ وہ ایک فیصلہ کر لیں پھر وہ پیچھے نہیں ہٹتے چاہے جو بھی ہو اس لیے ایسے لوگوں کے لیے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ ان کی سوچ مثبت سمت میں جائے ورنہ۔۔

وہ اگلی صبح چپ چاپ وہاں سے چل دی تھی کیونکہ اب اسے مزید وہاں نہیں رکنا تھا زندگی کا سفر بھی تو ایسا ہی ہے کہ ایک کہانی کی طرح کہ جس میں کردار بدلتے ہیں حالات ایک سے نہیں رہتے اور ہم کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں اس کا سفر بھی ابھی جاری تھا وہ گردش سفر میں تھی۔ ٹی وی اسٹیشن جا تو رہی تھی مگر اس کے قدم اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے آخر پوچھتے پوچھتے وہ اخبار کے مڑے تڑے تراشے کے سہارے وہاں اسٹوڈیو پہنچ گئی جہاں کے بارے میں اس نے اخبار سے اشتہار دیکھا تھا۔

جی محترمہ آپ کو کس سے ملنا ہے۔ وہ سوکھا سڑا گہری سیاہ رنگ کا چھوٹے قد کا ملازم اسے اندر تک لے گیا۔

میڈم یہ محترمہ آپ کا پوچھ رہی تھیں وہ سیاہ کوئلہ رنگت پودے دانتوں کی نمائش کرتا اس کا میڈم نیلم سے تعارف کرا رہا تھا۔

او کے اب تم جاؤ اور ٹیلر سے وہ والا ڈریس تو اٹھا لاؤ جو کل شام کے فنکشن کے لیے کہا ہے اور پلیز جلدی آنا۔ میڈم نیلم جمال اسے ہدایت دینے کے ساتھ ساتھ اپنے کمپیوٹر پر کام بھی کرتی جاتی تھی اور

رضیہ کو تو جیسے سارا خواب لگ رہا تھا۔

جی فرمایئے آپ کو یہاں کیسے آنا ہوا۔ مس ایکچویلی میں نے اخبار میں آپ کے بارے میں پڑھا تھا کہ آپ کو اپنی نیو فلم کے لیے نئے چہرے اور ٹیلنٹ کی ضرورت ہے میں اسی سلسلے میں خود کو آزمانے آئی ہوں اے سی کی ٹھنڈک میں بھی اسے پسینے آ رہے تھے۔

ہوں۔ ایسا ہے مس۔ سوری میں آپ کا نام نہیں جانتی۔ سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا تو یکدم اسے اپنے نام سے کوفت ہونے لگی۔

رقیہ ہے میرا نام۔ اور میں نے گریجویشن کیا ہوا ہے۔

او کے تو رقیہ یہ ہمارا کارڈ ہے اور تم کل صبح گیارہ بجے آ جانا۔ میں آج مسز درانی سے آپ کا ذکر کر دوں گی۔

وہ خاموشی سے کارڈ تھامے باہر چلی آئی مگر اسے معلوم نہیں کہ وہ کہاں جائے گی۔ وہ تھوڑی دیر تو چلی مگر پھر ایک سوچ کے تحت وہ باہر سڑک تک آئی اور رکشے پر بیٹھ کر اسے داتا دربار چلنے کو کہا یقیناً وہی اس کی محفوظ پناہ گاہ ثابت ہو سکتی تھی جب وہ دربار میں داخل ہوئی تو سامنے ہزاروں کا ہجوم تھا مگر وہ ان میں اکیلی تھی وہاں کوئی بھی تو اس کا اپنا نہیں تھا سب بیگانے تھے مگر اس کے اپنے بھی تو بیگانے ہو گئے تھے جب اپنے ایسے ہو جائیں کہ ان کی بے رخی سینے میں نشتر چبھوئے تو پرائے لوگ تو ہوتے ہی پرائے ہیں ان سے کیا گلہ شکوہ۔ شام کو وہیں دربار کے ٹھنڈے سنگ مرمر کے فرش پر بیٹھ کر اس نے وہ نیاز میں دیئے چاول کھائے اور شام کے اندھیرے ڈھلنے پر وہ وہیں بہت سے انجان لوگوں میں نیچے فرش پر ہی ہاتھوں کا تکیہ بنائے لیٹ گئی رات کے اندھیرے چہار سو پھیل رہے تھے اور وہ سوچ رہی تھی کہ بعض اوقات روٹی کے ایک ایک نوالہ کو ترستا

ہے اور کبھی کبھی زندگی اسے ولی کا اعلیٰ عظیم رستہ دے دیتی ہے پھر لوگ اس کے مزار پر حاظری دیتے ہیں جو اپنی موت کے بعد بھی عقیدت وعظمت کی روایت بن جاتا ہے دکھی دل وہیں آکر سیراب ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اس جیسے لوگ حالات سے مزار حاصل کرنے کے لیے یہاں آکر ہی سانس لیتے ہیں رات نجانے کب اس کی آنکھ لگی اسے پتہ نہیں چلا شاید ٹھیک کہتے ہیں کہ نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے۔

مسز درانی نے اسے دیکھتے ہی اوکے کر دیا پھر اس نے اپنے مختصر حالات بتائے کہ جن مراحل سے گزر کر وہ یہاں تک آئی اور جینے کے لیے کچھ بننا اور صرف اور صرف اپنے بل بوتے پر کہ پیچھے تو وہ تمام کشتیاں جلا آئی تھی مسز درانی کو ایسی ہی لڑکیوں کی ضرورت تھی اور یہاں دن میں کئی ایسی لڑکیاں بے بسی کی تصویر بنی ان کے دروازے پر دستک دیتی تھیں مگر ضروری تو نہیں کہ قسمت سب کا ساتھ دیتی کئی ایسی لڑکیاں ہوتی کہ جو اپنے ظالم شوہر سے علیحدگی کے بعد اچھی زندگی گزارنے کے سپنے دیکھتے ہوئے یہاں آجاتیں اور بہت سی سوتیلے باپ غریب والدین کی غربت سے تنگ آکر یا والدین کی غلط رسوبات کی بھینٹ چڑھنے سے بچنے کے لیے یہاں ایسی جگہوں پر اپنی قسمت آزمانے آجاتیں اور کچھ شوقیہ بھی تھیں امیر گھرانوں کی بگڑی ہوئی لڑکیاں۔

مسز درانی نے اس کی خوبصورتی کو کیش کراتا تھا اور اس کے لیے انہیں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ تھوڑی سی محنت بالوں کی جدید کٹنگ اور چست لباس میں میک اپ کے ہمراہ وہ واقعی کوہ کاف سے آئی ہوئی کوئی پری لگ رہی تھی ہر کوئی اس کی تعریف کر رہا تھا اور اسے یہ تبدیلی اچھی لگی تھی۔

نین تارہ۔ تمہارا نام آج سے نین تارہ ہوگا اس کا پہلا شو ہونے سے پہلے رہرسیل کے دوران مسز درانی اسے ایک نیا نام دیا تھا اور وہ مسکرادی۔ اس کے معصوم چہرے پر مسکراتے ہوئے جو گڑھے پڑتے تھے ان سے نظریں چرانا بہت مشکل ہے۔ مسز درانی نے ایک لمحہ کو اسے دیکھتے ہوئے سوچا اور اپنے فیصلہ پر انہیں اب بھی پچھتانا نہیں پڑا تھا اس لڑکی کا انتخاب انہیں صحیح وقت پر کیا۔ نین تارہ نام اس کے لیے اپنے نام کا سپرہٹ ثابت ہوا کہ جیسے اس کی قسمت کا ستارہ ہی چمک اٹھا۔ ہر جگہ ہر کہیں اس کا نام لیا جانے لگا رضیہ اپنی تمام تر سادگی کے ساتھ کہیں کھوگئی تھی اور جو تھی وہ بس نین تارہ کی ذات تھی کہ جس کی رعنائیان سب کی آنکھوں میں روشنیاں بھر دیتیں۔ وہ اپنی خوبصورتی اور بے پناہ حسن کے علاوہ بہترین صلاحیت کی مالک بھی ثابت ہوئی تھی اپنے لفظوں میں ڈوب کر کی اداکاری کا م اسے خود اندازہ نہیں تھا کہ لوگوں کو کتنی متاثر کرتی ہے او اب اس کی ہر ادا فیشن بنتی جارہی تھی۔ لوگ اس فلم کو دیکھنے کے لیے سینما میں آنے لگے کہ جس میں نین تارہ ہوتی اور اس شو مین جس میں پرفارم کرتی اسے دیکھنے کے لیے لوگوں کا ہجوم بندھ جاتا اس کی ساڑھیوں کی میچنگ لڑکیوں کو اس کا گرویدہ کر دیتیں تو اس کے ناز و انداز لڑکوں کی سانس کھینچ لیتے مسز درانی اس سے بہت خوش تھی اور اس پتھر کو تراشنے مین انہیں زیادہ محنت بھی نہیں کرنی پڑی کہ وہ تو پہلے ہی حالات سے کافی کچھ سیکھ کر آئی تھی جو لوگ خود پر انحصار کرنا سیکھ جاتے ہیں ان میں سیکھنے کا جذبہ دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے کہ وہ کسی پر انحصار نہیں کرتے اور وہ کسی سے کوئی امید بھی نہیں رکھتے۔ ہاں مگر ان کے جذبے مثبت سمت کا تعین کریں و وہ اس میں بہت آگے نکل سکتے ہیں نین تارا از دی بیسٹ آئی پراؤڈ آف یو میں نے آپ کا بہت نام سنا تھا مگر اب میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ نین تارا آئی لو یو مجھے آپ کی سمائل بہت اچھی لگتی ہے کیا میں آپ کو کبھی دیکھ سکتی ہوں بالکل سامنے۔۔ حقیقت میں روزانہ ایسے کئی کمنٹ ایک میلو فیس بک پر دیکھنے کو ملتے اور وہ خوشی سے بے حال ہوجاتی کہ لڑکے تو لڑکے لڑکیاں بھی اس سے اتنی متاثر تھیں کہ جیسے کوئی مجنوں اپنی لیلیٰ سے ہوتا جہاں اس کی شوٹنگ ہوتی وہاں پر ڈھیر وڈھیر اس کے فینز کا ہجوم ہوتا اور وہ اپنی اس قدر پزیرائی پر خوشی سے بے قابو ہوجاتی۔ اتنی شدید پزیرائی کا تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا یہ سب خوبیاں یہ ٹیلنٹ تو پہلے بھی اس میں موجود تھا پھر اسے یہ سب پزیرائی وہاں سے کیوں نہیں ملی کہ جہاں سے ملنی چاہیے تھی اس کے اپنوں نے اسے کبھی کیوں نہیں سراہا۔ اس کے اپنے گھر میں اس کے اپنوں نے اسے کبھی کیوں نہیں سراہا آخر کیوں۔۔۔ اسے خوشیاں کشید کرنے اپنے آپ کو منوانے اپنی ذات کو ایک شناخت دینے کے لیے باہر کا رخ کیوں کرنا پڑا یہ سب ایک سوالیہ نشان بن کر اسے کے سامنے آکھڑا ہوا مگر اس کے پاس ان مین سے کسی سوال کا جواب نہیں تھا وہ تو ابھی خود کو بھی نہ جان پائی تھی کہ وہ صحیح سمت میں جانکلی ہے یا غلط۔

مسز درانی کے لیے وہ ایک بلینک چیک تھی اور وہ بنا سوچے اسی راستے پر چلی جارہی تھی جو وہ اس کے لیے تویض کرتی تھی انہوں نے اس پر اپنا پیسہ خرچ کیا تھا اور اسے متعارف کرانے کے لیے اپنی پروچ استعمال کی تھی اسے بھی اس سب کا انداز ہ تھا کہ انہوں نے ایک ایسے وقت میں اس کا ہاتھ تھاما تھا جب وہ بالکل اکیلی تھی اور جس وقت اس کی عزیز ترین دوست نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا وہ ویسا ہی لباس پہنتی جو مسز درانی چاہتیں اور اکثر اسے خیال آتا کہ یہ لباس تو مناسب نہیں اور اسے یہ نہیں پہننا مگر پھر وہ پتھر کی بت بن جاتی اور بغیر آستین کے گہرے گلے کا چست لباس پہن لیتی کہ جس میں اس کا جسم کا انگ انگ نمایاں ہوتا مگر وہ ہائی سوسائٹی کو موو کرتے تمام فیشن کرنا اپنا حق سمجھتی کہ سادگی معصومیت نے اسے کیا دیا تھا اس کی پاکیزگی ہی تو اس کی خوشیوں کی راہ مین سب سے بڑی رکاوٹ بن گئی تھی گھر مین اتنی لڑکیوں کی موجودگی کہ جہاں بیٹیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہو اور ان کی پیدائش سے پہلے جگہ جگہ بیٹے کے لیے منت مانی جائے پھر بھی وہان بیٹی پیدا ہوجائے تو ان لوگوں کا رویہ سرد ہونا فطری سی بات ہے اور وہ اس سرد رویئے کو سہتی سہتی اب کمزور ہوچکی تھی اور اسے اندر ہی اندر اپنا آپ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوتا مگر اس کی مجبوری تھی کہ وہ کمزور ہونا نہیں چاہتی تھی وہ ٹوٹنا بھی نہیں چاہتی تھی اور اسے اپنا آپ ہر صورت منوانا تھا اسی لیے وہ یہاں چلی آئی اس نگر میں جہاں رنگ روشنیاں اور خوشبوئیں تھیں۔ یہاں ایک نشہ تھا جو انسان کو غافل کردے وہ بھی یہاں غافل ہوگئی تھی یہاں کی روشنیوں میں اس کا اصل رنگ پھیکا پڑ چکا تھا اسکی شخصیت نمایاں ہوچکی تھی جیسا کہ وہ چاہتی تھی ویسا ہی ہوا مگر اس سب میں اس کا اندر ٹوٹتا جارہا تھا وہ جو چاہتی تھی وہ تو اسے مل گیا تھا پھر یہ کسک تھی جواب بھی اسے بے چین کیئے رکھتی تھی قیمتی لباس اور خوشبوؤں میں نہا کر بھی وہ خوش نہیں ہوپاتی۔ وہ خوش کیسے ہوپاتی بھلا۔ اس کا اصل اس سے دور ہوتا جارہا تھا اور انسان ہر چیز کے بغیر گزارا جیسے تیسے کر لیتا ہے مگر اپنے اصل کو کھو کر وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اس نے گھر سے نکلتے ہوئے اپنی منزل متعین نہیں کی تھی اسے معلوم نہیں تھا کہ اسے کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے وہ تو بس گھر سے فرار کی خواہش میں اس ماحول اس گھٹن سے دور ہونے

کے لیے چل نکلی تھی بس خواہش یہی تھی کہ کچھ بننا ہے خود کو کسی قابل بنانا ہے۔ وہ سب حاصل کرنا ہے جو پہلے کبھی نہیں ملا ان سب خواہشات کی تسکین کرنی ہے جن کو ٹوٹتے بکھرتے کرچی کرچی ہوتے دیکھنا اس کی مجبوری تھی اب اس لگتا تھا ک اسے وہ سب مل گیا جو اس نے چاہا جو اس نے سوچا حتی کہ جو اس نے نہیں بھی سوچا وہ بھی اسے مل گیا۔ مگر کمی کہاں رہ گئی [illegible] ہوتی جا رہی تھی۔

مس نین تارہ آپ کو میڈم درانی بلا رہی ہیں ملازمہ نے آ کر اس کا ارتکاز توڑا تھا اور وہ بری طرح چونکتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور مسز درانی کے روم میں چلی گئی۔

میڈم آپ نے مجھے بلایا۔ وہ کمپیوٹر پر کام کر رہی تھیں اور اس کے استفسار پر سر کو ہلکی سی جنبش دی۔ وہ ان کے اشارے پر ہی سامنے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

نین تارا رات کو مسٹر شہریار ایک اسپیشل پارٹی ارینج کر رہے ہیں یہ ایک بزنس پارٹی ہے مگر یو ناؤ یہاں کامیابی خوبصورتی چہرے اور دلکش ادائیں کتنا کردار ادا کرتی ہیں اور مسٹر شہریار اس میں کوئی کسر نہیں رکھنا چاہتے اس سلسلے میں انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا۔ اور انکی ڈیمانڈ سن کر میرے ذہن میں صرف ایک چہرہ آیا اور تم جانتی ہو کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ تم ون آف دی بیسٹ ایکٹر ہو۔

ان کی ہمیشہ کی طرح وہی باتیں تھیں کہ جن پر کبھی تو وہ بہت خوش ہوتی تھیں مگر اب اسے کوئی کاص خوشی نہیں ہوئی نجانے کیوں انسان ہمیشہ سے ایسا سمجھتا ہے کہ کچھ پانے سے پہلے اس کی لگن اس کی جستجو رکھتا ہے اور اسے پانے کے لیے موسموں کی شدت طوفانوں آندھیوں سے ٹکرا جاتا ہے مگر جب اسے پا لیتا ہے تو اس کی لگن اس کی خواہش سب دم توڑ جاتی ہے۔

اور سویٹ ڈریس کے لیے میں نے بوتیک کے بیسٹ ڈیزائنر فواد سے کہہ دیا ہے اور تم جلدی سے تیار ہو کر ڈرائیور کے ساتھ پارلر چلی جاؤ شام آٹھ نو بجے ہمیں یہاں سے نکلنا ہے دلکش پیشہ ورانہ [illegible] میں مصروف ہو گئیں اور وہ خالی ذہن کسی روبوٹ کی طرح چلتی ہوئی اپنے روم مین آئی اور اپنا سیل اور پرس اٹھا کر باہر چلی آئی جہاں ڈرائیور شوکت اس کا منتظر تھا۔

پارٹی بہت بڑے پیمانے پر کسی بڑے فائیو سٹار ہوٹل میں ارینج تھی ہر چیز ہر کونہ بقیہ نور بنی تھی مسز درانی اپنی بغیر آستین کے گہرے سرخ رنگ کی ساڑھی میں اپنی عمر سے کئی گنا کم لگ رہی تھی اور وہ تو جیسے آسمان سے اتری اپسرا کا روپ دھارے ہوئے تھی سفید باریک فیشن لہنگا جس میں اس کا متناسب سراپا کچھ اور ہی واضح اور دلکش لگ رہا تھا اور میک اپ آرٹسٹ کی کاری گری نے اسے وہ ملکوتی حسن دیا تھا کہ اس سے نظریں ہٹانا ناممکن سی حقیقت تھی۔ مگر یہاں کے رنگوں روشنیوں میں کچھ بھی اسے خاص نہیں لگ رہا تھا آج بھی حسب معمول سب اس کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے اور ہنس ہنس کر سب کی تعریفیں سمیٹ رہی تھی اس کے سر میں تھوڑا سا درد تھا اس لیے وہ ذرا سا سائیڈ پر ہنگامہ سے دور ایک خالی میز پر بیٹھ گئی۔

مس نین تارہ۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ نام ہے۔۔۔ ایک خوبصورت وجیہہ مردانی پوری شان و شوکت کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھا اور بہت بے تکلفی سے اس کے ساتھ والی خالی چیئر پر براجمان ہو گیا۔

جی۔۔ جی میں نین تارہ مگر آپ کو میرا نام کس نے بتایا بالکل اچانک اس کے منہ سے یہ بے وقوفانہ سوال نکلا۔

ہاہاہا۔۔ ارے آپ کو کون نہیں جانتا نیشنل انٹرنیشنل لیول پر آپ کا ہی نام اور کام سب مشہور ہے اور میری بہت بڑی خواہش تھی کہ میں آپ کا دیدار کروں اور دیکھیں آج میری یہ خواہش بھی پوری ہو گئی اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جو میں چاہتا ہوں وہ مجھے مل کے رہتا ہے جیسے کہ آپ۔

ج۔ جی آپ کیا کہہ رہے ہیں میں کچھ سمجھی نہیں۔ وہ اس کے یوں اچانک آنے اس کے پاس بے تکلفی سے بیٹھنے اور یوں عجیب و غریب باتیں کرنے سے قدرے گھبرا گئی تھی۔

ارے ارے۔۔ آپ تو گھبرا گئیں چلیں سب انجوائے کر رہے ہیں اور آپ یہاں اس حسین شام کو تنہائی میں برباد کر رہی ہیں۔ آپ جیسی حسین لڑکیوں کے لیے تنہائی بالکل اچھی نہیں لگتی۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ کا ساتھ دے سکتا ہوں اس کی بے باک سرخ نگاہیں اور منہ سے آئی قیمتی شراب کی بو اسے اندر ہی اندر سخت خوفزدہ کر رہی تھی مگر وہ پھر بھی برداشت کر کے بیٹھی رہی مگر اب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

دیکھئے مسٹر آپ جو بھی ہیں مگر مجھے اس طرح کی باتیں بالکل بھی پسند نہیں ہیں یہ سب آپ انہیں کہیں جنہیں یہ سب پسند ہو۔ وہ اب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اپنا پرس پکڑ لیا۔

تم کون ہو اور تمہارا کردار کیسا ہے یہ مجھ سے بہتر کون جانتا ہے تم جیسے تھرڈ کلاس لڑکیاں جب یہاں فلم انڈسٹری میں آ کر اپنے ننگے بدن اور گھٹیا اداؤں سے دو پیسے کما لیتی ہو تو تمہارا مزاج آسمان پر چڑھ جاتا ہے تم ہو کیا۔ آپ بکاؤ مال جسے کیش کرا کر لوگ اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اگر اپنی عزت کا اتنا ہی خیال ہوتا تو گھروں سے نکلتی ہی کیوں ہو کیوں اپنی عزت کا جنازہ نکال کر سر بازار خود کو ننگا کرتی ہو نین تارہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا جبکہ سامنے کھڑا وہ شخص جو تھوڑی دیر پہلی ہی تہذیب شائستگی کا شاہکار بنا نرم لہجے میں بات کر رہا تھا اب اس کے منہ سے کف بہہ رہا تھا اور وہ کسی خطرناک جانور کا روپ دھاڑے اس پر برس رہا تھا وہ ہنگامے سے دور قدرے سنسان اور پر سکون جگہ تھی اس لیے اکا دکا نوکر چاکر ہی وہاں سے گزر رہے تھے اور ایسے لوگوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ یہ اپنی آنکھیں اور کان بند رکھیں۔ اور پھر ان کا کام تو بس دو وقت کی روٹی کھانے کے لیے پیسہ کمانا ہوتا ہے۔ وہ درندہ صفت اس کو بے نقاب کر کے کب کا جا چکا تھا اور وہی اپنی بربادی کو دیکھتی رہ گئی تھی۔

نین تارہ تم ریڈی ہو تمہیں ایک گڈ نیوز سنانی ہے مسز درانی بغیر آستین کے بلیو شفون کی ساڑھی میں حسب عادت گہرے میک اپ کے ہمراہ ہائی ہیل کی سینڈل سے ٹک ٹک کرتی اس کے قریب آئی۔ تمہارے لیے گولڈن چانس ہے میں نے اس دن کہا تھا ناں کہ وہ پارٹی ہمارے لیے بہت زبردست ثابت ہو سکتی ہے تو یوں سمجھ لو کہ اب ہمارے پاس اپنی نیو فلم اور نئے پروجیکٹس کے لیے بہترین موقع اور زبردست پرافٹ آنے کا چانس بن گیا ہے تمہیں معلوم ہے ناں کہ مسٹر سکندر کا نام فیشن انڈسٹری میں کتنا اہم ہے وہ اپنی ماڈلز زیادہ تر ویسٹرن کنٹریز یا انڈیا سے ہی سلیکٹ کرتے ہیں مگر اس دفعہ انہوں نے تمہارا انتخاب کیا ہے مجھے تو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ سب اتنا آسانی سے ہو جائے گا مگر تمہارے حسن کے سامنے وہ بندہ بھی ہار گیا ہے جو

انتہائی ڈھیٹ تھا مسز درانی اپنی فتح کا جشن منا رہی تھی اور وہ اس دفعہ بھی خاموشی سے اس کے کام پر اپنی آمادگی ظاہر کر چکی تھی۔

میں نے کتنی کوشش کی تھی کہ اس کی نظر کرم میری کسی ماڈل پر آ ٹھہرے پر وہ چند منٹ سے زیادہ اکتفا نہ کر سکا اور اب بالکلا چانک ہی اس نے تمہیں پانچ سال کے لیے سائن کر لیا ہے اب تم اپنی پیکنگ کرو کیونکہ کل شام کی فلائٹ سے تم اس کے ہمراہ امریکہ جا رہی ہو وہاں اس نے کچھ شو آ گنائز کیے ہیں۔ وہ حکم صادر کر کے جا چکی تھیں اور وہ بے دلی سے اپنا سامان پیک کرنے لگی اسے کیا معلوم تھا کہ زندگی اس کے ساتھ کیسا کھیل کھیلنے والی ہے۔

تم ۔۔تم یہاں کیسے جہاز میں اپنے ساتھ والی سیٹ پر اسے بیٹھا دیکھ کر وہ لمحہ بھر کو خوفزدہ ہوئی کچھ تھا جو اس کے اندر ٹوٹا تھا مگر جلد ہی اس نے خود کو سنبھال لیا تھا کیونکہ وہ اس لمحے خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

دیکھو میں مسٹر سکندر کے ساتھ یہاں ان کی سکیورٹی کے ہمراہ آئی ہوں اور تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر تم نے یہاں مجھے کچھ بھی غلط کہا تو میں ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔ اس دن جو تم نے کیا اس کا انجام بہت برا تمہارے سامنے عنقریب آ جائے گا۔ بہت ہمت اور حوصلے سے اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سب کہہ تو دیا مگر اندر ہی اندر خوفزدہ سہی چڑیا کی طرح سمٹ کر ایک جانب بیٹھی رہی۔ اور وہ خاموشی سے طنزیہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالتا دوسری جانب دیکھنے لگا پھر سامنے پڑے میگزین اٹھا کر ان کی ورق گردانی میں مشغول ہو گیا۔

جہاز اپنے مقررہ مقام پر اتر چکا تھا۔ وہ اپنا سامان سمیٹ کر باہر آئی تو ایئر پورٹ پر ہر جانب دھند اور خنکی کا احساس ہوا حالانکہ یہ ستمبر اکتوبر کا مہینہ اتنا سرد تو نہیں تھا۔

چلو میڈم اپنا سامان گاڑی میں رکھیں میرے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں ہے کہ ہر کسی کے نخرے اٹھاؤں۔

وہ جو سردی سے ٹھٹھرتی روڈ پر کھڑی تھی اور ساتھ حیران بھی کہ سکندر نام کا شخص اسے لینے یا اس کے ساتھ کیوں نہیں آیا۔

میں تمہارے ساتھ آؤں گی مائی فٹ تم ہوتے کون ہو مجھے اس طرح کہنے والے اور بار بار میری انسلٹ کرنے والے وہ غصے سے چلائی اور اس سے دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔

کیونکہ میں ہی سکندر ہوں۔ اور چپ چاپ میرے ساتھ ورنہ یہاں کی پولیس پکڑ کر حوالات میں بند کر دے گی۔ وہ ایک بار کانپی پھر خاموشی سے اس کے ہمراہ چل دی۔ ہوتا ہے ناں کہ بعض دفعہ انسان نا چاہتے ہوئے بھی وہ کام کر جاتا ہے جو اس نے سوچے بھی نہیں ہوتے اور جن کے کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ راستہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا اور سڑک پر اس وقت بہت کم لوگ تھے صاف کشادہ دو طرفہ سڑک اس کی زندگی میں آزمائشوں کی دوڑ کی طرح بڑھتی ہی جا رہی تھی آخر کار آبادی سے دور قدرے ویرانے میں ساحل سمندر پر بنے ایک چھوٹے سے کاٹیج میں گاڑی رک گئی اور اس پورے سفر میں سکندر نے اسے کچھ نہیں کہا نہ ہی اس کی ہمت بنی کہ کچھ پوچھ سکے ان کے درمیان طویل ہڈیوں کو منجمد کر دینے والی خاموشی چھائی رہی اور وہ اندر ہی اندر خوف کے گہرے پاتال میں ڈھنسی جا رہی تھی۔

اتر و اب ۔یہ پاکستان نہیں جہاں دس دس لوگ تمہارے آگے پیچھے پھریں یا تمہاری گاڑی کا دروازہ کھول کر ادب سے کھڑے رہیں کہ کب

میڈم کا موڈ بنتا ہے اور وہ گاڑی سے باہر آتی ہیں۔ بہت اکھڑے اور سرد لہجے میں کہی بات اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا گئی۔

وہ انہونی کے احساس سے باہر نکلی اور اس کے ہمراہ چل پڑی

تمہارے ساتھ تمہاری باقی ٹیم نہیں کیا وہ اگلی فلائٹ سے آئیں گے یا۔ اندر بڑھتے ہوئے اس کے لبوں نے بمشکل یہ الفاظ ادا کئے مگر ابھی لفظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ وہ گرج اٹھا۔

تم چپ رہو تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ کون ہے اور کون نہیں تم صرف اپنے کام سے کام رکھو کمرے کے اندر آ کر اندر سے لاک لگا دیا گیا اور نین تارہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ یا خدا رحم کرنا وہ دانستہ اس سے قدرے فاصلے پر دور صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

مگر میں ایسے کوئی کام نہیں کروں گی۔ تم مجھے کمزور مت سمجھنا اس نے اپنا ہلکا سا دفاع کیا۔

تم یہاں میری مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتی سمجھی تم کچھ بھی نہیں اور تم اب مکمل طور پر میرے رحم و کرم ہو ہو اس لیے تمہارے لیے بہت یہی ہے کہ جیسا میں کہوں ویسا ہی کرو اگر تم نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی یا کچھ الٹا سیدھا کیا تو اس کی تم خود ذمہ دار ہو گی کیونکہ تمہاری نگرانی کے لیے یہاں بہت سے لوگ میرے ماتحت کام کر رہے ہیں اور خفیہ کیمرے تو ہیں ہی۔ بے پروائی سے ہاتھ جھاڑتا ہوا وہیں ایک صوفے پر ٹک گیا لیکن مجھے یہاں ایک منٹ نہیں رہنا میں تمہارے لیے کوئی کام نہیں کروں گی اور تم نے مسز درانی سے ایگری منٹ کیا ہے میں ابھی ان سے بات کرتی ہوں کہ وہ تمہارے پیسے تمہارے منہ پر ماریں۔ میں آج شام کی فلائٹ سے چلی جاؤں گی اور پھر تمہارے۔ ٹھڑاک۔۔۔ ابھی اس کی بات مکمل ہی نہیں ہوئی تھی کہ اس نے زور کا تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

تم حد سے گزرتی جا رہی ہو دو باتیں کیا کر لیں تم تو سر پر چڑھ گئی ہو اور کرو مسز درانی سے بات نمبر ڈائل کر کے اس نے موبائل اس کی جانب پھینکا۔ جو اس نے پکڑ لیا۔

ہیلو ہیلو ۔مسز درانی میں نین تارہ ہوں مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ مجھے سکندر کے ساتھ کام نہیں کرنا میں آ رہی ہوں آپ ان سے ایگری منٹ کینسل کر دیں بہت ضبط سے آنسو پی کر اس نے انہیں کہا مگر ان کا جواب اس کی توقع کے عین خلاف تھا۔ جو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

تمہیں کیا پسند ہے کیا نہیں اس سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں اور تم وہاں سے آنے کی بے وقوفی نہیں کرو گی اگر کچھ ایسا ویسا کر دیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا وہیں رہو اور سکندر کے ساتھ کام کرو کیونکہ ان کی وجہ سے آج ہم پھر سے ٹاپ آف دی لسٹ پر آ گئے ہیں مارکیٹ میں ہماری ویلیو بڑھ گئی ہے اب تمہیں وہی کرنا ہے جو وہ کہیں سیل فون اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گر گیا تھا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اسے یوں لگا کہ زمین پھٹے گی اور وہ اس میں سما جائے گی۔

سن لیا ناں اب جو انہوں نے کہا ہے تمہیں اب وہی کرنا ہو گا۔ جو میں چاہوں گا اسپیکر اون تھا اس لیے اس نے سب سن لیا پھر وہ اٹھا اور باہر گیا مگر جاتے سمے دروازے کو لاک لگانا نہیں بھولا تھا اس کا مطلب تھا کہ اب وہ مکمل طور پر اس کے رحم و کرم پر تھی۔۔

دو دن سے وہ بھوک سے بے حال تھی کمرے میں کوئی فریج نہیں تھا اور سکندر تو گویا جیسے اسے بھول ہی گیا تھا اس کا سیل فون اس سے لے لیا گیا

تھا اور اب وہ اپنی زندگی میں اس انجان کی جانب گامزن تھی کہ جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اب جب اس نے سب حاصل کرلیا تھا تو کیوں قسمت اسے یہاں سکندر کے زنداں میں لے آئی کہ جہاں زندگی اپنی تمام تر اذیت کے ساتھ موجود تھی۔ جہاں سے نکلنے کا کوئی رستہ اور وہاں پر سانس لینے کے لیے کوئی روزن کھلا نہیں تھا اسے اپنے کئے کا انجام یہیں اس دینا میں مل چکا تھا جہاں زندگی ہر لمحہ گھٹتی جارہی تھی اور جہاں یہ معلوم نہیں تھا کہ کب اس کو فنا کے گہرے غار میں دھکیلا جاتا ہے اور پھر یہاں تو اس کی عزت بھی محفوظ نہیں تھی۔ کس لمحہ کیا ہوجائے وہ کتنی بے بس تھی اور قسمت کی ستم ظریفی کہ اس وقت بے بس جب اسے وہ سب مل گیا جو وہ چاہتی تھی دھن دولت عزت بھی تو اس کے پاس تھا پھر وہ اتنی بے بس کیوں ہوگئی کہ اپنا دفاع بھی نہ کرسکی۔ وہ زور زور سے چیخنا چاہتی تھی مگر آواز اسکے اندر ہی دم توڑ گئی آخر دو دن بعد شام کو دروازہ کھلا تھا اور سکندر چلا آیا تھا مگر اس وقت وہ نشے میں مست تھا اسکے ساتھ اس کا گارڈ بھی تھا جس کے ہاتھ میں کچھ شاپرز تھے۔

یہ لے کھالے انہیں۔

وہ یقیناً کھانے کو کچھ تھا مگر وہ سب اس نے بے ہودگی سے اس کے اوپر پھینک دیا ہر چیز ڈبے میں پیک تھی ورنہ اسکا لباس گندا ہوسکتا تھا تم یہاں بہت خوش ہوگی ہے ناں میں تمہیں خوشی کرنے ہی تو آیا ہوں مگر مگر فکر نہ کرو میں تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا کیونکہ تم نے اس دن میری جو تسلط کی تھی میری وقتی ستائش اور محبت کو یوں روندا اور اس طرح حقارت سے وہ الفاظ ادا کئے جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہ ہو میں نے اب سوچ لیا ہے کہ تمہیں چھونا تو دور کی بات تمہارے قریب بھی نہیں آؤں گا مگر تم مکمل طور پر میری پابند ہوگی تمہاری سانسوں کی ڈور میرے ہاتھ میں رہے گی اور میں ہاہاہا۔۔۔ میں جب چاہوں تمہاری سانسوں کی ڈور کھینچ لوں گا اور جب چاہوں گا تمہیں آزاد کردوں گا۔ اور میں ایسا ہی کروں گا یہاں تم مرنے کی خواہش کروگی مگر موت تمہیں موت بھی نہیں آئے گی وہ جوتی کی ٹھوکر سے اسے اذیت دیتا باہر چلا گیا اور اس کے پیچھے اس کا گارڈ بھی مگر دروازہ کھلا تھا اور وہ نظروں کے سامنے نہیں تھے وہ ڈرتے ڈرتے وہاں سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل آئی باہر سمندر تھا مگر دور دور تک کوئی بھی نہیں تھا یہ سمندر کا ایسا کنارہ تھا جہاں بہت کم لوگ آپاتے یا شاید وہ بھی نہیں وہ دبے پاؤں آگے بڑھی اسے لگا کہ اب وہ لمحوں مین یہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوجائے گی پھر پھر یہاں کبھی بھی نہیں آئے گی۔ واپس اپنے گھر اپنے سخت گیر باپ اور اپنی ماں کے پاس اسی گھٹن زدہ ماحول میں چلی جائے گی جہاں کی گھٹن میں بھی محبت کی چاشنی تھی وہ ابھی آگے بڑھی ہی تھی کہ کوئی تیزی سے اس کے پیچھے آیا اور اسکو کھینچتا ہوا اس اندھیر کمرے میں لے گیا اب اسے فرش پر بے دردی سے پھینکا گیا اور اس کے اوپر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کردی گئی اور یہ سکندر کے سوا کون ہوسکتا تھا۔ تمہیں منع کیا تھا ناں کہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروگی مگر تم باز نہیں آئی بہت اسمارٹ بنتی ہوناں میں نے جان بوجھ کر دروازہ لاک نہیں کیا تھا صرف صرف تمہیں آزمانے کے لیے کہ تم کتنے پانی میں اور میرا اندازہ بھی اوروں سے جدا ہے میں انسا کے جسم ہی نہیں اس کی روح کی سوچ پر حاوی ہو جانتا ہوں اور مجھے تمہارے جسم روح اور سوچ کو قید کرنا ہے اور اس کے علاوہ مجھے کیا کرنا ہوگا میں اچھی طرح جانتا ہوں تم جیسی گھٹیا لڑکی کو ٹھیک کرنا مجھے خوب آتا ہے۔

وہ اسے جس حد تک اذیت پہنچا سکتا تھا۔

پہنچا چکا تو بکتا جھکتا وہاں سے چل دیا اور نین تارہ میں اتنی ہمت نہ ہوسکی کہ وہ اٹھ کر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ سکے اس کے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا اور درد ایک چنگاڑی کی طرح اس کے اطراف میں پھیل چکا تھا مگر وہ خال ذہین اور شکستہ سوچ کے سنگ بے حس فرش پر بکھری پڑی رہی جیسے اس کا وجود ہی نہ ہو اس کے ذات کے پرخچے اڑا دیئے گئے ہوں۔

اب وہ آہستہ آہستہ سے گھلتی جارہی تھی جیسے کوئی شکستہ دیوار جو محض ایک نشان ہی ہو ورنہ اس کا وجود ہوا کے ایک جھونکے کا محتاج ہوگیا تھا اس کو کسی جانور کی طرح کھانا دیا نہیں پھینکا جاتا اور ذہنی طور پر اسے اس قدر مفلوج کردیا گیا کہ وہ اب وہاں سے نکلنے کا سوچتی بھی نہیں تھی چاہے دروازہ کھلا ہو یا بند وہ بند رہتی۔ اس کے اندر کا انسان تو کب کا مرچکا تھا اس کا جسم بس زندہ تھا جیسے عبرت کا نشان ہو معر کے فرعون کی طرح جو نسل کے پانیوں میں ڈوب کر بھی باہر نکل آیا کہ اسے اک علامت بننی تھی عبرت کی علامت وہ شیطان صفت انسان شاید کوئی نفسیاتی عارضہ رکھتا تھا کہ ہر دن اسے اک نئی اذیت سے دوچار کرنے کے بعد بھی اس کا دل نہ بھرتا اور وہ اسکی قابل رحم حالت پر بھی ترس نہ کھاتے ہوئے اگلے دن دوبارہ کسی نئی چال میں سرگرم ہوجاتا۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ اسی اس کے کیے کی سزا اس قدر شدید اور طویل بھگتنا پڑے گی وہ بھی اس انسان کے ہاتھوں کے جسے وہ جانتی نہیں تھی اور جس سے کبھی زندگی میں واسطہ بھی نہیں پڑا مگر کہتے ہیں ناں کہ قسمت میں جو درد و غم لکھے ہوں وہ آکر رہتے ہیں اور ہونی کو کوئی نہیں ٹال سکتا جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور حالات خود کو اس حادثہ کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ بھی اس پکڑ میں آگئی تھی وہ شاید تھی ہی اس قابل کہ اس کے ساتھ اتنا برا یا اس سے بھی زیادہ برا ہوتا۔ جب وہ اپنے والدین کی عزت روند کر گھر سے اپنی خوشیوں کی تلاش میں نکلی تو اسے اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو ایک دفعہ بھی خیال نہ آیا کہ ان پر کیا گزری ہوگی حالت ان کے لیے کس قدر سنگین ہوگئے ہوں گے وہ تو بس اپنی خوشیوں اپنی خواہشوں کی تکمیل میں خودغرض ہوگئی تھی اور اب جب اسے حاصل ہوگیا جو وہ چاہتی تھی تو قسمت نے اسے سکندر کے عتاب کا نشانہ بنادیا۔ وہ کیا چاہتا تھا یہ وہ کبھی نہ سمجھ سکی اور ویسے بھیا تنا اسکا جرم نہیں تھا جتنی کہ اسے سزائیں دی جارہی تھیں۔ وہ آغاز میں اس کے سامنے خوب روئی چلائی تھی اس کی منت سماجت کی مگر کچھ حاصل نہ ہوسکا۔ وہ جس قدر تڑپتی وہ اتنا خوش ہوتا شاید لوگوں کو اذیت دینا اس کی عادت تھی یا اس کے کسی ذہنی تشنگی کا حصہ تھا جس کا اس نے خود اظہار کردیا جب وہ روتے روتے اس کے قدموں میں گرگئی تھی تم لڑکیاں ہو ہی اس قابل کہ تمہارے ساتھ جتنا برا بھی سلوک کیا جائے وہ کم ہی ہوگا اور تم جاننا چاہتی ہوناں کہ میں ایسا کیوں ہوں تو سن لو میں ایسا نہیں تھا۔ میں بھی عام لڑکوں کی طرح عورت ذات کی جانب رجحان رکھتا ہر وقت شراب و شباب کے نشے میں مدہوش رہتا اور پھر وہ میری زندگی میں چلی آئی وہ جسے پانے کے بعد میں نے سب سے ناطہ توڑ لیا تھا اب ہر وقت ہر لمحہ اسی کے خیالوں میں کھویا رہتا اور میں اس سے اسی حد تک مخلص تھا کہ اس کی خاطر میں نے اپنی بچپن کی منگیتر کو چھوڑ دیا ہم روز خوب باتیں کرے پاکستان کی کوئی جگہ ایسی ہوگی جو ہم نے نہیں دیکھی ہوگی جہاں ہم دونوں نہیں گئے ہوں گے صبح اٹھنے کے بعد اسی کا خیال ذہن میں آتا اور میں اسے میسج یا کال کرلیتا یا پھر ہر لمحہ کھانے کھاتے ہوئے کوئی کتاب پڑھتے ہوئے دوستوں یا گھر والوں کی محفل میں حتیٰ کہ عبادت میں

بھی اسی کا خیال دل کا قرار ہوتا ہے ہر جگہ اسی کا خیال راحت جان ہوتا اور تو اور میری پینٹنگز میں بھی اس کا وجود جگہ لے چکا تھا اور کوئی خیال کوئی چہرہ کوئی منظر جو نظر نہ آتا اسکے بنا پھر میرے روم میں ہر جگہ اسی کی تصویریں تھیں عشق محبت جنون میں اس سبب سے واقف نہیں مگر اس کے عشق نے مجھے واقعی خود سے بیگانہ کر دیا تھا لیکن پھر وہ سالی کمینی مجھے چھوڑ کر چلی گئی اس نے کوئی وجہ نہیں بتائی پھر وہ چلی گئی اور مجھے کبھی نہ ملی حالانکہ میں نے اسے کتنا ڈھونڈا ہر گلی ہر کوچے میں مگر وہ نہ ملی پھر میں نے طے کر لیا کہ اب ہر اس لڑکی کو اذیت دوں گا جتنا ہمیں اس اذیت سے گزرا۔ جتنی ذہنی اذیت سے میں خود دوچار ہوں اتنی ہی اذیت سب کو دوں گا عورت ذات سے مجھے سخت نفرت ہے اتنی زیادہ کہ اگر اس نفرت کا ایک ذرہ بھی سمندر میں پانی میں پھینکا جائے تو سارا پانی اسی زہر سے کڑوا ہو جائے۔ اور صرف تم نہیں بلکہ تم سے پہلے بھی بہت سی لڑکیاں میرا ٹارگٹ بنیں ان میں بہت سی کمزور دل کی نکلیں اور کچھ ہی دن کی مشقت نہ سہہ سکیں اور اللہ کو پیاری ہو گئیں اور بہت سی نیم پاگل ہو کر گلیوں میں کیڑے مکوڑوں کی طرح کچلی جاتی ہیں اور تم تمہارا نہیں پتہ تم کس میں شامل ہو گی۔ مگر تمہاری اس بے چینی رونے پیٹنے اور منت سماجت سے مجھے کتنا سکون ملتا ہے اس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتی اسلیے تم اس بات کو ذہن سے نکال ہی دو کہ میں تمہاری بے چینی اور بے قراری سے متاثر ہو جاؤں گا۔ ارے یہ سب تو میری تسکین کا سامان ہے میں بھلا کیسے تمہیں آزاد کر دوں اور دوبارہ خود کو اسی اذیت کے جال میں پھنسا دوں کہ جس سے میں اب تمہاری وجہ سے آزاد ہو سکا۔ مگر ابھی تو اس لڑکی کی مجھے تلاش ہے کہ جو مجھے دغا دے کر میرے ساتھ بے وفائی کر کے یہاں سے چلی گئی اور اس کے بعد وہ لڑکی جو تمہاری طرح ہی حسین بے داغ حسن کی مالک تھی مگر وہ اسے میں نے ٹریس کیا اور یہاں لانے تک مجھے بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہ کسی مضبوط ہاتھوں میں تھی۔ مگر وہ پھر یہاں سے چلی گئی اور کیسے گئی یہ میں آج تک نہیں جان سکا مگر اس کے بعد مجھے لگتا ہے کہ جیسے کوئی میری جاسوسی کر رہا ہے میں جتنے ٹھکانے بدلوں مگر مجھے لگتا ہے کوئی ہے جو مسلسل میرے پیچھے میرا تعاقب میں ہے میں اسے ضرور ڈھونڈ لوں گا بس ایک دفعہ وہ میرے ہاتھ لگ جائے اس لمحہ سکندر بہت کمزور بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا اگرچہ اس نے ایک دعویٰ کیا تھا مگر مجھے معلوم تھا اس کے اپنے لفظ اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ وہ صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہر ظالم میں کہیں نہ کہیں کوئی مظلوم بھی چھپا ہوتا ہے اس کا دکھ اس کے اندر ایک روگ بن گیا تھا اور وہ اس غم کو بھلانے کے لیے ایک سنگین راہ پر چل نکلا کہ جس میں ہزاروں معصوم لوگوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی سزائیں مل رہی تھیں اور ان میں ایک نین تارہ بھی تھی وہ سمجھتی تھی کہ جو غلطیاں اس نے زندگی میں کیں ان کا اسے یہی انجام ملنا چاہیے۔

وہ ایسی ہی ایک اندھیری رات تھی۔۔۔ جب بادلوں نے آسمان کو مکمل طور پر ڈھانپ رکھا تھا کہ شب کا چمکتا ہوا چاند بھی ان میں چھپا کرنیں بکھیرنے کی کوشش میں ہلکان پریشان سا تھا نین تارہ اسی کال کوٹھڑی میں جہاں زندگی کا سامان نہیں تھا مسلسل اڑھائی ماہ سے سکندر کے ستم کا نشانہ بنی رہی تھی ہر دن اس کے لیے ایک نیا امتحان لے کر طلوع ہوتا اور رات کی تاریکی اسی غم میں جو اس کی ذات کا حصہ بن گیا تھا اسکا روگ مناتے ڈھل جاتی مگر صد حیرت کے دو تین دن سے سکندر نہیں آیا تھا بس اس کا وہی وفادار بندہ اس کا کھانا لے کر مقررہ وقت پر رکھ کے چلا جاتا تھا وہ کبھی بھوک کی شدت سے خالی الذہنی کی حالت میں چند نوالے زہر مار کر لیتی مگر پھر خیال آنے پر اسی کھانے کو حلق میں سے نکالنے کی جستجو میں ہلکان ہو جاتی جو کہ اس ظالم کی طرف سے بھیجا گیا تھا انسان تھی کب تک یہ ستم سہتی اب وہ نہ روتی تھی نہ چیختی تھی نہ چلاتی تھی بس خلاؤں میں گھورتی رہتی۔ اس کا دمکتا حسن کہیں کھو گیا تھا اور وہ سوکھ کر کانٹا ہو چکی تھی۔ یوں لگتا کہ جیسے اسے یہ سب سہنے کی عادت ہوئی ہو اور اس اذیت کے زہر کو اس نے اپنا ساتھ بنا لیا تھا وہ تو اس شام بھی منتظر تھی کہ وہ آئے گا اس کا دل جلائے گا اسے مارے پیٹے گا پھر چلا جائے گا مگر وہ آج تیسرے دن سے نہیں آ رہا تھا مگر اس کی جگہ وہ آ گئی وہ کون تھی وہ اسے نہیں جانتی تھی مگر سیاہ لمبے اسکارف میں ملبوس وہ لڑکی وہی تو تھی جس کی سکندر کو تلاش تھی جسکی تلاش میں اسکی پوری ٹیم لگی تھی مگر وہ اسے مل نہیں پائی تھی اور اسے مل سکتی ہی نہیں تھی۔ کیونکہ وہ تو تعاقب تھی ایک نیکی جو بدی کے تعاقب میں کوئی ہے اور ایک ضمیر کی آواز بنکر سب گناہ کا گلا گھونٹ دیتی ہے سیاہ لباس میں ملبوس وہ لمبی اسمارٹ لڑکی اسے اٹھا کر اپنے ایک دو ہیلپر کی مدد سے باہر گاڑی تک لائی اور انہیں اپنے ساتھ بٹھا کر اپنے سفر پر روانہ ہو چکی تھی یہاں سے اس کی زندگی نے آغاز کیا تھا وہ جیسے پھر سے زندہ ہو گئی تھی اب تک وہ جہنم کی کسی گھاٹی میں زندگی گزار رہی تھی۔۔۔ مگر زندگی نے اسے وہاں سے نکلنے کا ایک موقع فراہم کیا اس میں قطرہ قطرہ سانس انڈیلی جا رہی تھی اور وہ اب سانس لینا اسے محسوس کرنا سیکھتی جا رہی تھی۔ سکندر ایک کار ایکسیڈنٹ میں بری طرح کچلا گیا تھا اور اور دفناتے سمے قبر میں اس کا وجود ٹکڑے ٹکڑے سمیٹ کر دفنایا گیا تھا اس نے دنیا میں ہی ساری زندگی ایک نفسیاتی عارضے کے ساتھ دوسروں کے ساتھ ساتھ خود کو سزا دیتے گزار دی تھی اور مرتے سمے بھی اس کا پورا وجود باقی نہیں تھا۔ آخرت میں خدا کے حضور جو جوابدہی کا سلسلہ وہ الگ کہانی ہے اس نے تو دنیا میں ہی انجام پا لیا تھا اور ایک لڑکی کی خاطر جسے سکندر کے باپ نے ہی قتل کروا دیا تا کہ انکا بیٹا خاندان میں ہی ان کی پسند کی لڑکی اپنی بچپن کی منگیتر سے شادی کر لے مگر ہوتا وہی ہے جو قسمت میں لکھا جا چکا ہو کبھی بھی زندگی اس طرح سے نہیں گزرتی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں کیونکہ قسمت کی زندگی اور موت کی دوڑ ہمارے نہیں خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے نین تارہ موت کی منتظر رہی مگر زندگی نے اس کی سانسوں کی دوڑ کو ٹوٹنے نہیں دیا اور وہ زندہ رہی حتی کہ سکندر کے گدا نشانا موبے میں بھی زندہ رہی اور مسز درانی کے ہمراہ بھی وہ زندگی گزاری جو گناہوں سے لیس ایک خوشنما خواب کی طرح تھی زندگی میں ہم لوگ ہمیشہ اپنی خواہشوں کے پیچھے بھاگتے ہیں خواب دیکھنا بری بات نہیں مگر گناہ کر کے اپنے خواب کی تکمیل کرنا غلط ہے اور رقیہ اگر نام بدل کر بھی اپنی قسمت نہیں بدل سکی یا سکندر ایک محبت کی ناکامی پر اتنی معصوم اور بے گناہ لڑکیوں کو سزائیں دے کر بھی سرخرو نہیں ہوا تو ایسے گناہ کو ہم نجات راہ سمجھ سکتے ہیں کیا۔ زندگی ایک دفعہ ملتی ہے اسے گزارنے کے لیے وہی منشور جو خدا اور اس کے رسول ﷺ نے کتاب وسنت کی صورت دیا اسی پر عمل کریں قرآن جس میں واضح طور پر کہا گیا کہ زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اسے اپنے لیے جہنم تک جانے کا وسیلہ بنانے کی بجائے اپنی خواہشوں پر قابو رکھنا سیکھیں۔ ختم شدہ۔

بے قصور ہوں میں شاید

---تحریر۔ کامران احمد۔ دھول رانجھا۔ منڈی بہاوالدین

شہزادہ بھیا، آج پہلی بار آپ کی محفل میں شامل ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے۔ یہ کہانی میرے ایک دوست کی ہے جس نے کسی سے محبت کی اور اس نے بھی اس سے محبت کی لیکن انجانے میں ہی وہ سب کچھ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا وہ اس کا انتظار کرتی رہی اور وہ اسکا وہ بھی دل برداشتہ ہو گئی تھی اور وہ بھی اور پھر اس لڑکی نے موت کو گلے سے لگا لیا لیکن کسی اور کی نہ ہو سکی۔ اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ یا رائٹر نہ ہو گا۔۔ باقی سب کو میری طرف سے سلام

انسان پر اس وقت رحم آتا ہے جب وہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی اس بات کی سزا پاتا ہے جو وہ خود بھی نہیں جانتا ہو وہ سزا اسے ہر لمحہ زندہ مر جانے پر اکساتی رہتی ہے۔

میں نے ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی اور اپنے والدین کو زمیندار پایا مجھ سے چھوٹے میرے تین بہن بھائی ہیں۔ دسویں کے بعد میں نے کالج میں داخلہ لیا کالج جانے کے لیے ہمیں بس کے ذریعے جانا پڑتا تھا دوسرے گاؤں کی لڑکیاں بھی اسی بس میں کالج جاتی تھیں مگر اس وقت تک پوری بس بھر جاتی میں انہیں اکثر جگہ دے دیتا ان ہی لڑکیوں میں ایک لڑکی بہت ہی معصوم اور خوبصورت تھی میں اسے اکثر دیکھتا تھا نجانے کیوں مجھے اس کی ایک ایک ادا پسند تھی آج جس جگہ میں بیٹھا ہوا تھا وہ اس سیٹ پر بیٹھ گئی میں نے جان بوجھ کر اپنی کاپی گرا دی اور وہ سیدھی اس کی حسین گود میں جا ری اس نے ایک بار کاپی کو دیکھا پھر بولی جی آپ کی کاپی تھینکس۔ میں اتنا ہی بول سکا پھر میں اسے دیکھتا ہی رہا میرے دل میں ایک عجیب قسم کی گھبراہٹ سی شروع ہو گئی۔ جب میں کالج سے واپس آیا تو میری سوچ نظریں دماغ پر وہی حسن کا مجسمہ سوار تھا اسے دیکھنے کے بعد میں کسی اور دیکھنا گناہ سمجھنے لگا تھا۔ کچھ دنوں بعد میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پیار کے کاغذ اور دل کی قلم سے ایک خط لکھا جو کہ اس طرح تھا

جان سے پیارے اجنبی۔ سلام محبت۔

میں آپ کا نام تو نہیں جانتا لیکن اتنا پتہ ہے کہ جب سے آپ کو دیکھا ہے آپ کا دیوانہ ہوں ہر پل آپکو دیکھنے کی خواہش رہتی ہے تم میری پہلی اور آخری محبت ہو میری اس معصوم محبت کو پلیز مت ٹھکرانا پیار جی آپ کے جواب کا انتظار رہے گا مجھے یقین ہے آپ میری محبت کا جواب پیار کے لفظوں میں دیں گی۔

فقط آپ کا دیوانہ۔ شازیب۔

اگلے دن میں نے وہ خط مروڑ کر اس کی طرف پھینک دیا جو کہ اس نے شاید تھوڑی دیر بعد اٹھا لیا ہو گا۔ جب کالج سے چھٹی ہوئی تو میں اس کا انتظار کرنے لگا لیکن ابھی تک وہ باہر نہ آئی میری نظریں اسے مسلسل ڈھونڈ رہی تھیں۔۔ آخر میں وہ آئی اور میری جان میں جان آئی۔۔ اس نے آتے ہی سلام

کے لیے ہاتھ بڑھایا میں نے جلدی سے اس سے سلام کے لیے ہاتھ آگے کیا اور پھر وہ جلدی سے بھاگ گئی اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا میرے سارے کپڑے پسینے سے بھیگ چکے تھے میں نے آج پہلی بار کسی لڑکی سے ہاتھ ملایا تھا مجھے آج کا دن بہت ہی عجیب اور خوشگوار لگ رہا تھا کہا جاتا ہے جب دل کا موسم خوش گوار ہو تو زندگی کے تمام موسم اچھے لگتے ہیں ایسا ہی آج کچھ میرے ساتھ تھا میں آج بہت خوش تھا لیکن جواب محبت نہ پاکر مایوس بھی تھا۔ میں نے دو تین دن انتظار کیا لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اس اجنبی پیاری کا گھر میرے گھر سے کافی دور تھا۔ میں یہ سوچ کر کہ اس محبت کا آخری خط ہے پھر سے قلم چلائی جس کی تحریر کچھ یوں تھی۔

ڈیئر اجنبی دوست۔

محبت کا جواب نہ پاکر بہت دکھ ہوا سوچا تھا کہ زندگی میں کوئی ایک سچا پیار کرنے والا ہو جس سے میں دکھ سکھ بانٹ سکوں لیکن میرے خیال میں آپ مجھے اس قابل نہیں سمجھتی تو ٹھیک ہے اگر کل ہمارے گیٹ کے اندر صرف ایک عدد سرخ پھول نہ گرا ہو تو میں پھر کبھی آپ کو تنگ نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کے سامنے آؤں گا۔

فقط۔صرف آپ کو چاہنے والا شازیب۔

میں نے یہ خط کسی طریقے سے اس کے گھر بجھوا دیا۔ میں ساری رات اس کے خیالوں میں سو نہ سکا صبح میں نو بجے اٹھا اور میں نے اپنے گیٹ کے سامنے والی جگہ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن مجھے میرے پیار کی کوئی نشانی نظر نہ آئی میں اور مایوس ہو گیا۔ میں اس کی یاد میں پاگل سا ہونے لگا تھا یا خدا اگر محبت بنائی ہی ہے تو اس کو ملا بھی دیا کر میرے منہ سے نجانے کیا کیا نکل رہا تھا پتہ نہیں اس اجنبی کے اندر دل تھا کہ پتھر جو کہ موم ہی نہ ہو رہا تھا۔

کاش کوئی ہمیں بھی یاد کرنے والا ہوتا
پلکوں پر بٹھا کر پیار کرنے والا ہوتا
اسی لیے تو ہم کبھی روٹھے نہیں اے جان
ہم روٹھ جاتے کون ہمیں منانے والا ہوتا

ہمیں کالج سے چھٹیاں ہو چکی تھیں آج پورا ایک ہفتہ گزر چکا تھا میں اپنی محبت کو فنانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

کاش میں مصور ہوتا تیری تصویر بنا لیتا
تو پاس نہ بھی ہوتا اس سے ہی دل بہلا لیتا

میں پورا ایک ہفتہ گھر میں سے باہر نہیں نکلا تھا میرے سب سے چھوٹے بھائی کو اماں ہاتھ پر پٹی کر رہی تھی جب میں نے پوچھا تو اماں بولی آج صبح صبح ہی کوئی بدتمیز اتنے سارے پھول گھر میں پھینک گیا ہے اور یہ ان پھولوں سے کھیلتے ہوئے زخمی ہو گیا ہے یہ سننا تھا کہ میری بجھی امیدیں پھر سے روشن ہو گئیں مجھے کچھ ہوش نہ رہا مجھے کچھ سمجھ نہ آرہی تھی کہ میں کیا کروں میں خوشی سے جھومنے لگا میں نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کے گھر کی طرف دوڑ لگا دی میں نے ان کے گھر سے پتہ کیا لیکن وہ نہ ملی انہوں نے مجھے ایک کاغذ پکڑایا میں نے اس کاغذ کی تہہ کھولی اور پڑھنے لگا۔

جان سے پیارے۔صدا خوش رہو۔

مجھے امید ہے کہ یہ خط تمہیں میرے مرجانے کے بعد ہی ملے گا اے پیار کے پیاسے تم نے مجھے صرف ایک پھول کہا میں نے تو پھولوں کی آدھی دکان تیرے نام کر دی اس کے بعد میں تمہارا انتظار کرتی رہی میں بار بار باہر دیکھتی کہ وہ آگیا لیکن تم نے بے وفائی کی مجھے محبت کا جام پلا کر کیوں نہیں آئے میرے گھر والوں نے میری شادی طے کر دی تھی وہ صرف مجھ سے ہاں سننا چاہتے تھے مجھے یقین تھا کہ میرا محبوب آئے گا اور مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا ایک ہفتہ ایسے ہی گزر گیا اور پھر مجھے زبردستی دلہن بنایا گیا۔ میرا بھائی مجھے بار بار ہاں کرنے کو کہہ رہا تھا لیکن میں تیرے سوا کسی اور کی دلہن بننا گناہ سمجھتی تھی اور پھر میں نے خود کو اسی رات ختم کر دیا۔ پیارے بے وفا دوست خوش رہو۔

فقط۔تمہاری پجارن انیلہ۔

یہ خط خنجر کی طرح میرے دل میں پیوست ہو گیا میں وہی پر گر پڑا وہ مجھے اتنا چاہتی تھی اور اتنی چاہتی رہی اور میں۔ میں اتنا بے خبر رہا میری آنکھوں سے ایک نہ رکنے والا آنسوؤں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ انیلہ تم نے یہ کیا کیا میں بے وفا نہیں تھا جانم نہیں تھا میں بے وفا میں کبھی خود کو معاف نہ کر پاؤں گا مجھے ہر طرف میرا ضمیر مجھ سے کہنے لگے بے وفا ہو تم ظالم ہو قصور ہو ہو تم نہیں نہیں۔۔ میں بے قصور ہوں میں ظالم نہیں ہوں میں اس سے اس سے بھی زیادہ پیار کرتا تھا لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مجھ سے ہمیشہ کے لیے اتنی جلدی چلی جائے گی میری آنکھوں میں آنسو دے کر۔

قارئین کرام اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ میں بے قصور ہوں ہاں۔نہیں۔۔۔ میں بیوفا بے قصور ہوں میں شاید۔۔

غزل

ساتھی غم کا ساز نہ چھیڑو
میں نے کافی صدمے جھیلے
میں نے آنسو ضبط کئے ہیں
سینے میں پلتے ہیں طوفان
جاؤ دکھ کی بات نہ چھیڑو
ہاں سچ ہے ہم ہی برے ہیں
نوکیلے کانٹوں پر چل کر
ہم نے نبھائی رسم محبت
دار کے پھندے تک کو چوما
اور نبھائی رسم الفت

پھر بھی ہم مطعون ہوئے ہیں
سب کچھ اپنا قربان کر کے
کیا تم کو معلوم ہے
ارض وطن کی مٹی میں ہے
اپنے دوپٹے میں باندھی ہے
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پہ
اس مٹی کی ہوگی حفاظت
یہ مٹی دل وجان سے پیاری
عصمت وناموس سے پیاری
اس کی حفاظت عین عبادت
اس کا تحفظ فرض ہے میر
پشتوں سے ہم چومتے آئے
اس کی خاطر دار کے پھندے
جاؤ دکھ کی بات نہ چھیڑو
جب تک جسم میں روح رہے گی
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پہ
اس مٹی کی ہوگی حفاظت

نائیلہ طارق۔لیہ۔

غزل

اٹھاؤ ہاتھ اپنے اور حروف التجا ڈھونڈو
مریض لا دوا کے واسطے کوئی دوا ڈھونڈو
بھلا کر رنج سارے اور مٹا کر نفرتیں دل سے
جفا کے شہر سے نکلو کوئی دشت وفا ڈھونڈو
نہیں اک شخص بھی محفل اگر تم سے جہاں بھر میں
کمی تم ذات میں اپنی کہیں سے خطا ڈھونڈو
زمین و آسمان میں اور سمندر میں نہ صحرا میں
اگر دل ہے خدا کا گھر تو پھر اس میں خدا ڈھونڈو

(عامر سہیل جگر راجپوت بھٹی، سمندری فیصل آباد)

دودل ایک جان

---تحریر: شازیہ چوہدری۔ شیخوپورہ---

محترم بھیا۔ اسلام وعلیکم۔ آج پھر ایک کہانی دودل ایک جان لے کر حاضر ہوئی ہوں امید ہے کہ دوسری کہانیوں کی طرح اس کو جلد جگہ دیں گے یہ ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس کے پاس سب کچھ ہوتا تھا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ سب کچھ اس سے لوٹ لیا تھا وہ بے گھر ہوگئی لیکن ہمت نہ ہاری اور جس نے اس کا ساتھ دیا وہ اس کی ہمیشہ کے لیے ساتھی بن گئی اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام فرضی ہیں جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہ ہوگا مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی باقی سب کو سلام۔

یہ کہانی ہے ایک ایسی لڑکی کی جو کشمیر کی خوبصورت سرزمین پر پیدا ہوئی جس کی پیدائش سے بچپن اور پھر بچپن سے جوانی تک کا سفر عیش وعشرت سے گزرا ماں باپ کی پیاری بھائی کی جان اور ہر ایک کے آنکھ کا تارا تھی ریشماں کتنا میٹھا پیارا نام ہے زبان پر آتے ہی دل میں پرسکون سی نمی لگتی ہے ریشماں کے والد کشمیر میں ایک پرائمری سکول کے ٹیچر تھے آباؤ اجداو میں سب تھا لیکن اپنی خوشی اور ٹائم پاس کے لیے یہ جاب کرتے تھے کشمیر کے حالات ان دنوں کافی خراب تھے آئے دن کرفیو لوٹ مار خون خرابہ جیسے کہ نظر ہی لگ گئی تھی دنیا کی اور اس جنت کو نور آپا ریشماں کی ماں ان کے تو سبھی رشتہ دار کشمیر چھوڑ کر لاہور آبسے تھے لیکن ریشماں کے والد کو ہرگز گوارہ نہ تھا کہ اپنی سرزمین چھوڑ کے جاؤں وہ یہی کہتے کہ اگر کبھی ایسا وقت آئے تو خدایا مجھے اٹھالینا بس انہی باتوں سے نور آپا خاموشی اختیار کرلیتی اور وہ اپنے شوہر گل زمان سے بے پناہ محبت بھی کرتی تھی تبھی حالات کے آگے مجبور ہوکر دلبرداشتہ ہوکے گل زمان کو رسوا کردیتی لیکن جب دیکھتی کہ میری بات کی تکلیف سے زمان روٹھ گئے ہیں تو پھر اندر ہی اندر رو لیتی گل زمان اور ریشماں دونوں باپ بیٹی میں بہت دوستانہ پیار تھا جبکہ امی کے سامنے حسد ہی آنکھوں میں آتی کہ بابا کی لاڈلی بیٹی ہے اور میری نہیں وقت ہنستے کھیلتے گزرتا گیا ہر نئی صبح نئے انداز سے آغاز کرتی تو کبھی شام کا اختتام انوکھا ہوتا۔ پھر ایک دن کہر کے کالے بادل بھی چھائے ان کی دنیا میں ہر وہ خوشی دبی رہ گئی ہر وہ امید بھی ٹوٹ گئی ساتھ ایسے چھوٹا کہ گر کے سنبھلنے کی کوئی امید نظر نہ آئی۔ گل زمان جس پرائمری سکول میں پڑھاتا تھا وہاں ایک دن اچانک ایک گروہ آنکلا جو پناہ کی غرض سے تھا انہوں نے چند بچوں کو بھی بند کرلیا گل زمان نے نہ ہمت ہارتے بلکہ اپنی جان کی حفاظت کی اور بچوں کی بھی اور جو گروہ آیا تھا ان کو بھی بڑی بہادری سے پولیس کے حوالے کردیا۔ کچھ وقت کو بڑی ہمت کا کام کر دکھایا لیکن جاتے وقت وہ دھمکی لگاتے گئے واپسی پر راستے میں بہت سے لوگوں نے گل زمان کو آگاہ رہنے کو بھی کہا کہ بہتر ہے تم کہیں اور چلے

جاؤ جب بات رفع دفع ہو جائے گی تو آ جانا
مان کو یہ گوارہ نہ تھا آخر کار ایک منحوس دن
مان اپنی روز کی روٹین سے سکول آئے
ئبریری میں تھے کہ اچانک ایک زور دار
لہ ہوا اور سارا اسکول مٹی کا ڈھیر بن گیا بہت
انیں گئیں پھر جب یہ خبر نور آپا تک گئی تو وہ
مدمے سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی جیسے سارا
ار ک گیا ریشماں اکیلی ہو گئی اس نے بڑی
جناتے ہوئے گھر کو سنبھالا اپنی امی اور بھائی
لے کر بہت دور ایک شہر میں ماموں کے گھر
ئی اب یہاں کشمیر میں سوائے پرانی یادوں کے
نہ تھا یہاں ماموں بھی شہر میں ایک دکان چلا
رایہ کے گھر میں گزر بسر کرتے تھے حالات کو
لنا اتنا ممکن تو نہ تھا مگر ریشماں ہمت نہ ہاری
جہاں ماموں سلیم کرایہ دار تھے وہاں کے
میں عاصم نامی ایک لڑکے کا سکہ تھا وہ
ں کے ساتھ بھلا اور نام سے اس علاقے
یک غنڈہ مشہور تھا۔ عاصم کے کہنے کو خود تو یتیم
ن اس علاقے میں ایک مشہور اور نامی گرامی
کا ساتھی تھا جو وہاں کے لوگوں کو ڈرا
کے وصولی کرتا تا اور عاصم کے سر پر اسی کا
عا ریشماں کی پرورش جس خاندان میں ہوئی
ڈر جھوٹ کا سہارا غریب جیسی کسی چیز کا نام
یہی وجہ تھی کہ جب وہ اپنے ماموں کے گھر
آئی تو کسی نہ کسی بات پر عاصم سے آئے دن
تو کبھی غصہ ہو جاتی آخر کار کئی ماہ تک یہ
چلتا رہا سلیم میاں اکثر اسے سمجھاتے کہ
ان بات بات پر ایسے انسان کے منہ نہ لگا
ہمارا اس سے مقابلہ نہیں بلکہ ہم مجبور ہیں
ں کرایہ پر رہتے ہیں اپنے حالات اور امی کی
ت دیکھ کر درگزر کرو۔ یہ انسان ہمارے
روں کام آنے والا ہے ریشماں خاموش

ہو جاتی بہر حال عادت سے مجبور بندے کی بات
سن کر غصہ تو آئے گا ہی نہ ریشماں حالات کی اس
رو میں بہتے حالات کو سنبھالنے کی کوشش میں تھی نہ
تو واپس جانے کی امید اپنے آشیانے کو کیسے
سنبھالنا اور نہ ہی وقت کے اس طوفان کو روکنے کی
ہمت اوپر سے ماموں جان کا اپنا گزر مشکل سے
تھا شہر میں پھر یہ تین اور لوگ جن کا گزارا مشکل
تھا مگر ممانی دل کی بہت اچھی بھلی تھی وہ سلیم کو
سمجھاتی کہ کوئی بات نہیں سب مل کر بانٹ کر
کھائیں گے حالات نے اگر نور آپا کو ہی چنا ہے
امتحان کے لیے تو ہم سب ساتھ ہیں مگر سلیم کے
اوپر سے یہ باتیں گزر جاتی ریشماں اندر ہی
اندر جانتی تھی کہ ماموں ناخوش ہیں ان کے آنے
پر مگر وہ انجان جگہ لوگوں سے واقف بھی کیا تھی
اور حالات ایسے تھے کہ کسی غیر پر بھروسہ کرنا
مشکل بھی تھا حالانکہ یہاں ہیں بھی کتنے اور تھے
اپنے سوائے ایک ماما کے آخر کار ریشماں نے سوچا
کہ وہ نوکری کرے گی شاید یہ تعلیم کا سرمایہ ہی
وقت خرچ کرنے کا وسیلہ تھا ادھر ادھر تلاش شروع
کر دی۔ کئی جگہ بھاگ دوڑ بھی کی مگر کچھ نہ ہوسکا
پھر ایک دن اچانک مامی نے عاصم سے کہا کہ
ریشماں بے حد مجبوری میں کشمیر سے یہاں اپنی
بیمار ماں اور بھائی کو لے کر آئی ہے اس کے والد
کے ساتھ جو بیتی سب کہانی سنائی عاصم دل کا برا تو
پہلے ہی نہیں تھا جب ریشماں کی حقیقت سے
واقف ہوا تو بے حد شرمندہ ہوا اپنے کیے پر اور
دل ہی دل میں ارادہ کر لیا کہ اس سے معافی
مانگے گا اور اس کی ماں کا علاج بھی اچھی جگہ
کروائے گا ممانی تارا کو عاصم نے تسلی دی کہ میں
کچھ کرتا ہوں آپ فکر نہ کریں بس اس اونچے
ناک والی کو اتنا سمجھاؤ کہ مجھ سے الجھا نہ کرے
دوسرے دن عاصم دوسرے دن عاصم نے بڑے

ڈاکٹر سے مشورہ کیا اور ٹائم لیا نور آپا کو چیک
کروانے کا مگر اب خود یہ بات ریشماں سے کہنا
بھی اپنی انا کے خلاف تھا مگر نور آپا کے لیے ممانی
سے کہا اور ممانی نے ریشماں کو رضامند کر لیا اگلے
دن آپا ریشماں اور عاصم ڈاکٹر کے پاس چیک
اپ کروانے گئے ڈاکٹر نے دیکھ کر ان کو تسلی دی
کہ اگر علاج ٹھیک سے کروایا جائے تو یہ ٹھیک
ہو جائیں گی مگر علاج بہت مہنگا ہے اس پر جہاں
ریشماں کو تھوڑی سی امید کی خوشی جاگی تھی وہاں
پریشانی نے آنکھوں میں آنسو بھر دیئے اور ڈرے
ڈرے لہجے سے پوچھا ڈاکٹر صاحب کتنا خرچہ
ہو جائے گا ڈاکٹر صاحب نے تقریباً تین لاکھ کا کہا
اور سٹارٹ میں بیس پچیس ہزار سے شروع ہوگا
بتایا یہ سن کر ریشماں خاموش ہو گئی مگر عاصم نے کہا
ڈاکٹر صاحب انسان کی جان سے بڑھ کر کچھ نہیں
آپ نے کہا یہ ٹھیک ہو جائیں گی تو بس شروع
کریں اللہ کا نام لے کر خرچے کی فکر نہ کرو آپ
۔ ریشماں بے حد خوددار لڑکی تھی وہ اپنی مصیبت
میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی اس نے ماموں
سے بات کی تو وہ کہنے لگے ریشماں تجھے پتہ ہے
کہ میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر ادھر آ بسا ہوں
میرے پاس اتنا کہاں ہے اگر عاصم مدد کر رہا ہے
تو لے لو الٹا تم کہیں جاب کر کے اس کا قرضہ
اتار دینا ریشماں نے وقت کا فائدہ اٹھایا اور اس
بات پر آمادہ ہو گئی کہ عاصم مجھے کہیں نوکری دلوا دو
عاصم نے ایسے پاس ہی ایک فیکٹری میں سلائی کی
نوکری دلوا دی۔ گھر کا کچھ گزر بسر ہونے لگا
ماموں سلیم کا بھی ساتھ بنا اور ادھر عاصم نے نہ
صرف ریشماں کے بھائی کا سکول داخلہ کروایا
بلکہ اس کی والدہ نور آپا کا علاج بھی کروایا اس
سارے کام کے دوران جہاں دونوں میں غصہ
اور دوسرے سے انا ناک پر جھگڑا ہر وقت تھا

وہاں دیکھتے ہی دیکھتے ایک دوجے کے لیے
ہمدردی خلوص پیار ہو گیا ریشماں جب بھی
سویرے کام پر جاتی تو عاصم کے لیے ٹفن
میں ناشتہ بنا کر لے جاتی اور فیکٹری جانے سے
پہلے اسے ضرور ملتی اور اب عاصم کا اسے دیکھے بنا
وقت نہ گزرتا آہستہ آہستہ یہ رشتہ محبت بنا ایک
دوجے کے لیے وقت کیسے چلتا گیا پتہ ہی نہ چلا مگر
ایک بات نے ہمیشہ ریشماں کے دل پر دستک دی
کہ کاش اس کے بابا جانی اس کے ساتھ ہوتے
ان کی کمی کوئی بھی پورا نہیں کر سکتے خداوند کریم
ان کی محبت کو ہمیشہ قائم رکھے ریشماں کے دل
میں جو پیار عاصم کے لیے جنم لے چکا تھا وہ
بھروسہ ہمیشہ بنا رہے سچی محبت کسی خوش نصیب
والے کو ہی ملتی ہے یہ ہر ایک کا مقدر کہاں۔ جس
کی زندگی میں کسی اپنے کا ساتھ نہ ہو تو زندگی بے
رونق ہی لگتی ہے۔

ذات بن کر میری ذات میں رہا کرتا تھا
اک شخص ہے جو مجھ میں بسا کرتا تھا
میرے چہرے میں نظر آتا ہے چہرہ اس کا
اس کا تبسم میرے ہونٹوں پر کھلا کرتا تھا
میرے لفظوں سے ادا ہوتی ہیں باتیں اس کی
میرے لہجے سے غرور اس کا چھلکا کرتا تھا
میری نیندوں پر ہے برسوں سے حکومت اسکی
خواب بن کر میری پلکوں پر سجا کرتا تھا
اس حد تک میری ہستی میں موجود ہے وہ شخص
میرے ہر نقش میں عکس اس کا ملا کرتا تھا

شازیہ چوہدری۔ شیخوپورہ۔

اب جس کے جی میں آئے وہی روشنی پائے
ہم نے تو دل جلا کر سرعام رکھ دیا

ریاض احمد۔ لاہور

برا انجام

---تحریر: محمد دین رحمانی اینڈ ساحل رحمانی۔ خانیوال۔

جناب شہزادہ التمش صاحب خدا آپ کو اور ادارے کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے آمین۔ میرا نام محمد دین رحمانی ہے اور میں خانیوال کا رہائشی ہوں مجھے آپ کا جواب عرض بہت ہی پسند ہے میں ہر ماہ اس کو پڑھتا ہوں اور کئی سالوں سے اس کو پڑھتا چلا آ رہا ہوں لیکن کچھ گھریلو حالات کی وجہ سے مجھے کچھ عرصہ کے لیے جواب عرض سے دور رہنا پڑا لیکن پھر اس میں شامل ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔ مجھے شہزادہ عالمگیر کی موت کا علم ہوا تو یوں لگا جیسے ایک عظیم انسان ہم سے دور ہو گئے ہیں۔ بہت بڑا صدمہ ہوا ہم آج اس کے سائے سے محروم ہو گئے ہیں میرے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے سانس رک گئی تھی پھر جب ماہنامہ دیکھا تو دل کو تسلی ہوئی۔ کہ شہزادہ عالمگیر کے مشن کو پورا کیا جا رہا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک شہزادہ عالمگیر کو جنت میں ایک اعلیٰ مقام دے وہ جنت کے باغوں مین سیر کریں اور اللہ پاک شہزادہ صاحب کو رسول پاک ﷺ کا دیدار نصیب فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ مجھے ڈرامے لکھنے کا بہت شوق ہے جو کہ میں نے ٹی وی کو بھیجے ہوئے ہیں۔ جو کسی بھی وقت ٹی وی سکرین پر ظاہر ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے لکھنے کا بہت شوق ہے جو میں جواب عرض میں پورا کرتا ہوں میں اپنے ایک دوست کی کہانی کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں امید ہے اس کو شائع کر کے مجھے شکریہ کا موقع دیں گے۔ یہ کہانی نوجوان نسل کے لیے ایک اہم کردار ادا کرے گی۔ اور اس کے تمام مقامات نام اور وغیرہ میں نے تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی بھی دل شکنی نہ ہو ادارہ یا رائٹر اس کا ذمہ دار نہ ہو گا۔

محمد دین رحمانی۔ خانیوال۔ 0300.9717917

میں نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو پورے محلے میں شریف تھا میرے ابو ایک کی بہت بڑی الیکٹرونکس کی شاپ تھی ہم تین بھائی بڑا بھائی انور ایک کمپنی میں جاب کرتا تھا جو پندرہ بیس ہزار کما لیتا تھا ہم دونوں بھائی سکول میں پڑھتے تھے میرا چھوٹا بھائی دانش بہت ذہن تھا کم تو میں بھی نہیں تھا ہمارے سکول میں میرے محلے کا ایک لڑکا شہباز مجھے اس نے ایک لڑکی کا نمبر دیا جو ہماری ہی کلاس میں پڑھتی تھی مجھے اس بات کا بالکل بھی علم نہیں تھا پہلے میں نے سوچا کہ چھوڑو ہمیں کیا ضرورت ہے لڑکیوں کی چکر میں پڑھنے کی پھر شیطانی وسوسہ ذہن میں آیا کہ ایک ٹرائی کر کے دیکھوں تو سہی میں نے اپنے بیگ سے نمبر نکال کر ڈائل کیا آگے فون کی گھنٹی بجی پھر جب تیسری بل گئی تو آگے سے ریسو کیا۔

ہیلو ہیلو وہ کوئی کوئل جیسی آواز تھی جو بول رہی تھی۔ مجھے پہلے تو بہت خوشی پھر سوچا کہیں برا بھلا نہ کہہ دے خیر میں نے ہیلو کہا۔

اس نے کہا کون ہو تم فون کرنے کا مقصد

میں نے کہا رونگ نمبر مل گیا ہے۔

وہ بولی۔ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔

میں نے کہا آپ کا نام کیا۔

وہ بولی میرا نام پلک ہے۔
مجھے یہ نام بہت پیارا لگا میں نے کہا مجھ سے دوستی کرو گی۔
اس نے کہا آپ کون ہو کہاں رہتے ہو ۔ساتھ ہی ہنسی۔ واہ ایک ہی کال کرنے سے دوستی ہوجاتی ہے کیا۔
ہاں ہوجاتی ہے۔
وہ کیسے جی۔ وہ مسکرائی۔
بس دیکھتی جانا۔ میں نے کہا اور پھر میں اس کو ہر روز فون کروں گا اور دس دن میں ہماری دوستی ہوجائیگی۔ یہ میری شرائط ہیں۔
مجھے منظور ہے اس نے فوری کہا اور پھر ہماری ہر روز فون پر بات ہونے لگی۔ آہستہ آہستہ مجھے اس سے پیار ہونے لگا پلک سے۔
پھر ایک دن میں اپنی گیلری میں بیٹھا فون کرر ہا تھا کہ میری امی آگئیں مجھے یوں چھپ کر فون کرتے ہوئے دیکھ کر ان کو غصہ آگیا فوری بولیں کس سے بات کرر ہے ہو میں نے کوئی جواب نہ دیا انہوں نے مجھ سے فون چھین لیا۔ اور ساتھ مجھے مارا بھی اور کہا۔ کیا یہ پڑھائی کرر ہے ہو آج آنے دو تمہارے ابو کو تیرا علاج کرواتی ہوں میں بہت پریشان ہوگیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ابو اب مجھے سکول نہیں جانے دیں گے جب شام کو ابو گھر آئے تو امی نے کچھ نہیں بتایا مگر مجھے یقین تھا کہ امی کبھی بھی ابو کو بتادیں گی ہم سب نے مل کر شام کا کھانا کھایا مگر مجھے پلک کی یاد آرہی تھی میں نے امی کے کمرے سے اپنا موبائل چوری سے ان کے پرس سے نکال لیا۔ اور جلدی جلدی پلک۔ کو فون کیا پلک بھی میرے بغیر اداس تھی جب میں نے موبائل آن کیا تو فورا پلک کا فون آگیا میں نے جلدی سے یس کیا پلک کی آواز میں ایک زور دار غصہ تھا کہا کیوں آف کیا موبائل مجھے اس بات کا جواب دو۔ میں اس کو کیا بتاتا۔ کہ مجھے تو مار بھی کھانی پڑی تمہاری وجہ سے وہ بہت غصے میں بولی اب کبھی بات نہیں کروں گی میں نے پلک کو ساری بات جلدی سے بول دی۔ پھر اس کا غصہ کچھ کم ہوا۔
بولی مجھے بتادیتے اگر کوئی تمہاری وجہ سے مرجاتی تو۔۔۔
میں نے کہا ایسا کبھی پھر مت کہنا۔ آپ کی زندگی کے ساتھ ایک اور زندگی آپ کی منتظر ہے پلک نے کہا۔ کیا کہا آپ نے۔
میں نے کہا ہاں مجھے تم سے پیار ہوگیا ہے پلک نے دھیرے سے کہا۔
جو حال میرا ہے مطلب آپ کا بھی ہے۔ میں نے جذبات میں آکر کہا۔
میں تمہارے بن ایک پل بھی الگ نہیں رہنا چاہتا۔ تم سے ملنا چاہتا ہوں
ٹھیک ہے۔۔ تم میرے سکول میں آجاؤ صبح آٹھ بجے میں تمہارا انتظار کروں گی۔
تمہارا اسکول کہاں ہے میں نے پوچھا۔ اس نے سکول کا نام بتادیا تو میں نے کہا۔
میں بھی اسی سکول میں پڑھتا ہوں۔
کون سی کلاس میں۔ وہ جلدی سے بولی
میں نے کلاس کا بتایا تو فوری بولی تم میری کلاس ہی پڑھتے ہو اور مجھے پتہ نہیں ہے۔۔۔۔۔
میں یہاں ایک بات بتاتا چلوں کہ مجھے لڑکیوں سے بات کرنا اچھا نہیں لگتا تھا میں صرف گھر سے سکول اور سکول سے گھر تک موجود تھا میں نے کبھی لڑکیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے یہ پتہ تک نہیں ہوتا تھا کہ میری کلاس میں کتنی لڑکیاں ہیں کیا کیا نام ہیں ان کے جب صبح ہوئی تو میں بغیر ناشتہ کے اپنے چھوٹے بھائی دانش کو بھی ساتھ نہ لے کر گیا تھا وقت سے پہلے ہی گھر سے نکل پڑا اور ساڑھے سات بجے سکول کے مین گیٹ پر پہنچ

گیا۔ مجھے بہت بے صبری سے پلک کا انتظار تھا پلک ٹھیک آٹھ بجے پہنچی میں نے دیکھ کر اسے سلام کیا اس نے بھی میرا دل بہت زیادہ تیز اور گولی کی طرح دھڑک رہا تھا پلک نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا پھر کہا آؤ۔ بازار میں چلتے ہیں ہم دونوں ایک جوس شاپ پر چلے گئے۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر دو گلاس جوس کا آرڈر دیا۔ پھر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر بہت سارے وعدے اور قسمیں کھائیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونے والی کبھی ہم ریسٹورنٹ میں جاتے اور کبھی پارک میں ہم تقریبا ایک سال تک ایسے ہی مختلف جگہوں پر ملتے رہے میرا پیار اتنا زیادہ ہوگیا میں جب تک پلک کو نہ دیکھ لیتا میرا دن سکون سے نہیں گزرتا تھا۔
ایک دن اچانک میری ملاقات شہباز سے ہوگئی جس نے مجھے پلک کا نمبر دیا تھا مجھے دیکھتے ہی بولا تمہاری دوستی کہاں تک پہنچی ہے میں نے انجان بن کر کہا۔
کس سے دوستی۔ میری بات سن کر وہ بولا تمہاری اور پلک کی۔ میں نے دل میں سوچا اس کو کیسے پتہ چلا کہ میری دوستی پلک سے ہوچکی ہے میں سمجھا شاید اس نے پلک سے پوچھا ہو میں نے کہا۔
ہاں دوستی پیار میں تبدیل ہوگئی ہے۔ میری اس بات پر شہباز مسکرادیا۔ اور بولا۔
تم پاگل ہو ایسی لڑکی سے پیار کرتے ہو جو مجھ سے بھی پیار کرتی ہے مجھے غصہ آگیا۔ میں نے شہباز کو کہا ہمارے پیار کو گالی مت دو ہمارا پیار پاک ہے شہباز نے کہا۔
پاک نہیں بلکہ ناپاک ہے اگر نہیں یقین تو یہ دیکھو پلک کی رات کو میرے نمبر پر کال آئی تھی میں نے اس کا موبائل چیک کیا تو مجھے یقین ہوگیا کیونکہ وہ نمبر پلک کا ہی تھا مجھے چکر آنے لگے میری حالت دیکھ کر شہباز نے کہا۔
تم پاگل مت بنو ایسی لڑکی شادی کے قابل نہیں ہے جو بدکردار ہو۔
میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا صاف صاف بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔
وہ بولا ہم دونوں دو بار مل چکے ہیں اور ایسے مل چکے ہیں جیسے میاں بیوی۔ تم بھی وہی کرو جو وہ چاہتی ہے وہ تمہیں پاگل بنارہی ہے وہ ایک ایسی لڑکی ہے جو نجانے کتنے لوگوں سے ملتی ہے اور مجھے سب کچھ بتاتی بھی ہے۔ مجھے شہباز کی باتیں جھوٹ لگ رہی تھیں وہ ہمارے پیار سے جلتا تھا شہباز نے کہا اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو یہ بات کرکے دیکھ لو ساتھ ہی اس نے پلک کا نمبر ملادیا۔ شہباز نے موبائل کا والیم اوپن کردیا اور کہا۔ میری جان تم کہاں مجھے ملنا نہیں ہے
پلک بولی کیوں نہیں میں کل ملوں گی۔ پرانی جگہ پر پلک کی یہ بات سنتے ہی مجھ پر جیسے صدمہ کی حالت طاری ہونے لگی پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور سوچا کسی نے سچ کہا ہے کہ ایسے پیار میں سوائے ندامت کے کچھ نہیں ملتا اب میں نے ارادہ کرلیا میں اسے سبق سکھاؤں گا میں نے یہ بات پلک سے چھپا کر رکھی اسے خبر تک نہیں ہونے دی کہ شہباز اور میں دونوں دوست ہیں پلک نے میری زندگی برباد کی اب مجھے اس سے بدلہ لینا تھا میں نے پلک کو اپنے دوست کے گھر پر بلوایا اور جو بہت سالوں سے ویران پڑا ہوا تھا وہ آنے کو رضا مند ہوگئی۔ اس ویران گھر میں کوئی نہیں تھا میں نے اپنے دوست سے چابی لے لی تھی۔ جب پلک آئی تو اس کی آنکھیں کچھ ایسا بول رہی تھیں کہ وہ پیار نہیں کرتی کچھ اور ہی چاہتی ہے ہاں ایسی لڑکی کو کیا پتہ کہ پیار کیا ہوتا ہے وہ ایک عیاش لڑکی تھی پھر اس نے مجھے بھی عیاش بنادیا اور ہم دونوں ہر آٹھ دن کے بعد ملتے۔ اب میرا پڑھائی سے دل نہیں لگتا تھا کچھ دن

بعد پتہ نہیں پلک کو کیا ہوا کہ اس کا موبائل آف ہوگیا۔ میں تو جیسے پاگل ہوگیا۔ اس نے مجھے ایسی حالت میں پہنچادیا تھا کہ میں خود کو روک نہیں پا سکتا تھا میں نے فلمیں دیکھنا شروع کردیں۔ میں نے ایک روگ اپنے آپ کو لگالیا ااور میری حالت دن بدن بگڑتی جانے لگی۔ میرا ایک اور دوست بن گیا اس نے مجھے ایک لڑکی سے ملوایا۔ جو بہت ہی خوبصورت تھی لیکن وہ ایک گاؤں کی رہنے والی تھی۔ میں اس سے ملنے لگا لیکن میں محسوس کرنے لگا کہ اس لڑکی کو مجھ سے پیار ہوگیا تھا۔ اس نے ایک دن کہہ ہی دیا کہ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے میں نے کہا میں تم سے شادی نہیں کرسکتا ہم صرف اچھے دوست رہ سکتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر وہ ناراض ہوگئی اور پھر مجھے دوبارہ ملنے نہ آئی۔ میری حالت دن بدن خراب ہونے لگی تھی میں نے گھر والوں کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا لیکن میری امی نے جان لیا کہ میں دن بدن کمزور ہوتا جارہا ہوں۔ انہوں نے ابو سے کہا اور ابو مجھے لے کر ڈاکٹر کے پاس چلے گئے۔ ڈاکٹر نے میرا چیک اپ کیا۔ اور انہوں نے بتایا۔

آپ کا بیٹا اندر سے کھوکھلا ہوچکا ہے۔ پھر بھی ہم اسے بچانے کی پوری کوشش کریں گے علاج پورے ایک سال کا ہے اگر ایک سال میں ٹھیک نہیں ہوا تو ہم پھر کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ میری پوری فیملی بس روئے ہی جارہی تھی۔

میرے ابو نے ڈاکٹر سے کہا پلیز ہمارے بچے کو بچالو پیسے کی فکر نہ کرنا۔ میرے بھائی کو بھی خبر ہوگئی وہ بھی کچھ دنوں کی چھٹی لے کر آگیا۔ شاید امی نے ان کو فون کردیا تھا۔ اب میں اپنے گھر والوں کو دیکھتا تو مجھے رونا آجاتا۔ سب ہی میرے لیے دعا کررہے تھے میرا علاج شروع ہوگیا۔ میرے ماموں کی بیٹی شائستہ مجھے پسند کرتی تھی یہ مجھے علاج کے دوران پتہ چلا وہ میرے لیے دن رات دعائیں مانگتی تھی۔ مجھے وقت پر دوائی دیتی شائستہ سے ماموں کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ جب تک حسن ٹھیک نہیں ہوجاتا میں گھر نہیں جاؤں گی ماموں نے اوران کے گھر والوں نے بھی آمادگی ظاہر کردی تھی علاج کے دوران میں نے شائستہ کو سب کچھ بتادیا۔ شائستہ نے کہا۔

مجھے تمہاری پچھلی زندگی سے ذرا بھی لگاؤ نہیں ہے اور نہ ہی مجھے ایسی باتوں سے کچھ لینا دینا ہے۔ بس تم ٹھیک ہوجاؤ اور وعدہ کرو کہ دوبارہ ایسے کام کبھی بھی نہیں کروگے میری زندگی موت کے منہ سے واپس آگئی تھی میں کیوں چاہتا ایسا سب کچھ اب میں ایک شریف لڑکا ہوکر زندگی گزارنا چاہتا تھا یہاں پر یہ بھی بتادوں کہ میں نے بہت ساری شریف لڑکیوں کی زندگی بھی برباد کردی تھی کیونکہ میرے اندر ایک ایسا شیطان پیدا ہوچکا تھا جو مجھے ایک محہ بھی سکون نہیں لینے دینا چاہتا تھا اور میں وہی کرتا تھا جو شیطان چاہتا تھا اور شاید یہ ان لڑکیوں کی بدعائیں تھیں جنہوں نے مجھے موت کے بستر پر گرادیا تھا۔ یا پھر مجھے اپنے گناہوں کی سزا ملی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ پلک کی بے وفائی نے مجھے مجبور کیا اور میں اپنی انسانیت کھودوں۔ جب میں پوری طرح صحت یاب ہوگیا تو سب گھر والوں نے بہت خوشی منائی۔ سب سے زیادہ خوش شائستہ تھی جس نے میری زندگی کو بچانے کے لیے دن رات ایک کردیا تھا ماموں کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ میں زندگی کی طرف لوٹ آیا ہوں وہ بھی مجھے ملنے کے لیے آگئے تو امی نے ان سے میرے لیے شائستہ کو مانگ لیا۔ ماموں نے شائستہ سے رائے لی اور اس کی ہاں کو دیکھتے ہوئے خوشی سے ہاں کردی۔ اور پھر میری شائستہ کے ساتھ شادی کردی گئی۔ آج میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں اور میری زندگی میں بہت پیار ہے بہت سکون ہے۔ بہت چاہت ہے۔ لیکن میں اپنے نوجوان نسل سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتا ہوں کہ خدا کے لیے اپنی زندگی ایسی لڑکیوں کے لیے برباد مت کریں جو پیار کرکے جسم کے ایسے کھیل کھیلتی ہیں جو انسان کو موت کے منہ میں لے جاتے ہیں۔ ہمیں ایسے برے کاموں سے دور رہنا چاہیے اب بھی کبھی وہ گاؤں والی لڑکی کا فون آتا ہے میرے پاس لیکن میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ میں اب کبھی بھی ایسی لڑکی کا فون نہیں سنوں گا جو ایسے راستوں پر چل رہی ہو۔ آپ لوگ بھی وعدہ کریں کہ آپ بھی ایسی لڑکیوں سے دور رہیں گے اور خدا تعالیٰ کے حکم کی پیروی کریں گے امید ہے کہ میری باتوں پر عمل کریں گے۔

لوٹ آنا

جب کبھی تیرادل گھبرائے تو لوٹ آنا
اگر تجھے میری یاد آئے تو لوٹ آنا
کچھ وقت اچھا گزرا ہے ساتھ تیرے
وہ وقت یاد آئے تو لوٹ آنا
اک پل میں دوست بن گئے ہم
اگر کبھی وہ پل یاد آئے تو لوٹ آنا
لوگ تو اکثر ساتھ نہیں دیتے دل والوں کا
پاس رہ کر بھی اگر کوئی ساتھ نہ دے تو لوٹ آنا
نجانے تیری اتنی یاد کیوں آتی ہے
اگر یہ پیغام پہنچ جائے تو لوٹ آنا

نرگس ناز۔ سکھر

غزل

آج اس کی یاد نے ہمیں تڑپایا بہت
وہ نہ چاہتے ہوئے بھی یاد آیا بہت
اس کے بعد تو جیسے تنہائیوں سے دوستی ہوگئی
پھر کیوں تنہائیوں نے آج ڈرایا بہت
وہ میرا تھا میرا ہی رہے گا
یہ سوچ کے دل کو بہلایا بہت
شمع کے جلنے پہ افسوس کریں کیوں
ہم نے بھی خود کو سرشام جلایا بہت
ہم نے جس کسی کو بھی ہمدرد سمجھا
وہ نجانے کیوں ہمارے درد پر مسکرایا بہت

نرگس ناز۔ سکھر

غزل

یہ تو اس کا کرشمہ وسوہے یوں ہے
یوں تو سبھی کہتے ہیں یوں ہے یوں ہے
جیسے کوئی دردل پہ ہو ستادہ کب سے
اک سایہ نہ تروں ہے نہ بروں ہے یوں ہے
تم نے دیکھی ہی نہیں گلستان میں اب کے بہار
اب تو ہر خار پر قطرہ خوں ہے یوں ہے
نہ سان تجھ کو خبر کیا کہ محبت کیا ہے
روز آجاتا ہے سمجھاتا ہے یوں ہے یوں ہے
اب تم میری جان آئے ہو تماشہ کرنے
اب دریا میں نہ جنوں ہے نہ سکوں ہے یوں ہے

نرگس ناز۔ سکھر

غزل

تیری لاجواب چاہت کو ہم بھلائیں کیسے
تم کو بھول کر خود کو چین دلائیں کیسے
نجانے کون سی کشش تیرے پاس لے آتی ہے
تیرے پاس آکر تجھ میں سمائیں کیسے
ہم نے دل سے چاہا ہے تجھے مگر
تیری چاہت کے قابل خود کو بنائیں کیسے
کیوں پوچھتے ہو ہم سے آنسوؤں کی شدت
ہم ان میں تیرا عکس دکھائیں کیسے
ہم تم سے بہت محبت کرتے ہیں
مگر تمہیں یہ احساس دلائیں کیسے

نرگس ناز۔ سکھر

تیری یاد ساتھ ہے

---تحریر: پریا دعا۔ اٹک۔

شہزادہ بھائی السلام وعلیکم۔ آج پھر ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ مجھے لکھنے کا موقع دے رہے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں مجھ میں مزید لکھنے کی ہمت پیدا ہو رہی ہے۔ یہ ایسے دو چاہنے والوں کی کہانی ہے جو ایک ساتھ رہتے ہوئے بھی اظہار محبت نہ کر سکے اور وہ کسی اور کی ہوگئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور وہ تنہا رہ گیا اور آج بھی وہ تنہا ہی ہے اپنی محبت کو یاد کر کے روتا ہے اور وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔

۔اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے نام مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ ادارہ یا رائٹر نہ ہوگا۔ سب کو میری طرف سے سلام۔

وہی کارواں وہی راستے
وہی زندگی وہی مرحلے
مگر اپنے مقام پر
کبھی تم نہیں کبھی ہم نہیں

یادیں بہت معصوم ہوتی ہیں اور ہمارا خوب ساتھ نبھاتی ہیں کسی بھی انسان سے اگر وفا کرتی ہیں تو وہ یادیں کبھی بے وفا نہیں ہو سکتیں اور جب انسان بالکل تنہا رہ جاتا ہے تو گزرے ہنستے مسکراتے یا تلخ لمحات کی بے درد یا پر سکون یادیں ہماری تنہائی بانٹ لیتی ہیں۔ اتنے دکھوں اور آنسوؤں میں بھلا ایسے تو نہیں ہیں زندہ ۔۔یادیں ہی تو ہیں جو زندہ رکھے ہوئے ہیں بچھڑے دوستوں کی یادیں جو ہر وقت مسکراتا دیکھنا چاہتے تھے مگر آنسوؤں کی سوغات دے گئے ان حوصلہ دینے والوں کی یادیں۔ جو اعتماد سے کھیلے اور ہر حوصلہ سب تسلیاں چھین کے لے گئے س محبت کی یادیں۔ جو غم ہجراں کے حوالے کر گئیں س سپنوں کی یادیں جو حقیقت بننے سے رہے۔

یادوں کو بھلانا دل سے ممکن نہیں
تم اکثر یاد آتے ہو
اور اتنا یاد آتے ہو
کہ یادوں کے بھی موتی
مری امید کے آنسو
مرے یہ ضبط کے گوہر
ان آنکھوں کے سمندر سے
مری پلکوں کے ساحل تک
چلے آتے ہیں چپکے سے

اٹھ بھی جاؤ اب کب تک سوتی رہوگی ماہ رو ۔ماہ رو۔ ماہ رو کی امی شہر بانو معمول کے مطابق اپنی اکلوتی بیٹی کو جگا رہی تھی۔

اف ہو شہر بانو سونے دو میری بیٹی کو اور ماہ رو کے ابو معمول کے مطابق اپنی لاڈلی کی سائیڈ لے رہے تھے۔

ہاں شہر بانو ٹھیک کہہ رہا ہے بہروز ماہ رو کی دادی ماں بھی اپنی پوتی کو حد سے بڑھ کر پیار کرتی تھیں بس ماں جی آپ اور بہروز تو ماہ رو کو لاڈ پیار کے لیے بگاڑ رہے ہیں لاڈ پیار اپنی جگہ مگر سمجھانا بھی تو چاہیے رہتے ہم گاؤں میں ہیں مگر ماہ رو تو شہر والیوں سے بھی بگڑی ہوئی ہے۔

ارے شہر بانو کیوں خوامخواہ پریشان ہوتی ہو ایک ہی بیٹی ہے ہماری اور وہ بھی جس حال میں جیسے خوش رہے ویسے ہی رکھنا ہے اسے آخر بیٹی ہوتی بھی پرایا دھن ہے۔

ماہ رو گھر کی بہت ہی لاڈلی تھی یہ فیملی چار افراد پر مشتمل تھی ماہ رو ماہ رو کی امی ابو اور دادی ماں جس گاؤں میں یہ لوگ مقیم تھے تعلیم کا نظام بہتر نہ تھا پرائمری تک سکول تھا پھر لڑکے تو شہر چلے جاتے مگر کوئی بھی لڑکی آگے نہ پڑھ پاتی اگر پڑھنا چاہے بھی تو خاندان والے نہ پڑھاتے ماہ رو کے والدین اپنی بیٹی کو پڑھانا چاہتے تھے لیکن ماہ رو کو پڑھائی سے خاص لگاؤ نہ تھا اس کا تو بچپن سے ایک ہی کام تھا کھیتوں مین باغوں میں گھومتے پھرتے رہنا اور پھر بھی جیسے تیسے کر کے بہروز اور شہر بانو نے ماہ رو کو منا لیا اور گھر ٹیچر لگوا لیا پانچ سال ماہ رو کے ٹیچر محسن علی اسے گھر آ کر پڑھاتے اور اس طرح ماہ رو نے میٹرک پاس کر لیا ماہ رو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی وہ بچپن کی معصوم صورت اک پر کشش خوبصورتی میں تبدیل ہو چکی تھی اور اب شاید ماہ رو کے والدین آگے پڑھانا بھی نہ چاہتے تھے ماہ رو کی امی تو ہر وقت پریشان رہتی کہ کب جائے گا ان کی بیٹی کا بچپنا اٹھارہ سال کی ایک خوبصورت دوشیزہ بن چکی تھی ماہ رو مگر اب بھی وہ گھر کے کاموں میں دھیان نہ دیتی تھی کھیتوں کیطرف چل دیتی تھی کبھی باغوں میں ٹہلتی رہتی۔ اس کی تمام سہیلیاں گھر سے اب نہ نکلتیں مگر ماہ رو تو ابھی بھی ویسی ہی لاپرواہ چھوٹے بچوں کے ساتھ کبھی آنکھ مچولی تو کبھی کوئی کوئی کھیل کھیلتی۔ اور آج بھی صبح صبح شہر بانو اپنی لاڈلی کو آوازیں دے دے کر تھک چکی تھیں۔

بہروز آپ مسکرا کیوں رہے ہیں۔

ارے شہر بانو تھک گئی ناں تم وہ مرضی کی مالک ہے تو کیوں شور مچا کر گھر سر پر اٹھا رکھا ہے۔

ہاں ہاں بالکل صحیح فرما رہی ہیں آپ گھر میں چوبیس گھنٹے تو میں ہوتی ہوں ناں ایک تو جب سے ریٹائر ہوئے ہیں ایک ہی کام آپ کا ہے کہ ہر وقت ڈیرے جا پر گپوں میں لگے رہتے ہو اور ماں جی ہر وقت اپنے کمرے میں ان گلی محلوں کی عورتوں کے سوالوں کے جواب مجھے دینا پڑتے ہیں کوئی کیا کہتی ہے تو کوئی کیا۔ اور کل شام ماں جی کے سامنے زرینہ آئی تھی جانتے ہو کیا کہنے لگی کہ جوان بیٹی کے ہوتے ہوئے ابھی بھی سارے گھر کا کام اکیلی ہی کرتی ہو۔ وہ جلدی سے بولے۔

شہر بانو لایا میں تمہیں بیاہ کر شہر سے مگر تم تو ماں بننے کے بعد بالکل گاؤں والی سخت ماؤں جیسی ہو گئی ہو۔۔ بہروز بیٹا بس ختم کرو یہ بحث دادی ماں نے ہمیشہ کی طرح آج بھی یہ بحث ختم کرا دی۔

اچھا ماں جی میں چلتا ہوں اور ہاں شہر بانو میری بیٹی کا خیال رکھنا شہر بانو مسکرا دی۔

ادھر آؤ شہر بانو۔

جی ماں جی۔

تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ بہروز اتنا پیار کرتا ہے اپنی بیٹی سے۔

ماں جی میری بھی وہ سگی بیٹی ہے آخر مجھے خوشی کیوں نہ ہوگی میں تو اس لیے پریشان ہوتی ہوں کہ جس گھر میں یہ دلہن بن کرے جائے گی کیا کرے گی وہاں گھر کا کوئی کام نہیں آتا اسے کبھی کبھی تو اٹھ کر پانی پینا بھی اسے زحمت لگتا ہے۔

میری پیاری امی جان گھبرائیں نہیں آپ کی یہ لاڈلی کبھی دلہن نہیں بنے گی ماہ رو آنکھیں ملتے اپنی امی اور دادی کے درمیان چارپائی پر بیٹھ گئی۔

ایسا نہیں کہتے ماہ رو۔

ہاں ماہ رو ایسی بات منہ سے نہیں نکالتے۔

کیوں بھئی۔ کیوں کہ بچی دلہن تو تمہیں بننا ہوگا ایک نا ایک دن اٹھو منہ ہاتھ دھو لو میں ناشتہ لاتی ہوں امی امی انڈہ پراٹھا گرم گر میں نہا کر ابھی آئی۔

ہاں ہاں پتہ ہے دو ہی تو شوق ہیں تیرے اچھا کھانا اور پینا اور گھومنا پھرنا۔ اور جلدی کرو ناشتہ تیار ہے ماں نے آواز دی۔

ہاں امی آئی۔ وہ نہا کر آئی۔ ہاں امی دو ناشتہ۔

دوپٹہ کہاں ہے تمہارا۔

وہ کمرے میں ہے ماہ رو لاپرواہی سے ناشتہ کرنے لگی کب سدھرے گی یہ یہ لو دوپٹہ کرو ماہ رو جلدی سے اٹھی اور اپنی امی کے پلو سے منہ صاف کرنے لگی دوپٹہ گلے میں ڈالے دادی ماں کے سامنے جا بیٹھی۔

دادی ماں بال بناؤ ناں میرے۔

صدقے جاؤں جا میرے پلنگ کے ساتھ میز پر ناریل کا تیل پڑا ہے وہ بھی لے آ اور پراندہ بھی لیتی آنا۔ دادی نے کہا۔

نہیں دادو مجھے نہیں لگوانا تیل اور نہ ہی پراندہ پہننا ہے ماہ رو چندا تیل لگانے سے ماہ رو نے دادی کی بات کاٹ دی اور خود بولنے لگی۔ ہاں ہاں دادی ماں تیل سے دماغ درست کام کرتا ہے اور پراندے سے بال لمبے ہوتے ہیں مگر دادی جان دماغ میرا پہلے ہی ٹھیک ٹھاک ہے اور بال مجھ سے یہ بھی نہیں سنبھالے جاتے۔ جبکہ آپ اور لمبا کروانے کے چکر میں ہیں۔

اچھا اچھا چپ کر جا کچھ ہی دیر میں انہوں نے ماہ رو کی دو چٹیاں بنا دیں اور ماہ رو چل دی سیریں کرنے۔

ماہ رو اپس جلدی آنا اور خیال سے جی امی پریشان نہ ہونا شہر بانو گھر کے کاموں میں لگ گئی اور دادی ماں تسبیح لیے بیٹھ گئی۔

اور سناؤ بہروز ہماری ماہ رو بیٹا کیسی ہے چوہدری نے اپنے بچپن کے دوست بہروز کے ساتھ بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔

تم تو جانتے ہو ماہ رو کو ہاشم کہ کیسی ہے وہ۔

ہاں جانتا ہوں تھوڑی لاپرواہ ہے مگر ہے بڑی پیاری بچی تم مت گھبرایا کرو کسی کی جرات نہیں کہ ہماری ماہ رو کی طرف آنکھ کر بھی دیکھے۔

میں تو پر سکون ہوں کیونکہ ایک تو مجھے اپنی بیٹی پر یقین ہے دوسرا اس کا غصہ بھی گھر سے باہر بہت چلتا ہے تمہاری بھابھی شہر بانو پریشان رہتی ہے خیر چھوڑو یہ بتاؤ حارث کب آ رہا ہے۔

ہاں وہ اگلے مہینے آ رہا ہے تعلیم سے فارغ ہو چکا ہے اب ہمارا بیٹا ڈاکٹر بن کر آ رہا ہے ہمارا حارث بیٹا اور جانتے ہو بہروز وہ تم لوگوں کو بھی بہت یاد کرتا ہے

یہ تو ہے ہاشم آگے کیا سوچا ہے حارث کے متعلق۔

یار سب سے پہلے تو اس کی شادی کریں گے دھوم دھام سے پھر جو اس کی مرضی ہوگی اگر ملازمت نہ بھی کرے تو ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ زمینیں یہ جائیدادیں سب کس کے کام آئیں گی یار بہروز تو بھی کن باتوں کو لے کر بیٹھ گیا ہے حارث کی باتوں میں تو میں بھول ہی گیا کوئی لسی پانی۔

ہاں ہاں منگواؤ۔

اوئے گڈو باقی سب دوست کدھر ہیں آج وہ تو نہیں آئے اب وہ سب سکول جائیں گے کل سے میں بھی سکول جاؤں گا شام کو کھیلنے آؤں گا مگر ماہ رو باقی نہیں آئیں گے کیوں گڈو کیوں نہیں آئیں گے جب تم ہار جاتی ہو تو مارنا شروع ہو جاتی ہو اس لیے چل چل بھاگ یہاں سے۔ نہیں کھیلنا تو نہ کھیلو گڈو گھر کو بھاگ گیا مگر ماہ رو باغ میں ٹہلنے لگی آج ماہ رو کے آس پاس چھوٹے چھوٹے دوستوں کا جھمیلا نہ تھا اکیلی ہی تھی ماہ رو گنگناتے ہوئے ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔

کیا بات ہے آج اکیلی بیٹھی ہو تم۔

رانی تم بتاؤ تم کیسے نکلی آج گھر سے۔

تجھے ملنے آئی ہوں ماہ رو۔
اچھا۔ آبیٹھ۔
ماہ رو تم نہیں سدھرو گی کبھی تمہیں تو تمہارا شوہر ہی سدھارے گا۔
وہ ہنس دی اگر وہ بھی بگڑ گیا تو۔ اچھا چھوڑ آ مل کے آنکھ مچولی کھیلتے ہیں۔
ماہ رو مجھے گھر جانا ہے۔
نہیں رانی چل نا تھوڑی دیر کھیل۔
اچھا اچھا پہلے تو مجھے پکڑے گی۔
ہاں ٹھیک ہے رانی یہ لے میرا دوپٹہ میری آنکھوں میں باندھ۔ اس نے اس کی دونوں آنکھوں میں اس کا دوپٹہ باندھ دیا۔
لو ماہ رو میں بھاگی پکڑو اب دونوں کھیلتی رہیں

اوہ ماما آپ بے فکر رہیں میں گاؤں پہنچ چکا ہو
رامش شام کو جلد آنا بیٹا۔
اوکے ماما۔
اللہ حافظ بیٹا۔
رامش گاؤں گھومنے پھرنے کی غرض سے آیا تھا ڈیڑھ گھنٹے کا سفر کر کے چونکہ گاڑی رامیش کی اپنی تھی اس لیے وہ بے فکر تھا رامش کے والد بزنس مین تھے اور ماما گھریلو خاتون تھی رامیش سے بڑا ایک بھائی سمیر تھا جو کہ شادی شدہ تھا رامیش فسٹ ائیر میں تھا اور کالج کی چھٹیاں انجوائے کرنے اس گاؤں تک آنکلا تھا گھر کا لاڈلہ تھا اور کھلے ذہن کا مالک تھا بیس سال کا خوبرو نوجوان تھا رامیش پڑھنا لکھنا اور گھومنا پھرنا ہی شوق تھا باقی شہر میں رہنے کے باوجود وہ غلط خیالات اور غلط کاموں سے دور دور تھا گاڑی کو ایک سائیڈ کر کے رامیش باغ کی طرف چل دیا موبائل ہاتھ میں لیے کان میں ہیڈ فون ڈالے گانے سنتے جا رہا تھا رانی کہاں چھپ گئی ہو آواز دو جب میری آنکھوں پر پٹی باندھی ہے پھر چھپتی کیوں ہو آواز تو دو جبکہ رانی کی ماں تو رانی کے کان کھینچتے ہوئے گھر لے گئی تھی رامش بڑے غور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا درخت سے ٹیک لگائے وہ کھڑا تھا ماہ رو کے حسن میں کھو چکا تھا ماہ رو نے رامش کو رانی سمجھ کر پکڑ لیا رانی کی بچی دیکھ پکڑ لیا تجھے۔ رامیش تو اپنے ہوش بھی کھو بیٹھا تھا ماہ رو کے خوبصورت ہاتھ اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑے ہوئے تھے ماہ رو نے اپنی آنکھوں سے دوپٹہ جیسے ہی ہٹایا گھبرا سی گئی۔
آپ۔ کون۔ رانی۔۔ رانی کہاں ہو تم۔ ماہ رو ادھر ادھر دیکھنے لگی اور عجیب سی گھبراہٹ محسوس کرنے لگی جبکہ رامیش چپ چاپ کھڑا ماہ رو کی خوبصورتی معصومیت اور بھولا پن دیکھتا رہا۔
آپ گونگے ہیں بہرے ہیں چپ کھڑے مجھے گھور کیوں رہے ہیں اور ہیں کون آپ اور میری دوست کہاں ہے میں اس کے ساتھ کھیل رہی تھی نجانے اسے غائب کر کے آپ کہاں سے آٹپکے
میں شہر سے آیا ہوں گھومنے پھرنے کی غرض سے لیکن اب تو جیسے گاؤں کی ساری خوبصورتی دیکھ لی۔۔۔
کیا مطلب۔
مطلب کچھ نہیں میرا نام رامیش ہے یہاں میرے انکل رہتے ہیں۔
تو میں کیا کروں۔ جاؤ ناں ماہ رو اپنی جانب چل دی اور رامیش اپنی جانب چل دیا رامیش اب تو پوری چھٹیاں گاؤں مین ہی گزاریں گے رامش نے موبائل اٹھایا اور ماما کا نمبر ڈائل کر دیا۔
ہیلو ماما۔
ہاں رامش بولو ماما۔
یوڈونٹ وری میں چھٹیاں انکل کے ہاں ہی گزاروں گا۔
مگر تم تو شام کو لوٹنا تھا۔
تو ماما دل لگ گیا ہے یہاں
ابھی بیس منٹ پہلے تو نے مجھے فون کیا تھا کہ تم پہنچے ہو ابھی اور اب دل بھی لگ گیا اتنی جلدی۔
بیٹا جانی خیر تو ہے۔
جی ماما بالکل خیر ہی ہے۔
چلو ٹھیک ہے بیٹا۔
اوکے ماما خدا حافظ۔

اچھا آگئے آپ۔
ہاں بھئی۔ شہر بانو ماہ رو کہاں ہے۔
آپ کی لاڈلی ابھی سیر سپاٹے سے واپس نہیں آئی۔ شہر بانو نے بتایا۔
اوہ اچھا بھئی۔
بہروز بیٹا ذرا فون تو ملا شہروز کو اب تک میرا پوتا آیا نہیں۔ دادی نے کہا۔
ارے ماں جی آپ زیبا بھابھی کو تو جانتی ہیں وہ تو ہماری شہر بانو سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں خواہ مخواہ پریشان ہوں گی آتا ہی ہوگا آپ کا لاڈلا پوتا۔
دادی ماں رامش نے گھر داخل ہوتے ہی دادی ماں کو پکارا۔
ارے رامیش تم آگئے بیٹا ماشاء اللہ کتنے پیارے لگ رہے ہو شہر بانو نے رامش کا ماتھا چوما۔
کیسی ہیں آپ خالہ جان۔
میں تو ٹھیک ہو یہ بتاؤ زیبا آپا کیسی ہیں سب ٹھیک ٹھاک ہیں رامیش کیا اندر نہیں آنا اپنے چاچو کو نہیں ملنا اور دادی ماں کو۔
کیوں نہیں چاچا جان۔ جیتے رہو بیٹا دادی ماں کیسی ہیں آپ ماما بابا آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔
وعلیکم والسلام بیٹا زیبا اب بھی مارتی ہے تجھے۔
نہیں دادی ماں اب ڈانٹ پڑتی ہے صرف ہنستے مسکراتے چہروں کے ساتھ سب ایک دوجے سے باتیں کرنے لگے۔
شہر بانو اور زیبا بہنیں تھیں جبکہ بہروز اور شہروز بھائی والدین کی پسند یہ دونوں کی شادیاں ہوئی اور بڑا بھائی شہروز اپنی بیوی کو لے کر شہر چلا گیا بزنس کے سلسلے میں شہروز اور زیبا کے تین بچے تھے ایک بڑی بیٹی حنا اور بیٹا سمیر اور چھوٹا بیٹا رامیش بہروز اور شہر بانو گاؤں نہ چھوڑ سکے حالانکہ کئی بار شہروز اور زیبا نے کہا مگر وہ گاؤں چھوڑ کے نہ گئے اور دادی ماں بھی اپنے چھوٹے بیٹے بہروز کے پاس گاؤں ہی میں رہیں زیبا اور شہر بانو کے والدین دینا چھوڑ کر چلے گئے تھے ان دونوں فیملیز کا ایک دوجے کے سوا دنیا میں اور کوئی رشتے دار نہ تھا ہاں گاؤں کے چوہدری ہاشم ایک کھلے دل کے مالک اور بہروز کے جگری یار تھے سبھی پرسکون زندگی جی رہے تھے۔
خالہ جان یاد آیا یہاں ایک موٹی سی گول مٹول سی گڑیا رہتی تھی وہ کہاں ہے۔
کیا بتاؤں بیٹا تمہارے چچا اور دادی ماں نے اسے کتنا بگاڑ دیا ہے۔
کیوں دادی ماں کتنا بگاڑا ہے آپ نے
شیطان کہیں کے ہم نے نہ تو بگاڑا ہے اور نہ وہ بگڑی ہے ہاں تھوڑی لاپرواہ ہے۔
مگر وہ لاپرواہ ہے کہاں۔
ارے رامش بیٹا بس آتی ہو گی ماہ رو چلو بیٹا تم آرام کر لو فریش ہو جاؤ پھر مل کر کھانا کھاتے ہیں
۔رامش کمرے میں چلا گیا فریش ہو کر لیٹ گیا رامش کے سامنے تو بس اسی کا چہرہ تھا۔
ابوامی دادی ماں کہاں ہیں آپ میں آگئی۔
ماہ رو کبھی تو خاموشی سے آجایا کرو ہر وقت طوفان کی طرح آتی جاتی ہو۔
امی جان۔
ہاں بولو۔ اتنے پیار کا مطلب۔
آپ کو نہیں پتہ کیا۔
ہاں ہاں تیرے من پسند چاول بنے ہیں جا ہاتھ منہ دھو لے میری پیاری امی جان بس ابھی آئی ماہ رو کمرے کی جانب چل دی کچھ ہی دیر میں سب

دستر خوان پر موجود تھے۔
ابو آج امی کا غصہ کم ہے کچھ پتہ ہے آپ کو۔
ہاں بیٹا آج ان کا بھانجا آیا ہے شہر سے۔
خیر وہ آپ کا بھی کچھ لگتا ہے بہروز۔
ہاں ہاں میرا تو بھتیجا ہے۔
اچھا وہ موٹو سا ایسا نہیں کہتے ماہ رو۔
ٹھیک ہے جی نہیں کہتے مجھے تو زوروں کی بھوک لگی ہے اور ہیں بھی چاول ماہ رو جیسے ہی چاول بھرا چمچ پلیٹ میں ڈالنے لگی دادی ماں کہنے لگی۔
ماہ رو پہلے جاؤ اپنے چچا کے بیٹے کو جگا لاؤ۔
ہاں جاؤ ماہ رو پھر مل کر کھاتے ہیں۔
جی ابو جاتی ہوں رامش بیڈ پر گہری نیند سو رہا تھا کہ ماہ رو آ ٹیکی ماہ رو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ وہی باغ والا لڑکا اس کا کزن تھا وہ رامش کو جگانے لگی رامش اٹھو۔ اٹھو بھی باہر سب تمہیں بلا رہی ہیں۔
اف اوہ۔ کون ہے سونے دو یار رامش نے چادر منہ پر کر لی ماہ رو کو شرارت سوجھی۔ اور جلدی سے پانی کا جگ اٹھا کر رامش پر انڈیل دیا رامش غصے سے اٹھا یہ کیا بدتمیزی ہے۔
بدتمیزی نہیں اوئے بچپن کی عادت تمہاری سونے کی اور میری تم پر پانی پھینک کر جگانے کی رامیش تو بالکل ساکت ہو گیا ماہ رو کو دیکھ کر پہلی نظر مینوہ جس پر فدا ہو بیٹھا تھا وہ اور کوئی نہیں بلکہ اس کے بچپن کی دوست اس کی کزن ماہ رو تھی ماہ رو نے جگ رکھا اور جیسے ہی بھاگنے لگی رامش نے جلدی سے ماہ رو کا ہاتھ پکڑ لیا ماہ رو رک گئی اور لگا تار مسکراتی رہی رامیش نے ماہ رو کی چٹیا پکڑ لی۔
چھوڑ اوئے رامیش۔
ہنس کیوں رہی ہو تم۔
اچھا چھوڑو نہیں ہنستی۔ ماہ رو چپ ہو گئی۔
ماہ رو تم تو ہنستے ہوئے بہت پیاری لگتی ہو ہنستی رہا کرو۔ رامش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا جی ابھی تو چلو ناں کھانا کھائیں۔
ویسے تم بہت بدل گئی ہو۔
ہاں جیسے تم بدل گئے ہو۔
میں تو بڑا خوش ہوں کہ تم ہی ماہ رو ہو۔
کیا مطلب رامش۔
مطلب یہ کہ گاؤں آتے ہی پہلے باغ میں ملاتم سے اور اب پتہ چلا کہ وہ باغ والی تم میری کزن۔
ہاں باغ والے اب چپ
سب نے مل کر کھانا کھایا گپ شپ کی اور پھر آرام کرنے اپنے اپنے کمرے کی جانب چل دیئے رامش اور ماہ رو کی بچپن سے ہی بہت بنتی تھی آپس مین تب بھی رامیش سکول کی چھٹیاں گاؤں گزارنے آتا اور دونوں مل کر گاؤں گھومتے پھرتے اور آج دونون جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے بہت کچھ تبدیل ہو گیا تھا ماہ رو تو اب بھی بچپنا رکھے ہوئے تھی جبکہ رامش کچھ اور سوچتا پھرتا رامش کے دل ودماغ پر ماہ رو اور اس کی دلکش مسکراہٹ ڈیرہ جما چکی تھی پہلی نظر کی پسندیدگی محبت کا روپ دھار چکی تھی مگر رامیش کی اس محبت سے ماہ رو بے خبر تھی وہ تو کزن اور دوست سمجھتی تھی رامش کو رامیش اور ماہ رو سارا سارا دن باغوں میں ٹہلتے گھومتے پھرتے اور جب گھر لوٹتے تو ہر وقت باتوں میں لگے رہتے رامس کبھی لطیفے سناتا ماہ رو کو کبھی کہانیا نتو کبھی ہنسی مزاح کے قصے وہ ہر پل ماہ رو کی مسکراہٹ دیکھنا چاہتا تھا عجب خواہشیں محبت سے سرشار رامش کے دل مین اٹھنے لگیں۔
اس کا رخ مہتاب اس کا ہاتھ چوم لوں
جو بس چلے تو اس کی ہر بات چوم لوں
چھو جائے اس کی زلف کو بارش کی بوند
وہ بوند کیا بارش کیا موسم برسات چوم لوں
آجائے جو کبھی خواب بھول کر اگر صنم
وہ خواب کیا وہ نیند کیا وہ رات چوم لوں
مجھے کچھ نہیں چاہیے بس خالی ہاتھ پہ صنم میرے

رکھ دے وہ اپنا ہاتھ میں وہ ہاتھ چوم لوں
وہ روتا ہوا لگ جائے میرے سینے سے کبھی شاید
میں اس کے ہونٹ اس کی آنکھیں اس کی ساری
ذات چوم لوں
اوئے رامش ایسے کیا دیکھ رہے ہو رامیش میں تم سے ہوں ماہ رو نے رامیش کو جھنجھوڑا۔
ہاں ماہ رو وہ میں۔
کیا وہ میں۔
ماہ رو میں دیکھ رہا تھا کہ تم ہنستے ہوئے کتنی پیاری لگتی ہو۔ وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا
اچھا جی مطلب کہ ہنسے بنا میں اچھی نہیں لگتی۔
ماہ رو میں نے ایسا تو نہیں کہا۔ بلکہ تم تو ہو ہی پیاری لیکن جب مسکراتی ہو تو تمہارے حسن کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔
اوئے رامش یہ آج اتنی تعریفیں۔ ماہ رو اب اتنی بھی بچی نہ تھی رامش کی نگاہیں اس کا حال دل بیان کر رہی تھیں ماہ رو کو عجیب سا لگ رہا تھا اور وہ اٹھنے لگی رامش میں تھک گئی آج میں تھوڑا آرام کر لوں تم بھی سو جاؤ لگتا ہے تمہاری بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے رامش جان گیا کہ اس کی بے چینی ماہ رو نے جانچ لی ہے اور وہ اپنی بے چینی چھپانے لگا۔
ارے نہیں ماہ رو مجھے کیا ہونا ہے میں تو ٹھیک ہوں بیٹھو یار باتیں کرتے ہیں۔
نہ بھئی رامش اب مجھے سونا ہے بائے بائے۔
وہ تو چلی گئی لیکن رامش کو نیند کیسے آتی۔ اس کی تو نیندیں اڑ چکی تھیں۔ کیا کروں میں اتنا ٹائم ماہ رو کے ساتھ گزارا مگر ہمت نہ ہو پائی کہ اظہار کر لوں اب وہ دلوں میں میں کیسے بتاؤں ماہ رو کو سب اور پھر معلوم نہیں اس کا ری ایکٹ کیا ہو گا رامش صحن میں ٹہلتا رہا اور چاندنی رات کو اپنا حال دل سناتا رہا محبت اگر سچی ہو تو لفظوں کی ضرورت بھی نہیں پڑتی آنکھیں سب کہہ جاتی ہیں اور رامش کی آنکھیں ماہ رو کو سب بتا چکی

تھیں اور تب سے ماہ رو کھوئی کھوئی سی تھی ماہ رو اپنے کمرے کی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی رامش کو ٹہلتا ہوا دیکھ کر ماہ رو کو پھر بے چینی ہونے لگی۔ اس کے دل میں عجیب احساسات جاگنے لگے اور وہ رامش میں کھو گئی رامیش جیسے پلٹا تو فوراً ماہ رو پر نظر پڑی رامیش اور ماہ رو کی نظریں ٹکرا گئیں آنکھوں نے آنکھوں کو سب کہہ دیا مگر چپکے سے ماہ رو نے جلدی سے کھڑکی بند کر دی اور بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔
رامش بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ مگر یہ محبت چیز ہی ایسی ہے جب یہ ہوتی ہے ناں تو بے درد نیند روٹھ جاتی ہے اور کچھ ایسا ہی ہوا رامش اور ماہ رو کے ساتھ نیند ان سے کوسوں دور تھی محبت پناہ لے چکی تھی دونوں کے دلوں میں اور ایک دوجے کو پانے کی خواہش بھی دل میں ٹھہر سی گئی تھی۔
باندھ لیں ہاتھ پہ
سینے پہ سجا لیں تم کو
جی میں آتا ہے کہ
تصویر بنا لیں تم کو
کبھی خوابوں کی طرح
آنکھوں کے پردے میں رہو
کبھی خواہش کی طرح
دل میں بلا لیں تم کو
ارے واہ ماہ رو آج سویرے جاگی ہو کہیں خواب تو نہیں۔
امی جان آپ بھی ناں۔ خود ہی تو کہتی ہیں کہ سویرے جاگا کرو کام کیا کرو اب میں نے سوچ لیا ہے کہ آئندہ آپ کے ساتھ کھانا وغیرہ بھی بنایا کروں گی
ارے ماشاء اللہ تجھے نظر نہ لگ جائے اب اس میں نظر کی کیا بات ہے امی۔
تم کو ایسا بدلا دیکھ کر میں بہت خوش ہوں معلوم نہیں ایک ہی رات میں رب نے کیا کرشمہ کر دیا کہ تو بدل گئی۔

بس کریں ناں امی جان اب بس بتائیں ناں کہ کیا بناؤں میں۔اس نے امی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور کہا۔امی آپ ہنس کیوں رہی ہیں۔

پگلی آج تو دیکھ کہ کیا کیسے بنایا جاتا ہے کل سے تو بنانا۔امی تو چل دیں اتنا کہہ کر مگر ماہ رو چاہتی تھی کہ وہ آج رامش کے لیے خود کچھ بنائے۔

ماہ رو ماہ رو۔

جی ابو آئی۔جی ابو۔

یہ میں کیا سن رہا ہوں ماہ رو کہ تم آج جاگتے ساتھ کچن میں۔

جی ابو کیا غلط کیا۔

ارے نہیں بیٹا بہت اچھا کیا ہم تو پریشان تھے کہ تم کیسے گھر داری سمجھو گی مگر اب پتہ چلا کہ تمہیں شوق ہے اور جب کسی کام کا شوق ہو تو وہ ضرور ہوتا ہے بہروز نے اپنی بیٹی کے ماتھے پر بوسا دیا۔

دیکھ لو شہر بانو میں کہتی تھی ناں کہ تم خواہ مخواہ پریشان رہتی تھی۔

جی ہاں ماں جی اب مجھے کوئی پریشانی نہیں۔

اچھا تو میں ناشتہ بناؤں۔

ماہ رو بیٹا سب کا ناشتہ تیار ہے۔

تو ٹھیک ہے رامیش کے لیے میں بنادوں گی۔

بیٹا ابھی کیسے بناؤ گی۔

بس بنالوں گی ناں امی۔

اچھا ٹھیک ہے رامش اپنا بچہ ہے شہر بانو یہ جیسا بھی بنائے گی وہ کھالے گا بہروز نے مسکرا کر اپنی رائے دی اور ناشتہ کرنے لگے معمول کے مطابق بہروز دوستوں کو ملنے چل دیئے اور دادی جان اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ماہ رو بیٹا۔

جی امی جان۔

بیٹا جاؤ رامش کو جگاؤ آج کافی دیر ہوگئی ہے وہ نہیں اٹھا۔اتنا پہلے نہیں سوتا تھا۔

جی امی ابھی جگاتی ہوں ماہ رو رامش کے کمرے کی جانب چل دی رامش اٹھو بھی کیا آج سوتے رہنا ہے ماہ رو نے جیسے ہی پانی کا جگ اٹھایا تو رامش جلدی سے اٹھ بیٹھا اور ماہ رو کے ہاتھ سے جگ لے کر میز پر رکھ دیا رامش آج تم اتنی دیر تک کیوں سوتے رہے ہو رات کو سو نہیں پائے کیا۔

ہاں ماہ رو رات کو سو نہیں پایا اس لیے۔

اور میں بھی۔

کیا مطلب میں بھی۔

کچھ نہیں چلو باہر نکلو۔

نہیں ماہ رو میری طرف دیکھو۔

ہاں بولو وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔

تم بھی رات جاگتی رہی ہو۔

ہاں میں بھی کیونکہ میں سوچتی رہی ہو کہ اب مجھے گھر کے کاموں میں دلچسپی لینی چاہئے ماہ رو اتنا کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔رامش فریش ہونے لگا

امی چائے تو بنالی میں نے آپ پئیں ناں۔شہر بانو چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے ماہ رو کو داد دینے لگیں۔

ارے واہ بیٹی پہلی بار چائے بنائی ت و نے وہ بھی اتنے مزے کی۔

اب پراٹھا بناؤں۔

ٹھیک ہے بیٹا بنا۔خالہ جان ناشتہ دیں بھی مجھے بھوک لگی ہے لائی بیٹا اوئی ماۃ ماہ رو ایک دم چلائی کیا ہوا بیٹا شہر بانو کچن کی طرف دوڑی تو رامش بھی ماہ رو کی آواز سن کر کچن کی طرف دوڑا۔

امی میرے ہاتھ پر جلن ہو رہی ہے۔

تو اس میں رونے کی کیا بات ہے

دیکھیں جل گیا ہاتھ۔

میں نے تو کہا تھا ناں کہ میں بناتی ہوں لیکن تو ضد کر بیٹھی۔اب رو مت رامش یہ سارا منظر دیکھ کر خوش ہو رہا تھا کہ آج ماہ رو اس کے لیے ناشتہ بنا رہی ہے مگر ماہ رو کے آنسو اس کا من جلا رہے تھے۔

ارے ماہ رو تم مت بناتی ناں اب رو رو کے پاگل ہو رہی ہو۔

بیٹا تم جاؤ اسے لے کر مرہم لگاؤ بلکہ پٹی کر دو میں تمہارے لیے ناشتہ بنا کے لاتی ہوں۔وہ ماہ رو کو کمرے میں لے گیا اور بیڈ پر بیٹھا دیا اور خود ماہ رو کے سامنے بیٹھ گیا۔

ہاتھ دو۔

کیوں۔

مرہم لگادوں۔

ہاں یہ لو اتنا کہنے کے بعد اس نے اپنا ہاتھ رامش کے ہاتھ میں دے اور اپنی نظریں جھکالیں۔ماہ رو لگتا ہے دونوں کا حال ایک جیسا ہی ہے۔

کیا مطلب۔ماہ رو گھبرا سی گئی۔

مطلب یہ کہ نہ تم کو ان کاموں میں دلچسپی ہے اور نہ ہی مجھے۔رامش نے بھی ٹال مٹول سے کام لیا۔

اچھا یہ لو پٹی کر دی اور ہاں تمہیں پتہ ہے ناں کل میں نے چلے جانا ہے تو پھر آج گھومیں پھریں گے اور بہت سی تصویریں بنائیں گے۔

ٹھیک ہے رامش اب تم ناشتہ کر لو پھر چلیں گے

اوکے ماہ رو۔رامش باہر جانے لگا کمرے سے اور ہاں رامش چائے میں نے بنائی ہے بتانا کیسی لگی

اوکے بابا پینے تو دو۔

اچھا اب بتاؤ کیسی تھی چائے۔

ماہ رو بالکل تم جیسی میٹھی سی پیاری سی دل چاہتا تھا ہونٹوں سے لگائے رکھوں۔

کسے۔ماہ رو نے شرارت سے دیکھا۔

وہ کپ کو۔

وہ مسکرا دی۔دونوں ہی طرف بے قراری تھی کہ کب ہوگا اظہار جبکہ دونوں کی آنکھیں سب بول چکی تھیں مگر ہونٹ اب تک ہمت نہ کر پائے تھے کچھ بولنے کے ماہ رو چاہتی کہ رامش پہل کرے اور رامش چاہتا کہ ماہ رو پہل کرے ایسی ہی بیقراریوں میں دونوں گھومنے پھرنے نکل گئے۔

کیا بات ہے ماہ رو آج تم چپ سی کیوں ہو۔

نہیں رامش میں تو چپ نہیں ہوں ا۔

چھا جی مان لیا دونوں کچھ دیر یونہی گم سم چلتے رہے آخر کار رامش بول پڑا۔

ماہ رو۔

ہاں رامش بولو۔

تمہیں نہیں لگتا کہ کچھ سو ہو گیا ہے۔

کسے۔

ارے ماہ رو تم بھی ململ پاگل ہو۔

بتاؤ نا رامش۔

کچھ نہیں۔ماہ رو چلو ایک دوسرے کی تصویریں بناتے ہیں۔

ٹھیک ہے پہلے تم میری بناؤ رامش۔

اوکے۔ماہ رو اک کام کرو اس پیڑ کے ساتھ کھڑی ہو جاؤ۔

اوکے رامش اب ٹھیک ہے۔

ہاں بالکل ٹھیک ہے رامش نے ماہ رو کی کافی تصویریں بنائیں اور ہر تصویر بنانے سے پہلے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ضرور لاتا۔چلو اب تم میری بناؤ مگر مجھے تو معلوم نہیں کہ کیسے بنانی ہیں۔اوہ یار بتاتا ہوں ادھر آؤ ماہ رو رامش کے قریب کھڑی ہو گئی اور رامش ماہ رو کو کیمرے کے متعلق سمجھاتا رہا وہ ایک دوجے کے بہت قریب تھے مگر سمجھنے سمجھانے میں مصروف تھے جیسے ہی ماہ رو کیمرہ ہاتھ میں لینے لگی تو جیسے وقت تھم سا گیا نگاہیں چار ہوئیں مگر بڑی مشکل سے رامش نے خود کو سنبھالا اور ایک طرف چل دیا ماہ رو نے رامش کی تصویریں بنائیں اور پھر چل دیئے سارا رستہ دونوں نے خاموشی سے طے کیا اگر رامش کے دل میں کچھ ہوتا تو وہ مجھ سے کہہ دیتا یہ شاید میری ہی غلط فہمی ہے ماہ رو سارے راستے یہ ہی سوچتی رہی اور رامش بھی ایسی ہی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ ماہ رو اگر اس کے

متعلق سوچتی ہے تو بتادیتی لیکن اس سب کے باوجود ان دونوں کی آنکھیں سب کہہ چکی تھیں

ساقی کو گلہ کہ بکتی نہیں شراب
اور اک تیری آنکھیں ہیں کہ ہوش آنے نہیں دیتیں۔

رامش تمہاری پیکنگ کردی ہے میں نے

جی خالہ جان۔

اور ہاں بیٹا یہ جو الگ بیگ ہے ناں اس میں شہروز بھائی زیبا آپا سمیر اور اس کی دلہن اور حنا اور اس کے شوہر اور بچوں کے لیے کچھ تحائف ہیں انہیں دینا

۔خالہ اتنا آپ نے تکلف کیوں کیا۔

تکلف کیسا بیٹا بہروز نے اپنے بھتیجے کا کندھا تھپھپایا اور ساتھ بیٹھ گئے اور بیٹا امی ابو کو کہنا کہ گاؤں آجائیں مجھے ملنے دادی نے بھی اپنا پیغام رامش کے حوالے کردیا۔

بھئی ماہ رو کدھر ہے بہروز نے بیٹی کا پوچھا۔

وہ شاید سو رہی ہے چچا جان۔

اس وقت۔اس نے پوچھا

ہاں بہروز آج صاحبزادی نے ہلکا پھلکا کام جو کرلیا اور دن کھانا بھی تو اس نے بنایا۔

ویسے کھانا پکانے کے معاملے میں بالکل تم پر گئی ہے ناں ماں جی۔

ہاں بہروز۔آج صاحبزادی نے ہلکا پھلکا کام کرلیا ہے اور دن کھانا بھی تو اس نے بنایا۔

ویسے کھانا پکانے کے معاملے میں بالکل تم پر گئی ہے ناماں۔بہروز نے کہا

ہاں بہروز میاں بہت ذائقہ ہے ماہ رو کے ہاتھ میں۔دادی نے کہا۔

میرے خیال میں اب مجھے چلنا چاہیے رامش نے اتنا ہی کہا تو سب بولنے لگے۔

ارے بیٹا صبح چلے جانا۔

نہیں دادی جان۔صبح کالج جانا ہے۔

تو بیٹا شام کو نکل جانا۔

چاچا جان آپ تو جانتے ہیں پھر امی پریشان ہوتی ہیں آگے رستہ بھی ویران ہے۔

ہاں بیٹا تم ٹھیک کہہ رہے ہو آپا خواہ مخواہ پریشان ہوں گی جاؤ بیٹا تم ماہ رو کو مل آؤ میں تمہارا سامان گاڑی میں رکھواتا ہوں۔

جی چاچا جان۔اتنا کہہ کر وہ ماہ رو کے کمرے میں گیا۔

ماہ رو ہاں تم جاگ رہی ہو تو باہر کیوں نہیں آئی

ویسے ہی رامیش۔

کیا میں نے کچھ جانے انجانے غلط بول دیا ہے

ایسا کب کہا رامیش میں نے۔

تو ناراض کیوں ہو۔

نہیں میں تو ناراض نہیں۔

اچھا آؤ دروازے تک میں جارہا ہوں۔

رامش اٹھنے لگا تو نجانے کیسے ہمت آگئی ماہ رو میں ماہ رو نے جلدی سے رامیش کا ہاتھ پکڑ لیا تمہیں اتنی جلدی کیا ہے کل چلے جانا رامش ماہ رو بولتی رہ مگر رامش کی نظریں اپنے اس ہاتھ پر تھیں جو کہ ماہ رو کے ہاتھ میں تھا ماہ رو نے دھیرے دھیرے سے رامش کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

ماہ رو مت چھوڑو۔

کیا رامش۔

کچھ نہیں۔چلو مجھے دیر ہو رہی ہے۔ویسے جلد آؤں گا۔ماہ رو خاموش سے چل دی اچھا خالہ جان رامیش باری باری سب سے ملا اور ماہ رو کو بھی بے چین نظروں سے الوداع کہتے ہوئے چلا گیا ماہ رو نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو روکا اور کمرے میں جا کر لیٹ گئی۔رامیش بھی سارے رستے پر یہی سوچتا رہا کہ کیوں نہ کر پایا اظہار محبت اور رامش نے یہ ٹھان لی کہ اگلی دفعہ گاؤں آئے گا۔تو اظہار محبت کرکے ہی جائے گا دل کی باتیں دلوں میں ہی رہ گئیں ماہ رو بھی رامیش کی طرح وقت گزارنے لگی ماہ رو کافی حد تک

بدل چکی تھی اب نہ تو وہ گھومنے پھرنے جاتی نہ لاپرواہ رہتی گھر کے سارے کام اس نے سنبھال لیے جب کبھی اسے رامش کی یاد ستاتی تو وہ باغ کا رخ کرلیتی رامش کا حال بھی ایسا تھا ہر پل ماہ رو کی تصویریں دیکھتا رہتا گزرے پل یاد کرکے مسکراتا رہتا۔

کیا بات ہے چوہدری ہاشم آج تو اتنا خاموش کیوں ہے۔بہروز نے چوہدری سے ملتے ہوئے کہا

کچھ نہیں بہروز بس ویسے ہی۔

پھر بھی کوئی تو بات ہے ہاشم۔

ہاں بھائی صاحب کوئی تو بات ہے جو یہ مجھ سے بھی چھپا رہے ہیں رضیہ نے اپنے شوہر ہاشم کے بارے میں بہروز سے کہا۔مگر ہاشم مسلسل چپ رہے آخر بہروز تنگ آکر اٹھنے لگا تو ہاشم نے بٹھالیا وہ بہروز یار حارث کا فون آیا تھا وہ کل شام گاؤں پہنچ جائے گا۔

یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے ہاشم۔

ہاں بس اس لیے پریشان ہوں کہ وہ شادی جلدی کرنا چاہتا ہے اتنی جلدی انتظامات کیسے ہوں گے۔ہاشم نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

ارے ہاشم یار ہو جائیں گے سب انتظامات بس اتنی سی بات کے لیے تو افسردہ ہے۔

دیکھ بہروز اب وقت آگیا کہ برسوں پرانا کیا وعدہ پورا کریں۔

ہاشم میں کون سا مکرا ہوں اس وعدے سے۔حارث آجائے بس پھر کردیں گے جٹ منگنی پٹ بیاہ۔ماشاءاللہ ہماری بیٹی بھی سمجھدار ہوگئی ہے بہروز نے خوشی خوشی سے اپنے رائے دے دی۔مگر ہاشم کی اداسی کم نہ ہوئی۔

بہروز تو تو جانتا ہے کہ آج کل کے جوان بچوں کا کوا ایسا نہ ہو اس شادی کے بعد ہم لوگوں کے تعلقات خراب ہوں بہروز مسکرانے لگا۔

ہو کیا گیا ہے تجھے ہاشم ہمارے بچے ایسے نہیں ہیں۔بھابھی آپ لسی لائیں ہمارے لیے رضیہ بیگم اٹھ گئیں لسی لانے اور وہ دونوں گپوں میں مصروف ہوگئے۔

آگئے آپ۔

جی جناب شہروز اپنی بیگم کو تو جواب دیتے ہی صوفے پر بیٹھ گئے زیبا بیگم کیا حنا کا کوئی فون آیا کب آرہی ہے۔

جی شہروز فون تو آیا تھا مگر کوئی ایسی بات نہ کی

بھئی تو میں تو اپنے نواسے فہد کو بہت پیار کرنے لگا ہوں حنا زیبا اور شہروز کی بڑی بیٹی تھی جو کہ شادی شدہ تھی اور ان کا ایک بیٹا فہد بھی تھا حنا کی ساس اپنی بیٹی ناجیہ کا رشتہ رامش کو دینا چاہتی تھی مگر رامش کے انکار پر ان کا رویہ حنا کے ساتھ کچھ اچھا نہ رہا اور اپنے بیٹے رضوان کو ہر وقت ایک ہی بات کہتیں کہ حنا کو چھوڑ دو مگر رضوان ایک سمجھدار انسان تھا اس نے نہ ماں باپ کی مانی نہ ساس کی نہ ہی سسر کی بلکہ اپنی بیوی اور بچے کو لے کر الگ ہوگیا ہاں اتنا ضرور تھا کہ وہ حنا کو ایک ادھ سال میں ہی چکر لگانے دیتا۔والدین کے گھر کا اور اب تو سال ہونے کو تھا حنا نے چکر نہ لگایا فہد کو اس کے نانا ابو بہت یاد کرتے تھے۔

آپ فکر نہ کریں وہ لوگ اب جلد آئیں گے ارے میں تو آپ کو بتانا ہی بھول گئی آج گاؤں سے بہروز بھائی کا فون آیا تھا وہ بتارہے تھے کہ آج ہاشم کے بیٹے حارث تعلیم سے فارغ ہوکر آرہے ہیں اور جلد حارث اور ماہ رو کی شادی کریں گے۔

اتنی جلدی۔

ہاں شہروز جو انہیں مناسب لگا خیر جب دن مقرر ہوں گے تو وہ ہمیں بتائیں گے پھر چلیں گے آخر وہ آپ کی اکلوتی بھتیجی اور میری اکلوتی بھانجی ہے ہاں بیگم ضرور حنا کو بھی بتادیا تھا وہ بھی آئے گی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔ اور یہ سمیر اور ندا کہاں ہیں۔
وہ لوگ ندا کے والدین کے ہاں گئے ہیں شام تک آجائیں گے۔
ٹھیک ہے یہ کچھ پیسے رامش کو دے دینا وہ جب کالج سے گھر آئے تو۔
آپ اتنے پیسے اس کو کیوں دیتے ہیں
ارے بیگم یہ سب کچھ اسی کا تو ہے۔ میں تھک گیا ہوں کچھ آرام کرلوں۔

بہروز آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں میں جانتی ہوں کہ ماہ رو کو انکار نہیں ہوگا دادی جان بہروز اور شہر بانو ماہ رو کی شادی کا قصہ لیے بیٹھے ہوئے تھے یکدم ماہ رو بھی آگئی۔
لو آگئی ہماری بیٹی ماہ رو۔ ادھر آؤ بیٹا۔
جی امی جان۔
اب آپ خود ہی پوچھ لیں۔
کیا پوچھنا ہے ابو جی۔
بیٹی بات دراصل یہ ہے کہ چوہدری ہاشم اور میرے درمیان یہ فیصلہ ہوا تھا سترہ سال پہلے کہ تمہاری اور حارث کی شادی ہوگی اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم اس فیصلے کو تکمیل تک پہنچائیں تم خوش تو ہو نا بیٹا۔ ماہ رو کے تو جیسے ہوش و حواس ہی اڑ گئے۔ وہ نہ تو ہاں کر سکی اور نہ ہی انکار خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور دھیرے دھیرے اپنے کمرے کی جانب چل دی میں نے بولا تھا کہ ناں ہماری بیٹی انکار نہیں کرے گی ماہ رو نے اپنی ماں کی یہ مان بھری بات سن لی اور افسردہ سی ہو کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ کیا کہہ دیا یہ امی نے اور ابو کی یہ آرزو میں اگر یہ بات مان لوں تو رامش نہیں نہیں میں نہیں کروں گی شادی اگر نہیں کی تو امی ابو کیا سوچیں گے اور چاچا ہاشم جنہیں ہم پر اتنا مان لیکن میں کیا کروں دل میں رامش ۔۔۔ ماہ رو تکیے میں منہ دیئے روتی رہی آخر وہ آنسو صاف کرنے لگی اور سوچ لیا کہ وہ رامش کی محبت دل میں چھپالے گی اور اپنے بڑوں کا مان بھی نہیں توڑے گی۔ ویسے بھی مجھے کیا معلوم کہ رامش مجھے چاہتا بھی ہے یا نہیں اس نے تو کچھ نہیں کہا تک نہیں پھر میں اس یکطرفہ محبت کی سزا والدین کو کیوں دوں رامش کو میں چاہتی ہوں چاہتی رہوں گی مگر اس یکطرفہ محبت کو دل میں ہی رکھوں گی ماہ رو گھر سے نکلی اور باغ کی طرف چل دی رامش کے متعلق سوچ سوچ کر روتی رہی۔
شہر بانو میں ہاشم کی طرف جا رہا ہوں تم لوگ بھی جلد آنا تقریباً چھ بجے حارث پہنچ جائیگا۔
ٹھیک ہے بہروز آپ جائیں۔ ارے ماہ رو کو آج تو روتی آپ ماں جی۔ شہر بانو نے کہا۔
شہر بانو آئی ہوگی تم اس کے کپڑے وغیرہ نکال دو جی ماں جی ہر طرف خوشیوں کا سماں تھا۔

ماما کیا بات ہے آج آپ بڑی خوش لگ رہی ہیں رامش نے ماں کو خوش دیکھ کر پوچھا۔
ہاں بھئی کیونکہ بہت جلد ہم سب لوگ گاؤں چلیں گے۔ ماں نے جواب دیا۔
سچ ماما۔ رامش نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔
ہاں رامش بہت جلد تمہاری اکلوتی اور لاڈلی کزن ماہ رو کی شادی ہے بس پھر سب چلیں گے ان کا اتنا ہی کہنا تھا کہ رامش کا دل کرچی کرچی ہوگیا۔
یہ کیا کہہ رہی ہیں۔
آپ ہاں بیٹا وہ چوہدری ہیں ناں ان کے بیٹے حارث کے ساتھ ہمارے بھائی اور ہاشم بھائی کے درمیان سترہ سال پہلے یہ فیصلہ ہوا تھا جب ہماری ماہ رو ڈیڑھ سال کی اور حارث پانچ سال کا تھا۔
مگر ماما ماہ رو خوش ہے کیا۔
رامش پاگل ہو تم وہ تو بس اس بات کو خوشی سمجھتی ہے جس میں اس کے والدین خوش ہوں اور ویسے بھی حارث کے والدین بھی ماہ رو سے بہت پیار کرتے ہیں اور ہاشم بھائی ہم لوگوں کے بڑے بھائی جیسے ہیں وہ تم سب کو اپنے بیٹے سے بھی بڑھ کر چاہتے ہیں زیبا چھن جانے لگی رامش کے سارے خواب چکنا چور ہوگئے اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے کیا ماہ رو نے بخوشی رشتہ قبول کرلیا شاید یہ میری بھول تھی کہ وہ مجھے چاہتی ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ انکار کردیتی مگر اس کی آنکھیں تو کچھ اور بولتی تھیں عجب کشمکش میں مبتلا وہ ماہ رو کی تصویریں دیکھ دیکھ کر تڑپتا رہا شاید دونوں نے اظہار میں دیر کردی یا پھر قسمت میں ایسا لکھا تھا۔ اب وہ کر بھی کیا سکتا تھا خاندان میں یہ بات پھیل چکی تھی کہ حارث اور ماہ رو کے رشتے کی دل کی باتیں دلوں میں رہ گئیں۔

ماہ رو تم نے کتنی دیر لگادی بیٹا حارث آبھی چکا ہوگا دادی ماں نے کہا۔
میں نے نہیں جانا۔
کیوں بیٹی۔
بس ایسے ہی دادی ماں۔
نہ بیٹا نہ جانا تو ہے تمہارے امی ابو انتظار میں ہوں گے تم تیار ہو جاؤ پھر چلتے ہیں۔
دادی ماں نہیں ناں۔
ماہ رو اب ضد کرنا بھی چھوڑ دو جاؤ تیار ہو جاؤ ماہ رو اب بھی جب مان ہی لی ہے والدین کی بات تو یہ ضدیں چھوڑ دو۔ ماہ رو خود سے مخاطب ہوئی اور کمرے میں جا کر تیار ہونے لگی بیلک کلر کی شلوار قمیض پہنے اور سر پر دوپٹہ اوڑھے وہ دادی ماں کے ساتھ چل دی۔
بابا جان آپ چاہے جو کہیں جو کریں مگر میں بتا رہا ہوں آپ کو میں جولی کو نہیں چھوڑ سکتا۔
حارث یہ سب بعد کی باتیں ہیں ابھی باہر چلو سب کیا سوچیں گے اور پھر اور پھر تمہارے ہونے والے ساس سسر بھی باہر بیٹھے ہیں۔
بابا جان آپ کے کہنے پر میں یہ شادی کرلوں گا مگر کل کو کوئی مسئلہ بنا تو مجھ سے یہ توقع مت رکھئے گا کہ میں جولی کو چھوڑ دونگا۔
ٹھیک ہے مت چھوڑنا مگر ایک بات یاد رکھنا کہ اس بات کا کسی کو پتہ نہ چلے کہ تم نے امریکہ کی کم بخت جولی سے شادی کر رکھی ہے۔
بابا جان وہ میری بیوی ہے۔
ہاں وہ تیری بیوی ہے مگر ہماری بہو ماہ رو ہے چلو باہر چلتے ہیں اب ہاشم دل پر بوجھ لیے باہر چل دیئے اور پیچھے پیچھے حارث بھی چل پڑا حارث کی عمر تقریباً چوبیس یا پچیس سال تھی خوبصورت شکل اونچا قد اور پرکشش جسامت کا مالک تھا والد صاحب نے اپنے لاڈلے بیٹے کو پڑھنے کے لیے امریکہ بھیجا تھا حارث نے پڑھائی تو خوب کی مگر حارث کی کلاس فیلو جولی حارث کے آگے پیچھے گھومنے لگی اور آخر کار حارث کو جیت لیا جولی نے یہ حارث کی جلد بازی تھی یا کچھ بھی کہ اس نے فوراً جولی سے شادی کرلی اور اب وہ ماہ رو سے شادی صرف خاندان والوں کی عزت اور زبان کا پاس رکھنے کے لیے کررہا تھا دھیرے دھیرے سب مہمان گھروں کو چل دئیے رضیہ بیگم اور ہاشم بہروز اور شہر بانو سے شادی کے بارے میں باتیں کررہے تھے حارث دادی ماں کے پاس بیٹھا ادھر ادھر کے قصے سن رہا تھا ماہ رو کو دیکھتے ہی دادی ماں بولنے لگی۔
کہاں رہ گئی تھی میری بچی ادھر آ ماہ رو۔
ماہ رو کا نام سنتے ہی حارث نے فوراً ماہ رو کی طرف دیکھا کہ آخر ایسی کیا بات ہے ماہ رو میں کہ ماں باپ اسے اتنی محبت دیتے ہیں ابھی سے لیکن جب حارث نے ماہ رو کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ محبت کیوں ہے۔ وہ ان کے پاس آگئی۔
جی دادی جان وہ میں رانی کو ملنے گئی تھی۔
آؤ بیٹھو بیٹا۔

نہیں دادی جان میں امی ابو کے پاس جاتی ہوں ماہ رو جا کے ان کے پاس بیٹھ گئی۔ چاہ کر بھی حارث خود پر قابو نہ رکھ پایا بار بار اس کی نظریں ماہ رو کی طرف اٹھیں مگر اگلے ہی لمحے جھولی اس کے سامنے آجاتی۔۔۔ ہاشم نے ماہ رو کو سینے سے لگا کر بہت سی دعائیں دیں۔

حارث بیٹا ہماری ماہ رو کو یوں چار دیواری میں رہنا پسند نہیں ہے ابھی بھی اس کی اداسی کی یہ ہی وجہ ہوگی جاؤ تم لوگ باغ کی سیر کرآؤ حارث جلدی سے اٹھا مگر ماہ رو نے انکار کردیا۔ ہاشم ماہ رو کو کہنے لگے کیا بات ہے ماہ رو بیٹا اپنے چاچا ہاشم کی بات نہیں مانو گی جاؤ بیٹا جی چاچا جان۔ ماہ رو احتراما بات مان کر حارث کے ساتھ چل دی۔ مگر دونوں خاموش چلتے رہے آخر حارث نے خاموشی کو توڑا۔

کیا آپ یونہی خاموش رہتی ہیں۔

نہیں وہ۔۔ ماہ رو نے مختصرا جواب دیا۔ ماہ رو کی اتنی سرد مہری دیکھ کر حارث کو کچھ اچھا نہ لگا ماہ رو کا تو دل و دماغ رامش کی طرف تھا اس گاؤں کے کونے کونے سے اسے رامش کی صدائیں آئیں اور پھر جس باغ میں اس وقت حارث اور ماہ رو موجود تھے وہ تو یادگار جگہ تھی ماہ رو کے لیے اسے وہ گزرے پل یاد آنے لگے جب وہ اور رامش باغ میں ٹہلا کرتے تھے تصویریں بناتے تھے آنکھ مچولی کھیلتے تھے مگر اب وہ سب یادیں بن کے رہ گیا تھا جو حقیقت تھی وہ سامنے تھی۔

حارث گھر چلیں ماہ رو نے حارث کی طرف دیکھ کر کہا حارث کو ماہ رو کے منہ سے اپنا نام اچھا لگا ہاں چلیں۔

تو کیا فیصلہ کیا آپ نے بھابھی جان ہاشم نے شہر بانو سے کہا۔

بس بھائی صاحب ماں جی سے صلاح مشورہ کیا ہے تو یہ طے پایا کہ پرسوں منگنی کر دیتے ہیں اور ہفتے بعد سوموار کی رات مہندی وغیرہ اور منگل کو رخصتی کردیں گے۔

بالکل ٹھیک بھابھی جان ہر چہرہ پر رونق تھا۔

ارے رضیہ بیگم سب کے منہ میٹھے کراؤ۔

ہاں جی ضرور۔ لو بھئی حارث اور ماہ رو بھی آگئے بہروز نے دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آجاؤ بچو۔ دادی ماں نے دونوں کو پاس بٹھالیا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ شادی اور منگنی کی دعوت دی جانے لگی سب کو تیاریاں ہونے لگیں۔ منگنی تو بہت سادگی سے ہوگئی البتہ شادی دھوم دھام سے کرنے کے خواہشمند تھے چوہدری ہاشم۔ شادی سے چھ دن رہ گئے تھے ماہ رو کو مایوں بیٹھا دیا گیا۔

حنا کتنی دیر ہے بیٹا بس امی آئی حنا سمیر ندا زیبا بیگم اور ملک بہروز گاؤں جانے کے لیے تیار تھے جبکہ رامش تو سب سے پہلے نکل چکا تھا گاؤں کے لیے۔

السلام علیکم خالہ جان شہر بانو نے جیسے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گئیں۔

وعلیکم السلام۔ رامش بیٹا یہ آج تم چپ چاپ آئے ایسا کیوں ہے بیٹا۔

ہاں میرے لال تو تو آتے ساتھ شور مچاتا تھا کہ دادی ماں دادی ماں اور آج۔

ارے ماں جی سمجھدار بچہ ہے ناں جانتا ہے کہ اس کی کزن کی شادی ہے کیسے ہیں آپ چاچا جان بہروز نے رامش کو سینے سے لگالیا۔

ٹھیک بیٹا بیٹھو پہلے اس کو تو مل لو ناں رامش بیٹا پہلے آرام کرلو پھر مل لینا۔

اوہ نہیں خالہ جان پھر ماما بابا آجائیں گے اور میں تو اپنی پیاری کزن کو مل ہی نہیں پاؤں گا پھر وہ ان سب سے چمٹی رہے گی۔ ہاں ہاں جاؤ بیٹا ماہ رو اپنے روم میں بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور آنکھیں بند کیے رامش کی سوچ میں گم تھی رامش کی آمد کا اسے

پتہ بھی نہ چلا تھا رامش بھی ماہ رو کو چپ چاپ کھڑا دیکھتا رہا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

مجھے کیا ملا تیری جستجو کرکے
ریزہ ریزہ ہوا تیری آرزو کرکے
یوں بکھرا ہے میری حسرتوں کا گھروندہ
توڑے بھی آئینے میرے روبرو کرکے

ماہ رو۔ رامش نے اپنے آنسو صاف کیے۔ اور ماہ رو کو آواز دی۔ ماہ رو تو جیسے اسی انتظار میں تھی کہ کب رامش اسے پکارے اور وہ آنکھیں کھولے۔

رامش تم۔

ہاں میں۔ وہ اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔ ماہ رو تم خوش تو ہو ناں۔

پتہ نہیں۔

ماہ رو کچھ ہے ناں۔

ہاں رامش بہت کچھ۔ ماہ رو کی پلکیں بھیگ گئیں اور رامش کی بھی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ سب کچھ بہت جلدی ہوگیا ماہ رو رامش سر جھکائے اتنا کہہ کر چپ کرگیا۔

ہوسکتا ہے رامش کسی نے کسی سے کچھ کہنے میں دیر کردی ہو۔ رامش بھی ماہ رو کی بات سمجھ چکا تھا۔ ماہ رو سر جھکائے بیٹھی رہی اور آنسو گرتے چلے گئے۔ رامش سے یہ سب برداشت نہ ہورہا تھا۔

ماہ رو پلیز چپ کرجاؤ۔ رامش نے ماہ رو کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اتنا ہی کہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ماہ رو بھی اندر سے ٹوٹ چکی تھی رامش نے ماہ رو کا چہرہ اپنے سینے میں چھپالیا۔ اور ایک دوسرے کو چپ کرانے لگے۔

گلے ملتے ہیں جب دو بچھڑے ہوئے ساتھی
عدم ہم بے سہاروں کو بہت تکلیف ہوتی ہے

اب تک بھی ان دونوں نے واضح الفاظ میں کچھ نہ کہا تھا مگر دونوں جان چکے تھے کہ محبت دونوں کے دل میں موجود ہے ایک دوجے کے لیے دل کی باتیں دلوں میں رہ جائیں تو بہت درد ہوتا ہے اور خدا نہ کرے کہ کسی کے دل کے پیار بھرے ارمان آنسو بن کر بہہ جائیں۔ اب تو کچھ ہو نہیں سکتا تھا۔ رامش خود کو سنبھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور ماہ رو نے بھی صبر سے کام لیا۔ رامش کے سب گھر والے آچکے تھے خوب رونقیں لگی تھیں پورے گاؤں میں اگر ویرانگی تھی تو بس ماہ رو اور رامش کے دل میں۔ دن میں ایک آدھ مرتبہ ماہ رو اور رامش کی نظریں ٹکراتیں تو دل خون کے آنسو روتا۔ بالآخر مہندی کی رات بھی آپہنچی۔ ماہ رو گولڈن کلر کے فراک میں ہلکا پھلکا زیور پہنے اور لائٹ میک اپ کیئے کسی حور پری سے کم نہ لگ رہی تھی باری باری سب مہندی لگانے لگے ماہ رو کو اور آخرکار ماہ رو کا دیوانہ بھی ماہ رو کے سامنے آبیٹھا ماہ رو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر رسما مہندی لگانے لگا ماہ رو سے یہ سب دیکھا نہ گیا ماہ رو کے آنسو گرنے لگے رامش نے ماہ رو کے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلی پر سجالیا ماہ رو نے بے بس نظروں سے رامش کو دیکھا

یہ سجا سجایا گھر ساتھی
میری ذات نہیں میرا حال نہیں
اے کاش کبھی تم یہ جان سکو
اس سکھ نے جو آزار دیا۔

رخصتی کا دن بھی آگیا ماہ رو دلہن بنی بہت سندر لگ رہی تھی مگر اس کی آنکھیں اداس تھیں یہ اداسی محبت کو کھونے کی تھی جبکہ اوروں کے لیے والدین سے بچھڑنے کی تھی ماہ رو روتے رلاتے اپنے بابل کا آنگن ویران کرگئی رامش کا رو رو کا برا حال تھا مگر وہ اپنے آنسو سب سے چھپا رہا تھا۔ ماہ رو اپنے پیا کے آنگن میں پری بنی اتر چکی تھی ماہ رو نے اپنا غم دل میں دفن کرلیا ماہ رو حارث کی سیج پر بیٹھی حارث کے آنے کا رسما سا انتظار کررہی تھی من میں تو یادوں کے سوا اب کچھ بھی نہ بچا تھا۔ حارث کمرے میں داخل ہوا اور ماہ رو کو بغور دیکھتا رہا ماہ رو کی خوبصورتی معصومیت

دیکھ کر اس کا دل چاہا کہ وہ اس سے کچھ بھی نہ چھپائے ماہ رو حارث نے بیٹھتے ہی ماہ رو کو پکارا۔

جی۔

ماہ رو تم بے حد خوبصورت ہو اور کافی حد تک معصوم بھی میں تم سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتا۔

جی بولیں آپ۔

ماہ رو ایک سال پہلے میں نے ایک امریکن لڑکی سے شادی کر لی تھی جو میرے ساتھ پڑھتی تھی اس کو میں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔نہ تب نہ اب یہ شادی بابا جان اور تمہاری فیملی کی عزت بچانے کی خاطر کی ہے تم جیسی لڑکی کی ہر کوئی تمنا کرے گا۔ کہ ہمسفر بنے مگر یہ میری بدنصیبی ہے یا کچھ اور کہ جولی تم سے پہلے میری زندگی میں آ گئی اگر تم اس کے ہوتے ہوئے مجھے قبول کر سکتی ہو تو ٹھیک ہے جہاں تک ممکن ہوا میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ ماہ رو خاموش رہی اور کہتی بھی تو کیا پہلے محبت بچھڑ گئی اور اتنا درد سینے میں چھپائے وہ والدین اور ہاشم چاچا کی خوشی کی خاطر حارث کی دلہن بن گئی مگر اب حارث کے منہ سے یہ سچائی سن کر اس مزید درد ملا ماہ رو معلوم ہے مجھے تمہیں شدید دکھ دیا ہے میں نے مگر تمہیں دھوکے میں رکھنا مجھے ذرا بھی اچھا نہ لگتا۔ ماہ رو بیڈ سے اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی ایک ایک کر کے اپنے گہنے اتارنے لگی اور واش روم میں چلی گئی۔ چینج کر کے ماہ رو بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ حارث نے یہ سوچا بھی نہ تھا کہ ماہ رو اتنی سرد مہری کا مظاہرہ کرے گی اور بغیر کچھ بولے سب سہہ جائے گی حارث مسلسل ماہ رو کو دیکھے جا رہا تھا آخر جو بھی تھا ماہ رو کی چپ اسے بے چین کیے جا رہی تھی۔

وہ اس کے پاس بیٹھ گیا۔

تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

آپ نے جو کہنا تھا سو کہہ دیا آپ جولی کے ساتھ پرسکون ہیں اور ظاہری بات ہے وہ آپ کی پسند ہے اور پہلی بیوی ہے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں آپ کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہیں کروں گی اور جس حد تک میں نے اور آپ نے ایک دوسرے کو قبول کر لیا ہے یہ ہی بہتر ہے ہمارے حق میں۔ ماہ رو کروٹ بدل کر کمبل اوڑھنے لگی ٹھیک ہے ماہ رو مگر میرے یا تمہارے والدین کو پتہ نہ چلے کہ ہم دونوں میاں بیوی ہوتے ہوئے بھی میاں بیوی کے رشتے سے محروم ہیں۔

آپ بے فکر رہیں آپ کسی کو پتہ نہ چلے گا کہ ایک چھت کے نیچے رہنے کے باوجود ہم میں دوری ہے۔ ماہ رو نے دھیمے لہجے میں کہا اور اپنا منہ تکیے میں دے دیا۔ حارث بھی سونے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ جب پہلو میں حسین ہمسفر ہو تو بندے کو نیند کیسے آتی ہے مگر یہ حارث نے اپنے ساتھ خود ایسا کیا تھا لیکن وہ مطمئن تھا سچ بتا کر ہاں تھوڑی بے چینی ہوئی ہے اس کو ماہ رو کے لیے۔ رامش کی رات بھی کانٹوں میں بسر ہوئی۔ شادی کا ہلہ گلہ ختم ہوا رامش کی فیملی بھی اپنے شہر چل دی ماہ رو اور حارث اوروں کے سامنے ہنس بول لیتے مگر جب دونوں اکیلے ہوتے تو اجنبیوں کی طرح لگتے۔

امی۔۔

ارے میرا [illegible] کیسی ہو تم۔

میں ٹھیک ہوں امی جان۔

ارے میرا بہادر بیٹا۔ بہروز نے اسے گلے سے لگاتے ہوئے سر منہ چوما۔

دادی ماں کیسی ہیں آپ۔ میں تو ٹھیک میری گڑیا تو بتا کیسی ہے تو۔

میں بالکل ٹھیک ہوں دادی ماں۔

حارث کیوں نہیں آیا۔ ماں نے ماہ رو کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

امی وہ کسی کام سے شہر سے باہر گئے ہیں۔

چلو اچھا کیا تم آ گئیں۔

شہر بانو نے اپنی بیٹی کے مرضی کے کھانے بنائے جس کی وہ کبھی فرمائش کیا کرتی تھی۔

امی آپ نے تکلف کیا خواہ مخواہ۔

جانتی ہوں تو بڑی ہو گئی ہے مگر اتنی بھی نہیں کہ مجھے تکلف کا بتا۔

اچھا امی گستاخی معاف کریں سب نے مل کر کھانا کھایا بس پھر ماہ رو ماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔

امی خالہ لوگ کیسے ہیں رامش ٹھیک ہے ناں۔

وہ میں تو بھول گئی بیٹا۔ وہ سب تو ٹھیک ہیں مگر بیٹا رامش یورپ چلا گیا ہے۔

ایسا کیوں امی۔ ماہ رو بے چین سی ہو گئی۔

بیٹا اس کی خواہش وہ بضد تھا اور پھر اس کی خوشی کی خاطر چپ کر گئے۔ ماہ رو کافی پریشان ہو گئی۔ امی کب واپس آئے گا وہ۔

بیٹا ابھی تو اسے گئے ہوئے مہینہ بھی نہیں ہوا ہے اگر اس نے چاہا تو دو سال بعد وہ چکر لگائے گا

دو سال۔

ہاں۔ ماہ رو کیا کہیں کیا ہے اس لڑکے کو۔ شادی سے پکا انکار کر کے چلا گیا ہے پہلے حنا کی نند ناجیہ سے انکار تھا اس کا اور اب سمیر کے بیوی ہے ناں وہ۔ کیا نام ہے اس کا ندا۔ کی بہن ردا کا رشتہ بھی اس نے ٹھکرا دیا ہے پھر یہ ہی مناسب لگا آپا لوگوں کو کہ وہ اس کو تعلیم کے سلسلے میں یورپ جانے دیں۔

شہر بانو۔

آئی ماں جی۔ ماہ رو کی آنکھوں سے آنسو لڑیاں بن کے بہنے لگے وہ ان یادوں میں ڈوب گئی جو رامش کے سنگ تھیں اب وہ رامش کے لیے بس دعا ہی کر سکتی تھی جو کہ اس نے کبھی اپنے لیے بھی نہ کی تھی دن ہو یا رات خوشی ہوتی یا غم دکھ ہوتا یا سکھ ماہ رو کے دل و دماغ پر رامش ہی چھایا رہتا اور وہ روتی تڑپتی مگر پھر بھی رامش کو یاد کر کے پرسکون رہتی۔

جانے کب تک تیری تصویر نگہوں میں رہی
ہو گئی رت تیرے عکس کو تکتے تکتے۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا اس ظالم نے تو گزرنا ہوتا ہے آخر گزر جاتا ہے ماہ رو کی شادی کو ایک سال ہو گیا۔

بابا جان کل میری فلائٹ ہے گیارہ بجے کی مجھے واپس جانا ہے۔

کیوں جانا ہے۔

بابا وہاں میرے بہت سے کام بکھرے پڑے ہیں ان کو نمٹا کے لوٹ آؤں گا۔

تو ایک کام کرو ہماری بہو کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ وہ ماہ رو کی مرضی ماہ رو جیسے ہی چائے لے کر آئی چوہدری ہاشم نے ماہ رو کو پاس بٹھا لیا۔

کیا خیال ہے بیٹا تمہارا چلو گی حارث کے ساتھ امریکہ۔

نہیں چاچا جان میں اپنوں سے دور نہیں جا سکتی ماہ رو اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

ٹھیک ہے حارث تم جلد لوٹ آنا اور کوشش کرنا کہ وہاں کے کیے غلط فیصلے توڑ کے آنا۔ حارث بنا جواب دیئے کمرے کی جانب چل دیا۔

کیا بات ہے ماہ رو تم ساتھ کیوں نہیں جانا چاہتی۔ حارث نے پیار سے کہا۔

میری مرضی اور دوسری بات آپ کا وہاں کا وقت جولی کا ہے۔

ماہ رو اور یہاں کا وقت۔

میں سمجھی نہیں۔

ماہ رو مطلب کہ ہم کب تک دکھاوے کی زندگی جئیں گے۔

حارث یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے۔

ماہ رو تم آج سن رہی تھی ناں ہم دونوں ہم دونوں کے والدین کی خواہش ہے کہ ہمارے آنگن میں پھول کھلے۔

ہاں جانتی ہوں۔مگر آپ جولی کو لے آئیں اور اس سے ہر بندھن رکھیں چاچا جان کو پوتا بھی دیں میرے اور اپنے اس دکھاوے کے رشتے کو توڑ دو آپ میں اپنے والدین کو سنبھال لوں گی۔

ماہ رو حارث نے زوردار تھپڑ ماہ رو کے گال پر مارہ دوبارہ ایسی بات منہ سے مت نکالنا پہلی بات تمہارے والدین میرے والدین ہیں اور دوسری بات ہم بے شک نام کے میاں بیوی ہیں مگر پھر بھی تم میری منکوحہ ہو مر تو سکتا ہوں مگر تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ماہ رو کو بہت عجیب سا لگا یہ سب آج حارث اسے اپنا سمجھتا تھا وہ بھی اس قدر ماہ رو کے نرم گال پر حارث کی انگلیوں کے نشان پڑ چکے تھے حارث کو شرمندگی محسوس ہوئی اور باہر نکل گیا۔ماہ رو بیڈ پر پڑی کروٹیں بدلتی رہیں رات گئے حارث کمرے میں آیا ماہ رو کو جاگتا ہوا دیکھ کر حارث نے ماہ رو سے سوری کہا۔کوئی بات نہیں۔

ماہ رو میں سویرے گاؤں سے نکل جاؤں گا شہر کے لیے۔

جی اور کچھ۔

ماہ رو اور کچھ نہیں اپنا خیال رکھنا۔

جی بہتر۔

حارث صبح روانہ ہو گیا اور اپنے دیس کو خیر باد کہہ گیا ماہ رو کا حارث سے کوئی ازدواجی کے بعد اسے رامش کی یادیں ڈسنے لگی حارث بھی امریکہ جا کر بے چین سا رہنے لگا ماہ رو کی یاد اسے ستانے لگی اور اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا کہ اتنی خوبصورت بیوی ہونے کے باوجود وہ ایک غیر مہذب جولی کی خاطر ایسا کیوں کر رہا ہے حارث کچھ نہ سمجھا اس وقت جب وہ ماہ رو سے محبت کر بیٹھا انجانے میں اور اب ہر وقت اسے ماہ رو کی یاد ستاتی جولی میں تو سو عیب تھے مگر پہلے کبھی حارث نے غوث ہی نہ کیا تھا حارث نے جلد جولی سے تعلقات ختم کر دیئے طلاق وغیرہ کے پیپرز تیار کروا کے حارث نے نہ صرف جولی بلکہ امیرکہ کو بھی خیر باد کر دیا حارث چند مہینون بعد واپس آ گیا پاکستان اور اپنے والدین سے معافی مانگ لی چوہدری ہاشم کو بے حد خوشی ہوئی کہ اب ان کے لیے کوئی کوئی تعلق نہیں کسی غیر لڑکی سے رات سب نے مل کر کھانا کھایا اور اپنے اپنے کمروں میں چل دیئے۔

بیٹا جاؤ تم مل آؤ ناں بہروز چاچا اور شہر بانو چچی کو ماہ رو کو بھی لیتے آنا۔رضیہ نے کمرے کی طرف جاتے جاتے حارث کو کہا۔

جی امی جاتا ہوں۔

رات کا وقت تھا ماہ رو اپنے والدین کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی ارے بیٹا رامش نے تمہارے نام بھی کچھ بھیجا ہے۔

کیا امی جان۔ماہ رو نے غم اور خوشی کے ملے جلے انداز میں کہا۔

وہ تمہاری الماری میں پڑا ہے لفافہ۔

آپ چابیاں مجھے دیں امی۔

ہاں یہ لو۔ماہ رو کمرے میں جا بیٹھی آخر سوچتے سوچتے الماری کی طرف بڑھی لا کر کھولا ایک لفافہ نکالنے لگی۔لکھا تھا۔

مائی سویٹ کزن ماہ رو۔

کیسی ہو تم۔یقیناً ٹھیک ہو گی یا پھر میری طرح مزے میں ہو گی ماہ رو یقین مانو میں یہاں آ کر بے حد خوش ہوں میں نے شادی بھی کر لی ہے اور اس کی تصویر تمہیں بھیج رہا ہوں جو کہ ہماری شادی کی ہے میں تو بے حد خوش ہوں اس زندگی میں سب کچھ بھول چکا ہوں ارے ہاں یاد آیا تم کب خوشخبری سنا رہی ہو ہمیں کب بنوں گا میں انکل۔یار کہیں ایسا تو نہیں کہ تم آنٹی پہلے بن جاؤ دیکھو مائی ڈیئر جو ہوتا ہے اچھا ہوتا ہے اب اگر کوئی تمہارا اپنا ہے تو وہ حارث ہے بس اگر کچھ کچھ تھا تو وہ نادانی تھی اور ایک التجا ہے میری شادی کے متعلق مت بتانا کسی کو پانچ سال کے لیے میں آیا تھا بس تین سال اور کچھ مہینے رہ گئے ہیں پھر آ جاؤں گا میں اپنی پیاری بیوی کے ساتھ تب تک بائے کزن۔۔۔۔۔۔رامیش۔

خط پڑھتے ہی مارہ رو کے دل کو ٹھیس لگی یہ کون سا بندھن تھا رامش نے شادی کر لی۔اور خوش بھی ہے یہ سرد رات اور جلتے لمحے ماہ رو کو جلانے لگے ماہ رو کا ضبط ٹوٹ گیا ماہ رو نے خط اور تصویروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ان کو آگ لگا دی ان کاغذوں کو ان ٹکڑوں کو۔

نہیں کہ تجھ سے بچھڑ کے، دنیا اجڑ گئی ہو
یہی کہ دل بجھ گیا۔ذرا سا ملال گزرا

ارے کیسے ہو بیٹا کب آئے تم۔

بس چاچا جان کھانا کھایا اور آ گیا۔

بیٹھو بیٹا میں ماہ رو کو بلاتی ہوں اور چائے وغیرہ لاتی ہوں۔

نہیں چچی جان رات کافی ہو گئی ہے میں بس ملنے آیا تھا آپ ماہ رو کو بلا دیں۔اگر وہ اب ساتھ چلنا چاہے تو آ جائے۔

ہاں بیٹا تم بیٹھو بس ابھی آئی۔

اور سناؤ بیٹا کتنی چھٹیاں ہیں اس بار۔

چاچا جان اب میں ہمیشہ کے لیے آ چکا ہوں۔

اوہ یہ تو بہت اچھا کیا تم نے۔

آؤ ناں ماہ رو باہر حارث آیا۔

امی مجھے نیند آ رہی ہے۔

دیکھو بیٹا وہ آیا ہے اس وقت تم اب گھر جاؤ۔

جی امی آئی ماہ رو باہر آ گئی۔

کیسے ہیں آپ حارث۔

ماہ رو تم سناؤ۔

بس خیریت۔

تو چلیں ماہ رو گھر۔

جی چلیں۔اچھا امی میں جاتی ہوں۔

ٹھیک ہے بیٹا جاؤ۔اللہ حافظ۔

ماہ رو اور حارث قدم سے قدم ملائے گھر کی طرف چل دیئے چلتے چلتے حارث نے ماہ رو کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ماہ رو نے حارث کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا لیا اور آگے آگے چلنے لگی حارث کو مارہ رو کی ہر ادا بے تاب کر رہی تھی گھر سب سو رہے تھے ماہ رو بیڈ پر جا بیٹھی حارث نے ماہ رو کا رخ اپنی جانب کیا ماہ رو تم سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔اور میری زندگی کا سب سے بڑا سچ ہے کہ مجھے تم راہ راست پر لے آئی ماہ رو میں سب کچھ چھوڑ کر آ گیا ہوں اک تمہاری خاطر۔مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے ماہ رو۔میں تمہارے اور اپنے درمیان کھڑی ہر دیوار توڑ دینا چاہتا ہوں میں نے تمہیں خود میں بسا لیا ہے تم بھی مجھے دل میں تھوڑی سی جگہ دے دو ماہ رو بہت محبت دوں گا میں تمہیں۔مجھے تمہارا قرب چاہیے ماہ رو بکھری بکھری سی تھی اور شاید اسے حارث ہی سمیٹ سکتا تھا ماہ رو کو حارث کی ہر بات سچ لگی کیونکہ اس کی آنکھیں گواہ تھیں اار پھر رامش کے اس خط کے بعد وہ حارث کی چاہت کو ٹھکراتی بھی کیسے۔حارث نے ماہ رو کو اپنی سانسوں کے قرب میں لے لیا۔ان کے درمیان جو دوری تھی وہ ختم ہو گئی۔ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا دونوں ہی ہمیشہ کے لیے ایک دوجے کے لیے ہو گئے۔حارث بے حد چاہتا تھا اپنی ماہ رو کو چوبیس گھنٹے وہ ساتھ رہتے ایک پرسکون زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔

ماہ رو کہاں ہو یار۔

آئی حارث جی جناب بولیں۔

حارث نے ماہ رو سے کہا آپ کی رپورٹس آ چکی ہیں اور ہم دونوں ماما پاپا بننے والے ہیں۔

سچ ماہ رو شرم و حیا سے سمٹنے لگی حارث اور ماہ رو نے مل کر یہ خوشخبری سب کو سنائی سبھی خوشی سے جھوم اٹھے حارث اور ماہ رو ہر وقت اس آنے والے ننھے مہمان کے متعلق باتیں کرتے حارث میں نے کہہ دیا

ناں کہ بیٹا ہوگا ماہ رو بالکل نہیں بس بیٹی بیٹی۔ اس طرحکی بحث میں دونوں کا وقت گزر جاتا۔ منے کے آنے مین ابھی کچھ ماہ باقی تھے مگراس کی شاپنگ ابھی سے شروع ہوگئی تھی حارث لڑکی کی شاپنگ کرتا جبکہ ماہ رو لڑکے کی وقت گزرتا گیا۔

ماہ رو بیٹی جلدی چلو تمہاری دادی ماں تمہیں بلارہی ہیں ان کی طبیعت خراب ہے۔

جی امی آپ چلیں میں آئی۔

بیٹا خیال سے۔رضیہ بیگم نے اپنی بہو کو پیار سے کہا۔اور بیٹا تم بے فکر ہو کے جاؤ میں حارث کو بھیج دوں گی تمہاری طرف۔

شکریہ چچی جان۔

وہ اپنے گھر آ گئی دادی ماں بولیں۔

بیٹا۔رامش نے نہ تو شادی کی ہے اور نہ تمہیں بھولا ہے وہ خط وہ تصویریں سب اس لیے کہ تم حارث سے جڑ جاؤ بیٹا میں پہلے دن سے جانتی تھی کہ تم دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہو اور پھر کیسے تم دونوں روتے جدا ہوئے اور باقی کے حالات سے میں واقف تھی یہ تمہارا اداس رہنا اور حارث سے دور رہنا مجھ سے دیکھا نہ جاتا میں نے سب رامش کو بتایا تو اس نے تب یہ سب کہا تا کہ تم دل سے حارث کی بن جاؤ بیٹا ہو سکے تو مجھے معاف کردینا دادی ماں کی باتیں سنتے ہی عجیب سی حالت ہوگئی تھی ماہ رو کی اور ماہ رو بے ہوش ہوگئی۔ دادی جان بھی اس دنیا سے کوچ کر گئیں ماہ رو پر بار بار بے ہوشی طاری ہوجاتی آخر چار دن بعد ماہ رو کی صحت بہتر ہوئی حارث بھی سب جان چکا تھا ماہ رو شرمندہ تھی کہ حارث اس کے پاس آ کے بیٹھ گیا۔ ماہ رو حارث نے ماہ رو کا ہاتھ تھام لیا۔

حارث آپ یقین کریں ہم نے کبھی منہ سے اظہار نہ کیا تھا اب میں آپ کے بچے کی ماں بننے والی ہوں اسی بچے کی قسم میرا اب سب کچھ آپ ہیں۔

ماہ روا گر تم ایسا نہ کہو تب بھی مجھے تم پر بھروسہ ہے تم پریشان مت ہو ہمارا جینا مرنا ساتھ ساتھ ہے حارث تھینکس۔

حارث اور ماہ رو کی زندگی پھر معمول پر آ گئی۔ رامش ان سب باتوں سے واقف تھا مگر کسی پرابلم کے باعث وہ نہ آسکا کبھی وہ اپنی محبت یاد کر کے روتا تو کبھی دادی ماں کے بچھڑنے کا سوچ کر لیکن کب تک اس نے کاغذات تیار کروائے اور پاکستان آ گیا۔

کیا ہوا ماہ رو پلیز خود کو سنبھالو ماہ رو کی حالت بگڑتی جارہی تھی چوہدری ہاشم رضیہ بیگم بہروز اور شہر بانو اور حارث ماہ رو کو لے کر رات کو ہی شہر روانہ ہوگئے رامش کی فیملی کو بھی اطلاع پہنچ چکی تھی کہ ماہ رو کی حالت کافی خراب ہے زیبا اور شہروز بھی ہوسٹل پہنچ گئے ماہ رو کو آپریشن تھیٹر لے گئے ڈاکٹرز بھی آنسو بہاتے اک دوسرے کو حوصلہ دیتے رامش جیسے ہی گھر پہنچا تو اسے معلوم پڑا تو وہ بھی ہوسپٹل پہنچ گیا حارث کو رامش نے تسلی دی مگر رامش کو تسلی کون دیتا کافی دیر بعد ڈاکٹر باہر نکلے حارث دوڑتا ہوا ان کی طرف گیا۔

جی ڈاکٹر صاحب ماہ رو کیسی ہے۔

خدا نے آپ کو دو ننھے منے پھولوں سے نوازا ہے مبارک ہو لڑکا اور لڑکی ہوئی ہے

سب کے چہرے کھل اٹھے حارث کی خوشی لڑکی تھی اور ماہ رو کی خوشی لڑکا دونوں کی رب نے خوشی پوری کردی تھی مگر حارث بے چین کھڑا تھا ماہ رو کا دوبارہ پوچھنے لگا۔

ماہ رو کیسی ہے ڈاکٹر۔

آئی ایم ویری سوری ہم انہیں نہیں بچا سکے۔

نہیں۔ماہ رو مجھے چھوڑ کے نہیں جاسکتی حارث چیخنے لگا۔ہر طرف سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں وہ جلدی سے ماہ رو کی طرف بھاگا۔ماہ رو کے چہرے سے چادر ہٹائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور ماہ رو سے لپٹ گیا۔رامش نے بہت سنبھالا مگر وہ حارث کو سنبھال نہ سکا۔وہ روتے روتے گر پڑا اور اپنا

وعدہ پورا کر گیا۔کہ ہمارا جینا مرنا ساتھ ساتھ ہے حارث بھی ماہ رو کے ساتھ اس فانی دینا سے چل بسا۔ صف ماتم بچھ چکی تھی دو جوان لاشیں سامنے پڑی تھیں ہر آنکھ اشک بار تھی والدین بھی کسی غم کو روئے حارث کو ماہ رو کو۔یا ان دونوں کے ننھے منے بچوں کو دیکھ کر جو کہ آنکھ کھلتے ہی یتیم ہوگئے تھے اب تو آسمان بھی برسنے لگا تھا حارث اور ماہ رو کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

سبھی چوہدری ہاشم کے گھر ٹھہرے جب روتے روتے سب کے آنسو خشک پڑ جاتے تو حارث اور ماہ رو کے بچوں کو سینے سے لگا لیتے۔رامش تو خود کو ایک لٹا ہوا مسافر سمجھنے لگا رامش حارث اور ماہ رو کے کمرے میں ہی رہائش رکھے ہوئے تھا اس کی نظر تکیے کے نیچے پڑی ڈائری پر پڑی۔حارث مجھے نہیں لگتا کہ میں مزید جی پاؤں اور ایک تمہارے لیے سرپرائز ہے کہ بیٹا بیٹی دونوں آرہے ہیں مجھے ڈاکٹرز نے بتادیا ہے میرے بعد میرے بچوں کا بہت خیال رکھنا اور ہاں اگر بچے بہت تنگ کریں تو رامش کو بلا لینا وہ بچوں کو ڈرانے کا ماہر ہے خیر میں رہوں نہ رہوں میری یادیں تو ہوں گی ناں آخر میں ایک التجا ہے کہ حارث کہ گاؤں میں بچوں کے لیے سکول ضرور بنوانا تا کہ ہمارے بچے بھی گاؤں سے دور نہ ہوں اپنا خیال رکھنا بچوں کا بھی اور سب گھر والوں کا رامش سے معذرت کر لینا میری طرف سے کہ شاید میں اس سے مل نہ پاؤں ماہ رو ماہ کی یہ درد بھری تحریر پڑھ کر رامش خون کے آنسو رونے لگا ماہ رو کو کیا معلوم تھا کہ اس کا حارث بھی اس کے سنگ چلا جائے گا۔رامش ڈائری کو سینے سے لگائے سو گیا صبح جب سب مل بیٹھے تو رامش نے سب کو ڈائری دکھائی سب گھر والوں کو ایسا غم مل چکا تھا جو کہ مٹائے نہ مٹتا رامش نے حوصلہ کیا اور سب کو حوصلہ دیا۔شہروز اور زیبا نے چوہدری ہاشم رضیہ بیگم شہر بانو اور بہروز کو ساتھ شہر جانے کے لیے رضامند کر لیا مگر رامش نے جانے سے انکار کر دیا مگر

رامش تم اکیلے کیسے رہو گے۔

امی میں اکیلا کب ہوں۔

کیا مطلب۔

بس آپ سب مل کے شہر رہیں میں یہاں ہی رہوں گا حارث اور ماہ رو کے ساتھ۔

بیٹا وہ اب نہیں ہیں چلو تم ہمارے ساتھ۔

ماما یہ دیکھیں۔رامش نے بیڈ پر دنیا و جہاں سے بے خبر دو ننھے منے پھولوں کی طرف اشارہ کیا ماما یہ ہیں میرا حارث اور میری ماہ رو۔میں ان کا سب کچھ ہوں ماں بھی باپ بھی آپ بے فکر ہو جائیں آج سے میں اور یہ ننھا سا حارث ننھی سی ماہ رو مل کر رہیں گے اور پھر میں جلدی یہاں ایک سکول کا کام شروع کردوں گا سب رو دیئے۔ مگر رامش نے حوصلہ دیا سب کو اور سبھی دونوں بچوں کو جن کے نام رامش نے حارث اور ماہ رو رکھے تھے رامش کے حوالے کر دیئے اور شہر چل دیئے رامش نے گاؤں میں سکول کا کام شروع کروادیا۔رامش پرسکون تھا بچوں کے سنگ مگر پھر بھی وہ یاد تڑپاتی جب ماہ رو ساتھ تھی وہ باغ میں ٹہلنا وہ آنکھ مچولی کھیلنا زندگی معمول پر آ گئی مگر یادیں تو ساتھ نہیں چھوڑتیں رامش کا کل اثاثہ وہ یادیں اور ننھا حارث اور ننھی ماہ رو تھی اس اثاثے کو وہ کھونا نہیں چاہتا تھا یادوں سے قیمتی تو کچھ بھی نہیں چونکہ یہ ساتھ رہتی ہیں۔

غموں کو اگر ہم سے دل لگی نہیں ہوگی
ہمیں یقین ہے کہ پھر شاعری نہیں ہوگی
تمہاری یاد کے دل میں چراغ جلتے ہیں
یہ بجھ گئے تو یہاں روشنی نہیں ہوگی
تمام عمر گزاری ہے آبیاری میں
مگر یہ شاخ تمنا میری نہیں ہوگی
میں راہ حق کی مسافر ہوں دوستو
میرے دکھوں میں ذرا بھی کمی نہیں ہوگی

وہ اچانک بدل گئی

---تحریر۔محمد شفیق۔ٹنڈوالہیار

شہزادہ بھیاء آج پہلی بار آپ کی محفل میں شامل ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے۔ یہ کہانی میرے ایک دوست کی ہے جس نے کسی سے محبت کی اور اس نے بھی اس سے محبت کی لیکن پھر وہ یکدم بدل سی گئی اور ایسی بدلی کہ آج تک اس نے رابطہ نہیں کیا میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرا قصور کیا ہے مجھے کس بات کی سزا دے رہی ہے پلیز اگر وہ میری کہانی کو پڑھے تو رابطہ کرے میرا دوست اس کے لیے پاگل سا لگا پھرتا ہے۔۔۔۔اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ یا رائٹر نہ ہوگا۔۔باقی سب کو میری طرف سے سلام

جون جولائی کی چھٹیوں میں میں نے ایک اکیڈمی میں داخلہ لیا اور میرا سامنا وہاں ایک لڑکی سونیا سے ہوا جو کہ بہت خوبصورت تھی میرا فرسٹ ڈے تھا مجھے کہا گیا کہ کل سے آپ گیارہ سے ایک والی کلاس میں پہنچ جایا کرنا سو میں ڈن کر کے واپس آ گیا لیکن اس لڑکی کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا جو مجھے پہلی ہی نظر میں گھائل کر گئی تھی۔ اور میں اسی کے بارے میں سوچے جا رہا تھا اور دل ہی دل میں رب سے دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ پھر سے مجھے اس کا دیدار کروا دے۔شاید وہ لمحہ قبولیت کا تھا رات ایسے ہی بیت گئی دن ہو گیا۔ دوسرے دن جب میں اکیڈمی پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکی جس کا نام سونیا تھا کلاس لگنے کا انتظار کر رہی تھی میں اسے دیکھ کر ایک دم گھبرا سا گیا پتہ نہیں کیوں میں خود حیران تھا اپنے اس عمل سے اچھا تو میں آفس کے باہر جا کر کھڑا رہا آخر کار کلاس لگنے کا ٹائم ہو گیا جب میں کلاس میں پہنچا تو میری نظریں سونیا کو تلاش کرنے لگیں آخر کار آنکھیں اسکو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ میں اسے دیکھنے میں اتنا مصروف تھا کہ ایک لڑکے نے میری پیٹھ تھپتھپائی اور بیٹھنے کو کہا۔ لیکن بینچز پہلے ہی پر ہو چکی تھیں باقی سب تین تین بیٹھے ہوئے تھے مگر سونیا کے بینچ پر دو بیٹھے ہوئے تھے سو میرا ارادہ ہوا کہ سونیا والی سیٹ پر بیٹھنے کا مگر دوسرے ہی لمحے میں غور کیا کہ گرلز اینڈ بوائز ایک ساتھ نہیں بلکہ آگے پیچھے بیٹھے ہیں میں ابھی ان ہی سوچوں میں کھویا تھا کہ سر کے آنے کی آواز آئی میں یہ سنتے ہی بھاگ کر سونیا کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ ایکدم چونک گئی اور جلدی سے اپنا بیگ اور کتابیں اپنی طرف کھسکانے لگی۔ میں سرگوشی کی سی آواز میں کہا۔ میں چور نہیں ہوں اور پھر سامنے دیکھنے لگا سر چینج چکے تھے اور وائٹ بورڈ پر ڈیٹ چینج کر رہے تھے اس کے بعد لیسن کے دوران جب بھی میں سر سے کوئی سوال پوچھنے کھڑا ہوتا تو سب مجھے غور سے دیکھتے کہ گویا میں کوئی غلطی کر رہا ہوں ایسا کر کے سر نے مجھے اپریشیٹ کیا اور کلاس والوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اس طرح کے اسٹوڈنٹ پر استاد کو فخر ہوتا ہے پھر کیا تھا میں خوشی سے پھولے لگا جب چھٹی ہوئی تو سب میرے گرد جمع تھے اور مجھ

سے نام پتہ اور کہاں سے پڑھ کر آئے ہو کتنا پڑھے ہو یہ سب پوچھ رہے تھے اس اثنا میں سونیا بھی وہیں تھیں میں بتاتا گیا سب کچھ اور سب میرے دوست بن گئے ماسوائے سونیا کے۔ میں نے سوچا کہ پہلے دن اتنے دوست ملے ہیں تو آہستہ آہستہ سونیا بھی مانوس ہو جائے گی دن گزرتے گئے پھر یہ دن بھی آنا تھا کہ سونیا کلاس سٹارٹ ہونے سے پہلے ہی کلاس روم میں پہنچی تھی میں جلدی سے سب سے نظریں بچا کر سونیا کے پاس چلا آیا۔ اس دفعہ اس نے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی کچھ سمیٹا وہ اسی طرح بیٹھی رہی میں نے ڈرڈر کے بڑی مشکل سے کہا کہ سونیا۔ اس نے کہا۔ جی۔

مجھ سے دوستی کرو گی۔

یہ سن کر وہ گھبرا سی گئی۔ اور اس کی بڑی بڑی آنکھیں نکل آئیں مجھے ڈر لگا کہیں یہ چیخ نہ مار دے اسے کول کرنے کے لیے پھر میرے منہ سے کچھ لفظ پھوٹے اگر تم دوستی کرنا پسند نہیں کرتی تو نہ کرو کول ڈون سونیا پھر میں باہر نکل گیا اتنے میں باقی اسٹوڈنٹس بھی آ چکے تھے پھر میں پانی پی کر دوبارہ کلاس میں آیا اور اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا۔ جو کہ سونیا کے ساتھ ہی کلاس کے دوران وہ مجھے ترچھی نظروں سے دیکھ رہی تھی میں بھی اسے دیکھ رہا تھا چوری چوری اوہ یہ کیا۔ ہوا اسی دوران لائٹ چلی گئی سر نے مجھے اشارہ کیا کہ جنریٹر آن کروا کے آؤں میں چلا گیا واپس آیا تو مجھے دیکھ کر سونیا گھبرا سی گئی کیونکہ اس کے ہاتھ میں میرا جرنل تھا اور اس پر وہ کچھ لکھ رہی تھی میں نے ایسا دی ایکٹ کیا جیسے مجھے کچھ پتہ نہ ہو وہاں تو میں نے کھول کر نہیں دیکھا جرنل مگر مجھے لگا کچھ ضرور ہے چھٹی کے بعد جب گھر آیا تو پاگلوں کی طرح جرنل کے صفحے پلٹنے لگا۔ آہا۔ وہ صفحہ مل ہی گیا کہ جس پر لکھا تھا ساگر ویسے ساگر میرا نام کلاس کے ایک ٹیچر نے رکھا تھا جو مجھے پسند آیا تھا تب سے میں سب مجھے ساگر بلاتے تھے سو اس نے لکھا تھا کہ ساگر تم واقعی بہت ہی اچھے انسان ہو اور مجھے آپ کی دوستی منظور ہے تم خود تمہیں دوستی کی آفر کرنے والی تھی جو ہوا سو ہوا اب ہم دوست ہیں کلاس میں کسی کو کچھ بھی مت بتانا۔ مجھے میرے نمبر پر کال کر دینا یا پھر میسج کر دینا۔ نمبر دیکھتے ہی میں نے دیر نہ کی اور اسی وقت میسج کر دیا اس نے پوچھا کون میں نے یونہی کبھی کوئی نام بتاتا کبھی کوئی وہ اجنبی نام سن کر ریپلائے نہ کرتی پھر جب میں نے اپنا نام بتایا تو سونیا نے مجھے بہت ڈانٹا میں نے سوری کہا اور پھر دوستی کی باتیں ہونے لگیں دن گزرتے گئے ہم رات کو دو بجے تک چیٹ کرتے تھے پتہ نہ چلا کہ یہ دوستی پیار میں بدل گئی اس کا اظہار سونیا نے مجھ سے کیا تھا کہا تھا ساگر میرا تمہارے بن دل نہیں لگتا جب تک تم سے بات نہ کر لوں سکون نہیں ملتا۔ مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے ساگر سیم فیلنگز میری بھی تھی مجھے بھی لگا کہ مجھے پیار ہو گیا ہے میں نے بھی اسے اپنا حال دل بتایا اور پھر تو جیسے ہم پھوٹ پڑے وہ ساتھ جینے مرنے کی قسمیں وعدے پھر بات کرتے کرتے بہت دیر ہو گئی۔ تبھی ہم نے ایک دوسرے کو سونے کے لیے اجازت دی اور سو گئے دوسرے دن میں خوشی خوشی اکیڈمی پہنچا سونیا کا چہرہ پہلے سے زیادہ کھلا ہوا تھا اور حسین لگ رہا تھا شاید یہ پیار کا اثر تھا ویل میں سونیا کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور چھپ چھپا کر ہم ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیٹھ گئے اور یوں ہی چھیڑ خانی میں ہماری کلاس ختم ہو گئی مگر ہم اب بھی مصروف تھے اپنی چھیڑ خانی میں تب ہوش آیا جب نوید نے ہماری ڈیسک پر چھیڑ مارا نوید کلاس فیلو پھر ہم ہنسنے لگے اور اپنے اپنے گھر کو چل دیئے راستے میں سونیا کا میسج آیا آئی لو یو۔ جان میں مسکراتے ہوئے جواب دیتا ہوا گھر پہنچا کسی کام کی وجہ سے تین دن اکیڈمی سے چھٹی کرنا

پڑی سونیا کو بتانا بھول گیا تھا سونیا کے میسج کا جواب دینے سے بھی قاصر تھا میں کیونکہ کام کچھ ایسا تھا کہ دراصل ہماری زمین پر ٹیوب ویل کے لیے کنواں کھود رہے تھے مجھے وہاں کام کرنا پڑ رہا تھا موبائل آف کر کے گھر چھوڑ جاتا تھا تین دن بعد موبائل آن کیا تو سونیا کے میسج اور کال الرٹ کی لائن لگ گئی میں ایک ایک کر کے پڑھتا چلا گیا۔ کسی میں لکھا تھا آئی ہیٹ یو۔ کسی میں کچھ کسی میں کچھ سب میسج پڑھ کر میں نے سونیا کو ہائے کہا تو جواب نہ آیا کافی انتظار کے بعد میں نے کال کی تو اس نے بزی کر دی میں پریشان ہو گیا میری کال جب اس نے کئی دفعہ رجیکٹ کی تو میں نے میسج کیا کہ مجھے تمہاری ناراضگی اپنی جان دے کر ختم کرنا ہو گی۔ اس کا فوری میسج آیا پاگل۔ میں نے کہا ہاں میں پاگل ہوں مگر تمہارے پیار میں اس طرح کی باتیں کرتے رہے ہم یوں ہی دن گزرتے چلے گئے۔ یہ ہمارا کلاس کا لاسٹ ڈے تھا یعنی اب ہم اکیڈمی سے فارغ ہو گئے تھے سب کی آنکھیں نم تھیں مگر جو حال میرا تھا اور سونیا کا تھا وہ ہم جانتے تھے جاتے جاتے سونیا نے مجھے ٹشو پیپر کا ایک پیکٹ دیا اور کہا کہ ہم نے محبت کی ہے آنسو پونچھنے کا سامان تو کر رکھیں میں مسکرا کر ٹال گیا پھر ہم سب کلاس فیلوز الوداع کہہ کر اپنے اپنے ٹھکانوں کو جانے لگے ہم اور سونیا راستے میں ہی ایک دوسرے سے چیٹ کرنا شروع ہو گئے اور پھر ملنے کی دعائیں کرنے لگے وقت کسی پرندے کی طرح انسانوں پر سے گزرتا گیا۔ سونیا کا جواب آنا بند ہو گیا کال کروں تو نمبر بند میں بے چین سا رہنے لگا مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا نہ نیند آتی تھی نہ بھوک لگتی تھی سب گھر والے پریشان تھے کہ اسے کیا ہو گیا ہے سب مجھے ڈانٹتے رہتے پاگل کہتے مگر مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا دن یونہی گزرتے چلے گئے کچھ دن بعد سونیا کا میسج آیا ساگر میری منگنی ہو چکی ہے اور بس اتنا ہی لکھا تھا میں پاگلوں کی طرح موبائل پر لپکا اور پتہ نہیں کیا کچھ کہتا رہا مگر جواب کوئی نہ آیا جب نمبر ٹرائی کیا تو آف تھا اور آج تک آف ہے مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ کوئی اس طرح کرتا ہے کسی کے ساتھ۔ سونیا اگر تم یہ تحریر پڑھ رہی ہو تو ایک بات بتا دینا۔ میرا قصور کیا تھا۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی امید ہے کہ پسند آئے گی میں کسی بھی رسالے میں پہلی دفعہ لکھ رہا ہوں یقیناً بہت غلطیاں ہوں گی مجھے میری غلطیوں سے آگاہ کرنا اور ایک اچھا رائٹر بننے میں میری مدد کرنا۔

کتنے رنج وملال رکھتا ہے
دل کے شیشے میں بال رکھتا ہے
میں محبت کمال رکھتی ہوں
وہ رنجشیں کمال رکھتا ہے
کمال شخص ہے آج کی باتیں
کل پہ وہ ٹال رکھتا ہے
ہے وہی کامیاب دنیا میں
ماضی رکھتا ہے حال رکھتا ہے
تجھ کو خوشیاں نڈھال رکھتی ہیں
مجھ کو غم نڈھال رکھتا ہے
مجھ کو تاریکیاں نہیں بھاتیں
وہ بھی روشن خیال رکھتا ہے
اونچے محلوں کو دیکھ کر مفلس
لب پہ کتنے سوال رکھتا ہے
میرے حصے کی دل نشیں سی یادیں
کون دل میں سنبھال رکھتا ہے
نائلہ حرص وہوس کی دنیا میں
کون کسی کا خیال رکھتا ہے

نائیلہ طارق۔لیہ۔

اب پچھتاوا کیسا

---تحریر: رینا محمود قریشی ۔ میر پور خاص ۔

پیارے قارئین اینڈ تمام رائٹرز کو سلام عرض کرتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ سب ٹھیک ہوں گے ایک بار پھر میں جواب عرض کی محفل میں ایک نئی کاوش لے کر حاضر ہو رہی ہوں یہ سٹوری میری بہت قریبی رشتے دار کی ہے ایک ایسی لڑکی کی کہانی جس کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اسے کسی چیز کی قدر نہیں بعد میں سب کچھ کھونے کے بعد پچھتاوا ہے اپنے سچ کہا کسی نے انسان جب تک ٹھوکر نہ کھائے عقل ٹھکانے نہیں آتی ۔اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے نام مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ جس کا ذمہ ادارہ یا رائٹر نہیں ہوگا امید ہے کہ آپ باقی کہانیوں کی میری یہ کہانی بھی پسند کریں گے ۔شہزادے التمش صاحب میں تہہ دل سے آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے جواب عرض میں جگہ دی اور مجھے مزید لکھنے کی ہمت دی اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین ثم آمین ۔ اور مجید احمد جائی آپ کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں آپ بہت اچھے انسان ہیں جیسے جواب عرض کے لیے ویسے ہی میرے لیے ۔آپ لا جواب ہیں میں مجید احمد جائی بھائی اللہ آپ کو ہمیشہ رکھے اپ خوب ترقی کرو ۔میری بہت ساری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور باقی تمام رائٹرز پر بھی اللہ اپنی خاص رحمت نازل کرے اور جواب عرض خوب سے خوب تر ترقی کرے آمین ۔اور پیارے قارئین اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا آپ کی آرا کی منتظر رہوں گی ۔ پلیز مجھے نظر انداز مت کرنا اگر آپ ساتھ دو گے تو مجھے مزید لکھنے کی ہمت ہوگی ۔خدا حافظ ۔اب اجازت چاہتی ہوں

وسلام ۔رینا محمود قریشی ۔میر پور خاص ۔

پورے گھر میں روشنیاں ناچ رہی تھی ہر چہرہ مسکرا رہا تھا سب انجوائے کر رہے تھے کیونکہ آج اقبال بشیر مس پروین بشیر کے ہاں چھوٹی بٹی پیدا ہوئی تھی اقبال پروین اپنی بیٹیوں کو پلکوں پر رکھتے تھے ان کی سب سے بڑی صبا جس کی عمر سولہ سال تھی دوسری بیٹی ماہ نور جو کہ چودہ سال کی تھی تیسری بیٹی افشاں دس سال کی تھی اور اب ایک ننھی سی پری جو سب سے زیادہ لاڈلی اور سب کی آنکھ کا تارا تھی روما اقبال اپنی بیٹیوں سے بہت پیار کرتے تھے اور نیک انسان بھی مس پروین بھی عبادت گزار خاتون تھی صبا ماہ نور افشاں بھی اپنی امی پر گئی تھی امی کے ساتھ نماز پڑھنا صبح جلدی اٹھنا سب کو سلام کرنا آداب سے رہنا ۔

روما دیر سے اٹھتی تھی اور سب کو صبح گڈ مارننگ کہتی امی بہت سمجھاتی ۔

بیٹا ایسے نہیں بولتے ۔سلام کہتے ہیں ۔

او کم اون مما میں تو ایسے ہی بولا کروں گی روما چپٹر سے دو ٹوک بول دیتی اقبال بشیر بولتا ۔

کیا ہوا بھئی ہمارے بیٹے کو کیوں تنگ کر رہی ہو جس پر روما اور گھمنڈ کرتی روما بہت ضدی تھی ہر بات منوا لیتی تھی چاہے وہ جائز ہوتی یا ناجائز ہوتی پروین بیگم ہر وقت اپنی بیٹی کے لیے فکر مند رہتی اور دعا

اوکے ماما ٹھیک ہے روما اپنے روم میں آتے ہوئے بولی۔ کمرے میں آتے ہی اس نے اپنا سر پکڑ لیا اوہ گاڈ شادی کرنا ضروری ہے کیا میری لائف برباد ہو جائے گی میں نے نہیں کرنی شادی پھر روما سوچنے لگی چل یار ایک سال بعد کرلے گی شادی ابھی نو ٹینشن۔ بی ہیپی ہیپی رہو۔

ہیلو یار کہاں ہو آج چلیں کسی پارک میں میرا بہت موڈ خراب ہو رہا ہے باہر چلتے ہیں دوسری سمت سے آواز آئی۔

ہاں ہاں کیوں نہیں میری جان چلتے ہیں ناں

اوکے میں آتی ہوں۔ تم بھی آجاؤ۔

روما نے اپنے دوست رضوان سے بات کرکے جانے کی تیاری شروع کردی ماما میں جا رہی ہوں تھوڑی دیر میں آجاؤں گی روما یہ کہتے ہوئے بائے بولتے ہوئے چلی گئی روما کی یہ روز کی عادت تھی کبھی کسی دوست کے ساتھ کبھی کسی دوست کے ساتھ گھومنے چلی جاتی تھی اور دو تین گھنٹے میں واپس آجاتی تھی۔

آنکھوں آنکھوں میں ایک سال بھی گزر گیا۔ پروین بیگم نے روما کے لیے رشتے تلاش کرنا شروع کردیئے۔ افشاں کی منگنی ہوئی ہی تھی خالہ زاد آصف سے پروین بیگم نے اقبال صاحب سے کہا۔

دیکھو جی اب افشاں اور روما کی دونوں کی ساتھ شادی کردیتے ہیں۔

اقبال بولے جی بیگم جیسے آپ کی مرضی مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

پھر دیر کس بات کی۔ آپ کی نظر میں کوئی اچھا سا رشتہ ہو تو بتا دیں پروین بیگم بولی۔

دیکھتے ہیں اقبال اتنا بول کر چل دیئے۔

روما بیٹا ادھر آنا۔

جی ماما۔ وہ آتے ہوئے بولی۔

دیکھو یہ لڑکا کیسا ہے۔

ماما اگر آپ کو پسند ہے تو ٹھیک ہے۔

پھر بھی بیٹا ایک بات تم بھی دیکھ لو پروین بیگم نے ہاتھ میں تصویر پکڑے آگے کی۔

اوکے ماما دیکھتی ہوں۔ اور پھر تصویر کو دیکھنے لگی جو اس کو اچھا لگا ہاں ماما ہاں بول دیں ان کو پروین بیگم اس کی بات سن کر بہت خوش ہوئی اور پھر دور کے کزن ارشد کے ساتھ روما کو جوڑ دیا گیا افشاں روما دونوں کی ساتھ ساتھ شادی تھی سب بہت خوش تھے پروین بیگم دل ہی دل میں شکر خدا کرنے لگی کہ یا اللہ اب روما اپنی زندگی ہنسی خوشی گزارے اس کی وہ عادت چھوٹ جائے اسے زندگی کی سمجھ آجائے۔ اقبال بشیر مس پروین بشیر نے افشاں روما کو اپنے اپنے گھر رخصت کر دیا ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ روما شادی کے بعد خوش نہیں تھی ارشد بہت چاہنے والا شوہر تھا روما کو بہت پیار کرتا تھا۔ اس کی ہر ضد پوری کرتا ہر طریقے سے روما کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا پر روما چاہتی تھی کہ ان لڑکوں سے دوستی کروں ایک کے ساتھ روما کو زندگی گزارنا مشکل تھا اکثر ارشد سے لڑتی اور لڑائی کرکے اپنی ماما کے گھر چلی جاتی۔ اور ڈھیر ساری شکایتیں کرتی۔ پروین بیگم اس کو سمجھاتی پر روما نہیں سمجھتی ارشد آتے اور روما کو کسی طرح منا کر لے کر چلے جاتے۔ ایک دن تو روما نے حد کردی ارشد سے بنا بات کے لڑائی کرنے لگی اور روتے ہوئے بولی۔

تم اچھے نہیں ہو بہت کام کراتے ہو مجھ سے باہر بھی کم لے جاتے ہو تم سے تو اچھے میرے دوست تھے جو مجھے روز گھمانے لے جاتے تھے روز شاپنگ کراتے تھے روما بولتی جا رہی تھی ارشد چپ چاپ آنکھوں میں آنسو لیے سن رہا تھا۔

دیکھو روما میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تم چپ ہو جاؤ تمہاری زندگی میں جو ہوا وہ بھول جاؤ چھوڑ دو اپنے ماضی کو اور آج کو دیکھو مجھے دیکھو روما کہ مجھ سے زیادہ کوئی بھی خوبصورت نہیں ہے دو...

میں بولی۔

بس مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ آپ کے گھر میں میرا دم گھٹتا ہے روما نے بہت دکھی باتیں کیں اور ارشد کو کوسنے لگی اور پھر اپنے میکے آگئی۔ پروین بیگم نے بیٹی کا غم لگا لیا اور بیمار ہو گئیں یہاں تک کہ یہ دنیا فانی سے بے خبر ہو کے سو گئی پروین بیگم سب کو چھوڑ کر جا چکی تھی اقبال بشیر کو گہرا صدمہ ہوا بیوی کے جانے کا غم اور دوسرا بیٹی کی فکر روما کو سب نے بہت سمجھایا لیکن روما نہیں مانی اور ارشد سے طلاق لے لی صبا ماہ نور افشاں سب اپنے اپنے گھر میں بہت خوش تھیں اور اپنی بہن کے لیے دعائیں کرتی تھیں اقبال بشیر بوڑھا ہوتا جا رہا تھا اور گھر کے حالات بھی کافی خراب ہوتے جا رہے تھے روما اپنی امی کو یاد کرکے روتی اور افسوس کرتی میں نے ایسا کیوں کردیا امی کی جان لے لی امی واپس آجاؤ امی مجھے معاف کردو میں نے تمہارا بہت دل دکھایا ہے روما کو اپنے کیئے پر بہت پچھتاوا تھا لیکن اب نہ روما کے پچھتانے سے پروین بیگم واپس آسکتی تھی اور نہ ارشد روما کی زندگی میں آسکتا تھا روما اپنے کیئے پر بہت شرمندہ تھی لیکن اب کوئی فائدہ نہیں تھا سب کچھ کھونے کے بعد عقل آئی کس کام کی اقبال بشیر بھی گھر میں بیٹھ گئے ان کے بوڑھے کندھوں نے جواب دے دیا اب روما ایک سکول میں جاب کرتی ہے جس سے گھر کا گزارہ ہو جاتا ہے انسان کتنا پاگل ہے سب کچھ پانے کے بعد بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے اور خواہش رکھتا ہے ایسی جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔

قارئین کرام یہ ایک سچی کہانی تھی ہماری بہت ہی قریبی ہیں جس کا میں نے تم سب کو رشتہ تو نہیں بتا سکتی پر اشارہ کردیا ہے اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو معاف کرنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا زندگی نے وفا کی تو اگلے مہینے پھر حاضر ہوں گی۔ انشاءاللہ۔

جا دس دے ساری دنیا نوں
اساں پیار تیرے نال پاچھڈیا
ہن نکل نئیں سکدا دل چوں تو
اساں ایسا جندرا لا چھڈیا
ناں لگے تتی ہوا تینوں
تیرے لئی اساں بدل منگ لیے نئیں
تیرے سر تے سایہ رکھن لئی
میتوں وانگ تندور جلالینا
اس زندگی سانواں سوچاں نوں
اساں تیرے ناویں لاچھڈیا
ناں دور ہون دا سوچیں توں
تیری راہواں وچ مرجاواں گی
میں جان تلی تے رکھ لئی اے
نالے کفن گلے وچ پاچھڈیا
اس دنیا تو ہن ڈرنا نئیں
اسیں پیار کراں گے رج رج کے
اک دوجے دی بانہہ پھڑ کے کرن
اسیں دنیا نوں دیکھا چھڈیا

کشور کرن۔ پتوکی

ہم تجھے پکارتے رہ گئے
تو نے ہم سے دوری بڑھائی
یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی
میرے مرنے کی ہرجائی
جب خبر تیرے تک آئی
تو ساری رسمیں بھول گئی
کیوں آنکھ تیری بھر آئی
یوں کرنی تھی بے وفائی کیوں مجھ سے پریت بڑھائی

کشور کرن۔ پتوکی

چاہتے ہیں تم کو زندگی سے زیادہ
یاد کرتے ہیں تم کو خدا سے زیادہ

(عبدالرحمٰن بروہی، ٹنڈو اللہ یار)

یاد ماضی عذاب ہے

---تحریر: منیر رضا۔ساہیوال۔0306.7889110۔

شہزادہ بھائی السلام وعلیکم۔آج پھر ایک کہانی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ مجھے لکھنے کا موقع دے رہے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں مجھ میں مزید لکھنے کی ہمت پیدا ہو رہی ہے یہ کہانی ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جو بیوہ ہوگئی اس کے بیوہ ہوتے ہی اس پر کیا کچھ گزری جو جو مراحل سے وہ گزری وہ وہی جانتی ہے لوگوں نے اس پر الزامات کے انبار کھڑے کر دیئے اس کے اپنے اس کے دشمن ہو گئے کوئی بھی اس کا اپنا نہ رہا ہاں ایک ایسا شخص اس کا اپنا بنا جس نے اس کو جینے کا حوصلہ دیا جس نے اس کا دنیا سے لڑنا سکھایا وہ کوئی اور نہ تھا اس کے گاؤں کا چوہدری تھا جو اس کو ایک بیٹی کا مقام دیئے ہوئے تھا۔اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے نام مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ ادارہ یا رائٹر نہ ہوگا۔سب کو میری طرف سے سلام۔منیر رضا۔ساہیوال۔

ہمارے معاشرے کا اکثر طبقہ بیوہ عورتوں کو عزت کی نظر سے نہیں دیکھتا میں سوچتا ہوں۔ان کا کیا جرم ہے۔وہ کیوں ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔انہیں عزت کیوں نہیں دی جاتی وہ معاشرے کا مجبور طبقہ کیوں ہے جہاں تک سوال ہے ہر شخص اپنی عزت وآبرو کی گستاخی میں دوسرے کی جان لینے سے بھی دریغ نہ کرے مگر اس بات کا وہ بھول جاتا ہے کہ بیوہ عورت معاشرے کا ایک عزت کے قابل طبقہ ہے کیوں انہیں شر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ ان کی عزت کو ہم اپنی عزت نہیں سمجھتے یہ تو خدا کی کرنی ہوتی ہے کہ ان کا شریک حیات ان سے بچھڑ گیا وگرنہ شاید کسی کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ وہ زمانے کے رحم وکرم پر تنہا رہ جائے اور اپنی ذلت بھری زندگی گزارے ہم کیوں نہیں سمجھتے سر ننگا کرنے کی بجائے اسے ڈھانپ دینا باعث عزت ہے جو انسان کو معاشرے میں بلند وقار اور عزت سے سرخرو کرتا ہے انہیں مسائل کے گرد گھومتی صدف کی زندگی جو غموں اور دکھوں کے پہاڑوں تلے دب چکی تھی ایک جھلک صدف کے ماضی کی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

وہ رات میرے لیے ایک قیامت کا منظر لیے کھڑی تھی ایک ایسی قیامت جس نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا میرے چار بچے تھے جو ابھی تک بچپن کی زندگی میں موج مستی کر رہے تھے انہیں ہجر اور وصال کی کہاں معلوم وہ تو فقط کھیلنے کے شوقین تھے ہوا کیا تھا رات کے ایک بج رہے تھے کہ ایک نامعلوم نمبر سے کال آئی کافی دیر تک بل ٹون بجتی رہی کیونکہ ہم سب سو رہے تھے اچانک رنگ کے بار بار بجنے سے میری آنکھ کھل گئی میں نے فون پکڑ کر ہیلو سے انہیں مخاطب کیا۔

فون کرنے والے نے کہا محترمہ قریبا تین گھنٹے پہلے آپ کی کسی سے بات ہوئی ہو میں نے کافی دیر سوچا مگر میں نے ارسلان سے بات کی تھی تو ان کو کہا۔

جی وہ میرا ذاتی معاملہ ہے میری اس بات پر س نے کہا۔

کراچی میں ایک بہت بڑا حادثہ ہوگیا ہے ہاں جس آدمی کے موبائل میں سے یہ نمبر لیا ہے س کا نام ارسلان ہے اور آخری کال آپ کی تھی تو میں نے آپ کا نمبر ڈائل کیا۔

یہ سنتے ہی میری چیخ وپکار نکل گئی میری آنکھوں سامنے اندھیرا سا چھانے لگا تھا وہ آدمی مسلسل بولتا جارہا تھا کہ ارسلان تو موقع پر ہی دم توڑ گیا اور اس کا ساتھی ابھی زندہ ہے اس کی حالت بہت نازک ہے لگتا نہیں کہ وہ بھی زندگی کی بازی جیت سکے ابھی وہ مجھے مکمل ایڈریس بتارہا تھا کہ اچانک اس کی ایک افسردہ آواز نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

بہن وہ دوسرا آدمی بھی زندگی کی بازی ہار گیا ہے میں نے اس سے وجہ پوچھی۔

یہ کیسا منظر تھا۔

بولا۔ وہ دونوں بائیک پر تھے کہ اچانک ایک ٹرک سے ٹکرا گئے ارسلان تو موقع پر ہی دم توڑ گیا اتنا کہنے کے بعد فون کٹ گیا میری چیخ وپکار سے محلے والے جمع ہونا شروع ہوگئے۔ ان کے پوچھنے پر میں نے انہیں سارا واقعہ سنایا۔ کچھ لوگ کراچی کے لیے روانہ ہوگئے اور کچھ برادری والوں کو بتانے کے لیے مختلف علاقوں میں فون کرنے لگے بچے بھی بیدار ہوگئے تھے مگر ان کے چہرے کا رنگ زرد پیلا پڑ چکا تھا بچوں کی آہ زاری کہرام میں ڈوب چکی تھی یہ سارا منظر ان کے لیے ایک ڈروانے خواب کی مانند تھا وہ خاموش ضرور تھے مگر ان کو اس بات کا احساس ہوچکا تھا کہ وہ آج والد کی شفقت سے محروم ہوچکے ہیں وہ مستقبل میں آنے والے نشیب وفراز سے بے خبر تھے انہیں اس بات کی فی الوقت تو کمی نہ تھی آنے والا وقت ان سے پہلے ہی سب کچھ چھ چکا تھا وہ مستقبل کی زندگی میں ایک ایک خوشی کے محتاج تھے ہر طرف ان کے باپ سے جڑی خوشیاں وقت سے پہلے ہی طوفانوں کی نظر ہوچکی تھیں کراچی سے نعش کو لانے کے لیے چوبیں گھنٹے لگے جس گھر میں ہنسی مذاق ہوتا تھا آج اسی گھر سے چیخ وپکار کی آوازیں اٹھ رہی تھی سب نے مجھے اور میرے بچوں کو حوصلہ دیا مگر ہمارے دلوں پر جو قیامت برپا تھی وہ کوئی اور کیسے سمجھ سکتا تھا رفتہ رفتہ برادری والے بھی آنے لگے نماز مغرب کے بعد جنازہ کرایا گیا۔ شاید ہم کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ رات ارسلان کی قبر میں ہوگی اس نے فقط آج کی شام زمانے کی ہوا لینی تھی زمانے کے رسم ورواج کے مطابق ارسلان کا تیسرا ختم دلوایا اور رفتہ رفتہ حوصلہ اور ہمت دیتے سبھی عزیز اپنے گھروں کی جانب واپس جانے لگے ٹھیک ساتوی دن بعد سب لوگ جاچکے تھے اب مجھے اور میرے بچوں کو اس بے رحم زمانے کا سامنا کرنا تھا جو کہ ناممکن تھا کیونکہ یہ زمانہ کسی کا مجرم نہیں ہوا کرتا۔ خیر میں سلائی کا کام جانتی تھی ہمت کی اور سلائی کا کام شروع کردیا میری یہ خواہش تھی کہ میں اپنے بچوں کا مستقبل سنواروں تاکہ میرے بچوں سے ان کے باپ کی یادیں تازہ رہیں گی ٹرک والا وہ اسی دن ہی رہا ہوگیا تھا افسوس اس بات پر بھی بہت زیادہ تھا کہ اس نے پانچ زندگیاں برباد کردی تھیں بچوں سے اس کا باپ چھین لیا بچوں کی زندگی جیتے جی عذاب بنادی مگر شاید سب کچھ قدرت کو منظور تھا میں نے بچوں کو سکول داخل کرادیا تاکہ ان کا مستقبل برباد نہ ہو اور خود دن رات محنت کی مگر گھر کی ہر چیز میں ارسلان کی یادیں وابستہ تھیں جو مجھے ہر پل کمزور بنادیتیں ان کی یادیں سانپوں کی طرح ڈستی تھیں۔

نجانے کیوں تونے آنے میں دیر کردی
میری شام ہی میرے لیے اندھیر کردی

آنکھ کھلی رہی ہے تیری راہیں تکتے تکتے
اسی انتظار میں ہم نے سویر کردی

ایک روز میں شہر سے اپنے اور بچوں کے کپڑے لے کر واپس آرہی تھی رکشے سے گاؤں پہنچی تو لوگوں کی غلط سوچ اور خیالات کا نشانہ بن گئی۔ ہر گھر ہر بازار میں میری عزت کو اچھالا گیا کہ یہ عورت شوہر کے مرنے پر بہت خوش ہے ہر شخص نے مجھے غلط خیالات کا نشانہ بنایا مجھ پر طرح طرح کے الزام لگائے گئے۔ یہاں تک بات میرے بھائیوں تک پہنچی برادری والوں نے کہا یہ بات ہمیں گوارہ نہیں ہے تم لوگ اپنی بیٹی کو سنبھالو ورنہ ہم کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہیں ان کی باتوں میں گھر والوں کا باقی غصہ بھی مجھ پر برسا میرے بھائی مجھے عزت دینے کی بجائے میرا سہارا بننے کی بجائے زمانے کی باتوں میں آکر مجھ پر ہی برسنے لگے

میں کہاں جاؤں
کہاں سے ڈھونڈ لاؤں
اپنے بچپن کی حکمرانی
کسی بات کا خوف نہ تھا
ہر کوئی میرا دوست تھا
مٹی کے محل بناتے
ہم چلے آتے۔
خواب ٹوٹ جاتے
پھر سے نئے خواب سجاتے
کاغذ کی کشتیاں
اور بارش کا پانی
ہم کبھی اداس نہ ہوتے
کبھی موسم اپنے تھے
ہر موسم سے جڑے
ہمارے سپنے تھے
میں کہاں سے لاؤں
اپنے بچپن کی حکمرانی

ان کی ہر بات میں برادری والوں کی رنجش کا عکس واضح نظر آرہا تھا کچھ لوگ کہتے کہ صدف کی شادی کردو مگر یہ کہاں ممکن تھا کہ میرے بچوں کا مستقبل سنور سکتا ہے کیونکہ ایسے ہزاروں واقعات مجھ پر عیاں تھے اور ان کے بچے چھوٹی چھوٹی خواہش کے لیے ترس رہے تھے میں اپنے بچوں کو یہ احساس نہیں دلانا چاہتی تھی کہ آج ارسلان زندہ ہوتا تو وہ اپنے بچوں کی ہر خواہش پوری کرتا میری سوچیں اپنے بچوں کے مستقبل پر تھیں مگر میری پاک دامنی اس معاشرے کبھی بھی ثابت نہیں ہوسکتی تھی جس کی حقیقت یہ تھی کہ میرے فیملی کے لوگ بھی میرے خلاف ہوچکے تھے۔

زندگی کے ہر موڑ پر کانٹے بچھے ہیں رضا
کس طرح ہم اپنا دامن بچاکے چلیں۔

زندگی کی چند عارضی سانسیں بھی مجھے بے یقین لگ رہی تھیں کیونکہ جو حالات مجھ پر آچکے تھے میں اس سے باخوبی واقف تھی ہر طرف میری پاک دامنی پر کیچڑ اچھالا جانے لگا میرا جرم یہ تھا کہ میں کچھ پیسے جو بچا کر رکھے تھے گھر کا سامان لینے گئی تھی تاکہ میرے بچے کسی کی طرف نہ دیکھیں مگر مجھے غیروں پر ذرا بھی رنج نہ تھا جب کہ میرے اپنے ہی مجھ سے غیروں سے بڑھ کر ایسا سلوک کررہے تھے اپنوں اور غیروں میں کوئی فرق نہ رہا تھا ایک روز تو انتہا ہوگئی۔ میں کچھ قیمصوں کو کاج کے لیے شہر لے جارہی تھی میں اس بات سے بے خبر تھی کہ برادری کے کچھ لوگ میرا پیچھا کررہے ہیں میں شہر آگئی اور اوورلاک کرایا سوچا بچوں کے لیے کچھ چیزیں بھی لیتی جاؤں وہ دونوں بائیک پر میرے پیچھے رہے میں نے کچھ سبزی بچوں کے لیے کھلونے اور فروٹ خریدا اسی رکشے میں بیٹھ کر واپس آگئی میرے اس سارے سفر میں وہ میرے پیچھے ہی رہے دل میں خیال کیا کہ آج تو ان کو تسلی ہوچکی ہے خدا کا شکر ہے

میری جان بچی آج تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے میں گھر آ گئی رکشے والے نے مجھے میرے گھر کے سامنے اتارتے ہوئے کہا۔

بہن تم پریشان رہتی ہو حالات کا سامنا کرو وگرنہ یہ لوگ تو تمہیں جینے نہیں دیں گے۔ یہ کہتے ہوئے وہ چلا گیا۔

میں اندر گھر میں داخل ہو گئی بچے مجھے دیکھتے ہی مسرت اور خوشی سے جھوم اٹھے ان کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی میں نے بچوں کو کھلونے دیئے اور فروٹ دیا اور سوچا نجانے کب سے وہ میری راہ دیکھ رہے تھے اور ان کے دلوں میں کیا بیت رہی تھی وہ تو بچپن میں والدین کی ہر شفقت کے محتاج ہوتے ہیں ان کو اپنے اچھے برے کام کی پہچان کہاں ہوتی ہے اور میں سلائی کا کام کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پال رہی تھی جو کہ وہ بھی زمانہ کو گوارہ نہ تھا زمانے کا بس چلتا تو شاید آج میں زندگی سے محروم ہو چکی ہوتی مگر زمانہ بھی بے بس تھا کیونکہ میں اپنی محنت سے اپنے بچوں کی پرورش کر رہی تھی۔۔ اور میری محنت زمانہ کو بری لگتی تھی۔ شام ڈھلنے لگی ہر طرف سارا دن کی گرمی کے باعث خاموشی کا بندھن ٹوٹ گیا تھا ۔شام ہوتے ہی پرندے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ میں چارپائی پر لیٹی پرندوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی

جا رہے ہیں سبھی مسافر
تم بھی لوٹ کر آ جاؤ
اب تو انتظار میں
آنکھیں بھی پتھرا گئیں
دل کے آنگن میں
تیرے انتظار میں
ہر طرف ویرانیاں ہیں
پہلے تو بلبل کی صدا آتی تھی
اب تو باغ اجڑ چکا ہے
خزاں کی طرح
دل کا صحرا
کسی امید کا منتظر ہے
برسوں سے یہ وادی
کسی بارش کی منتظر ہے
پھر سوچتی ہوں
تو جس منزل کا مسافر ہے
وہاں سے نہ کوئی لوٹ کے آیا
نہ ہی کوئی لوٹ پائے گا
جا رہے ہیں سبھی مسافر
تم بھی لوٹ کر آ جاؤ

ارسلان کی یادیں مجھے رولا دے رہی تھیں میں ان ہی خیالوں میں تھی کہ اچانک ایک بار نئی مصیبت نے گھر کے دروازے پر دستک دی میرے بھائیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آتے ہی مجھ پر برس پڑے اور کہنے لگے۔

تم نے ہماری ناک کٹوا دی ہے تم اس طرح گر جاؤ گی ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

میں نے پوچھا آخر کار میرا جرم کیا ہے اور تم مجھے جینے کیوں نہیں دے رہے ہو۔

میرا اتنا کہنا تھا انہوں نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا اور کہا۔ تم چیزوں کے بہانے اپنے یاروں سے ملنے جاتی ہو مجھے معلوم تو ہو گیا کہ وہ جو میرے پیچھے تھے انہوں نے یہ سب سازش کی ہے مگر اس بار میں خاموش رہنے کی بجائے گاؤں کے چوہدری کے پاس گئی اور اسے اپنی سب کہانی سنائی اور بتایا کہ اس معاشرے میں بیوہ ہونا ایک بہت بڑا جرم ہے یہ معاشرہ خدا کا شریک کیوں بن رہا ہے۔

اس نے مجھے امید دلائی اور کہا۔ بیٹی یہ معاملہ عزت کا ہے اور عزتوں کے معاملے کسی پنچائت میں نہیں بلکہ پردہ میں ہوتے ہیں اور میں ان لوگوں میں سے نہیں جو عزت کا مسئلہ بھی پنچائت کے

سامنے کرتے ہیں کیونکہ آج کے اس دور میں جو بھی پنچائیت میں آتا ہے ان میں سے زیادہ شر پسند لوگ ہوتے ہیں جو کسی بھی بیٹی کا سر ڈھانپنے کی بجائے اس کا سر ننگا کرتے ہیں بیٹی تم گھر جاؤ اور میں خود تمہارے والدین کے پاس جاؤں گا اور وہاں جو فیصلہ ہوا بہتر ہوگا۔ میں گھر چلی آئی شام کا کھانا تیار کیا بچوں کو کھانا کھلایا اور اپنی سہیلی بانو کو پیغام بھیجا۔ اور کہا وہ میرے پاس آ جائے اس کا ایک بچہ تھا وہ شام ڈھلتے ہی میرے گھر چلی آئی اور آتے ہی سوال شروع کر دیئے۔

بہن صدف تم پر تو ارسلان بھائی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں یہ تمہاری بہت ہمت ہے جو تم اس ظالم زمانہ میں خاموش ہو اور ایسے حالات کا سامنا کر رہے ہو میں تو سنتے ہی پریشان ہو جاتی ہوں اسی طرح ہمارے درمیان کافی دیر گفتگو جاری رہی۔ یہ سب باتیں کرنے کے بعد بانو گھر چلی گئی مگر میری تنہائی بانٹنے والا کوئی نہ تھا کافی اندھیرا چھا چکا تھا۔ اچانک پھر سے دروازے پر دستک ہوئی میں نے پوچھا تو آواز آئی بیٹی میں چوہدری ہوں میں نے آواز سنتے ہی دروازہ کھولا تو وہ کہنے لگے۔

بیٹی میں تمہارے والدین کے پاس جا رہا ہوں اگر تم مناسب سمجھو تو میرے ساتھ چلو نہیں تو میں ان سے بات کرتا ہوں میں نے ان سے کہہ دیا کہ آپ خود ہی جائیں وہ چلے گئے اور کافی دیر بعد واپس آئے مگر میں اس وقت نیند کی آغوش میں تھی وہ واپس آئے اور چلے گئے۔

ان کو واپس جاتے ہوئے میرے کزن نے دیکھ لیا تھا جب وہ دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے جب دن ہوا تو میرا کزن پہلے ہی چوہدری کے پاس تھا میں ان کے گھر چلی گئی اتنے میں چوہدری صاحب بھی آ گئے اور کہنے لگے بیٹی وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے کزن سے نکاح کر لو اور ان کی اصل اور آخری بات یہی ہے وہ کہتے ہیں کہ تم بدنامی سے بچ جاؤ گی پھر اسے کوئی بدنام نہیں کرے گا یہ تمہارے بھائی کے الفاظ تھے۔ اور بیٹی اسی میں تمہاری بھلائی ہے کہ تم ان کی بات کو مان جاؤ۔

مگر چوہدری صاحب وہ ایک نشہ باز آدمی ہے وہ میری اور میرے بچوں کی زندگی برباد کر دے گا۔ میں نے پریشان ہو کر کہا۔

بیٹی میں نے ان سے ہر طرح ہر رخ سے بات کی ہے مگر وہ ہر بات کو تمہاری شادی پر لے آتی ہے ان کا یہی آخری فیصلہ ہے اب تم سوچ لو تمہارے پاس دو دن کا وقت ہے میں یہ سنتے ہی گھر آ گئی۔ میرا وہ کزن مجھے دیکھ رہا تھا۔

اب تو اس دامن کو بچانا مشکل ہے
آندھیوں میں سر چھپانا مشکل ہے
رستے بھر چکے ہیں کانٹوں سے
ایک قدم بھی اب اٹھانا مشکل ہے
میری انا کا بھرم تو ٹوٹ گیا
میری ذات کو مٹانا مشکل ہے
مجھ میں آج بھی ہیں کسی کی یادیں بسی
ان یادوں کو بھلانا مشکل ہے
آگ لگی ہے جو دل کے آنگن میں
اشکوں سے اسے بجھانا مشکل ہے
یوں تو سارا زمانہ نیند کی آغوش میں ہوتا ہے
میری حسرتوں کو سلانا مشکل ہے
رضا روز اٹھتے ان طوفانوں میں
دیپ اشکوں کے جلانا مشکل ہے

وہ میرے پیچھے پیچھے میرے گھر تک آ گیا اور کہنے لگا چوہدری کا بیان تم نے سنا اب کیا ارادہ ہے یہ سنتے ہی مجھے میری اندر سوئی ہوئی عورت نے جگایا میں نے اس کی خوب خبر لی۔ اور وہ چلا گیا۔ اس نے جا کر میرے بھائیوں کو میرے خلاف بھڑکا دیا

صدف اپنے باپ کی عمر کے چوہدری سے رنگ رلیاں مناتی ہے میں نے اس کو خود کل رات دیکھا ہے یہ خبر سنتے ہی انہوں نے مجھے جان سے مارنے کا منصوبہ بنالیا۔ میرے بھائی کہنے لگے اس نے ہمارے منہ پر گالیاں دلوائی ہیں اور ہمیں کہیں چلنے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میری ماں کی ممتا اتنی سخت دل نہ تھی آخر کار ماں نے مجھے بتایا۔

بیٹی جبار نے تمہیں چوہدری کے ساتھ دیکھا ہے اور اس نے تمہارے بھائیوں کو تمہارے خلاف کردیا ہے اور وہ آج رات تمہیں جان سے ماردیں گے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ چوہدری مجھے بیٹی کہتا ہے اور وہ جس رات آئے تھے یہ کہنے کے لیے میں تمہارے والدین سے بات کرتا ہوں اور رہی بات مجھے مارنے کی یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ ماں یہ لوگ مجھے جینے کیوں نہیں دے رہے ہیں۔ شاید میں اپنے بچوں کا مستقبل سنوار لیتی مگر میری زندگی کے ہر موڑ پر یہ رکاوٹیں کھڑی کرر ہے ہیں۔

بیٹی میری مانو تو جبار سے شادی کرلو تاکہ تمہیں اور تمہارے بچوں کو سہارا مل جائے اور تمہاری جو عمر ہے وہ خود ہی شک کی بنیاد ہے۔

ماں جو اپنا نشہ پورا نہیں کرسکتا وہ مجھے اور میرے بچوں کو کیا سنبھالے گا ارسلان کے فوت ہوجانے کے بعد لوگ مجھے حد سے زیادہ تنگ کر رہے ہیں میں پہلے تو خاموش تھی مگر ان لوگوں کا اب جینا حرام کردوں گی ان سے کہنا کہ وہ غیروں سے بڑھ کر میرے ساتھ عداوت کرر ہے ہیں اب دیکھ لیتے ہیں اور کب تک وہ میری دشمنی کریں گے۔ ماں چلی گئی میرا بڑا بیٹا سب باتیں سن رہا تھا ماں کے جانے کے بعد وہ مجھ سے پوچھنے لگا امی ماموں آپ کو کیوں مارنا چاہتے ہیں۔ نہیں امی میں تم کو ان سے بچالوں گا۔ اپنے بیٹے کی باتیں سن کر ارسلان کی یادیں پھر سے تازہ ہوگئیں کاش اآج ارسلان ہوتے تو لوگ میری عزت کا جنازہ یوں نہ اٹھاتے خیر داستان نے ایک نیا موڑ لیا چوہدری کے ہر طرف چرچے ہونے لگے وہ میرے گھر آئے اور کہا بیٹی یہ سب کیا ہے میں نے انہیں سب کچھ بتادیا وہ سنتے ہی پریشان ہوگئے اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا اب تم میری سگی بیٹیوں کی طرح ہو پہلے میری دو بیٹیاں ہیں مگر اب خدا نے مجھے تیسری بیٹی اور نواسوں کی نعمت سے نوازہ ہے چوہدری صاحب مجھے اپنے ساتھ لے کر میرے بھائیوں کے پاس آئے اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائی صدف میری بیٹی ہے اور رہے گی اگر صدف کے سر کا ایک بال بھی اترا تو پھر دیکھنا میں کیا کرتا ہوں۔ اور تم اس کو دھمکیاں دیتے ہو یہ نہیں سوچتے کہ اس کا اور اس کے بچوں کا مستقبل برباد ہوجائے گا تم اسے ایک نشئی کے پلے باندھنا چاہتے ہو آج کے بعد کسی کا اس کی زندگی پر کوئی حق نہیں ہے جو اپنا نشہ پورا نہیں کرسکتا وہ ساری زندگی اس پر بوجھ ڈالنا چاہتے ہو اور رہی بات اس نشہ باز کی وہ شام کو پولیس کی مار کھار ہا ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے چوہدری صاحب مجھے میرے گھر چھوڑ گئے۔ اور کہا۔

بیٹی ہر ماہ ایک من گندم اور دوسری اشیاء تمہیں مل جایا کریں گی تم پریشان مت ہونا یہ کہتے ہوئے وہ چلے گئے جبار کو خبر ملی وہ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گیا میرے بھائی شر پسند تھے انہوں نے پیغام بھیجا کہ کب تک چوہدری کی بغل میں رہوگی ہم نے قسم اٹھارکھی ہے کہ تم کو موت کی نیند سلائیں گے۔ تمہارے وجہ سے ہم سب بدنام ہوکر رہ گئے ہیں اور ہم کبھی بھی نہیں چاہیں گے کہ ہم بدنام ہوں اور تم ہماری بدنامی کا سبب بنو۔

قارئین کرام یہ تھی میری زندگی جو کہ اب بھی کئی طوفانوں کی زد میں ہے میں اپنے بچوں کے مستقبل بنانا چاہتی ہوں یہی میرا جرم ہے بہت سے رشتے آچکے ہیں اگر میں ایسا کوئی قدم اٹھاؤں تو میرے بچے اس بے رحم زمانے میں دربدر ہوجائیں گے اپنے سہارا دیتے ہیں مگر وہ بھی دشمنوں سے بڑھ کر برتاؤ کرر ہے ہیں میں کس طرح اپنے بچوں کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دوں آپ ضرور بتانا قارئین کے نام کیوں ہمارا معاشرہ بیوہ عورتوں کو ان کا حق نہیں دیتا اور جس معاشرے میں چوہدری جیسے شفیق انسان ہوں وہ کبھی بھی طوفانوں کی زد میں نہیں آسکتے۔ بیوہ عورتیں ہمارے معاشرے کا ایک مجبور طبقہ ہیں ہمیں ان کی خدمت کرنی چاہیے ان کو ان کا حق دلانا چاہیے جس معاشرے میں عدل نہ ہو بربادی اس کا مقدر بنتی ہے معاشرے کو سدھارنا ہم سب کا فرض ہے عدل کی دوڑ ہی انسان کو دوسروں کے قریب کردیتی ہے یہ تھی ایک بیوہ عورت کی سسکیاں اور اس کا ماضی آپ کی آرا کا منتظر رہوں گا امید ہے کہ اپنے مشورے سے ضرور نوازیں گے۔

غزل

کچھ خواب تھے میری آنکھوں میں
اسے پالینے کی چاہت تھی
چند لفظوں میں ہی کہتا ہوں
مجھے اس سے بہت محبت تھی
پر وہ کیا جانے چاہت کو
اسے ہوجاتی تو پوچھتے ہم
دل جب جب ٹوٹ کے روتا ہے
کیا درد اسے بھی ہوتا ہے
کبھی خواب حقیقت ہوجائے
اسے اپنے جیسے سنگدل سے
کاش محبت ہوجائے

نرگس ناز۔ سکھر

غزل

شکوہ اس کی یادوں سے اس طرح کیا ہم نے
ہنستے ہنستے دل کو رولادیا ہم نے
اک لمحہ دیا اس نے جینے کے لیے
اوراسی میں زندگی کو بیتادیا ہم نے
اک صفحے پہ لکھی اسکی یاد کی داستان
دوسرا حصہ خالی ہی جلادیا ہم نے
کس بات کی معذرت چاہتے ہیں وہ
جس بات کو سنتے ہی بھلا دیا ہم نے
وہ کیوں نہیں آتے ہمارے پاس
جن کی راہوں میں پلکوں کو بچھادیا ہم نے

نرگس ناز۔ سکھر

شکوہ

ہر روز کی طرح آج بھی شام ڈھلی
لیکن نجانے کیوں آج دل اداس سا ہے
کچھ اپنے تھے شاید جو بچھڑ گئے
کچھ سپنے تھے جو ٹوٹ گئے
اس رات کی تاریکی میں اکیلے بیٹھے جب چاروں
طرف نظریں اٹھائیں تو کوئی اپنا نہیں تھا
یہ دل تو تنہا تھا اب بھی تنہا ہے
کیوں لوگ اس دل میں بس کر چھوڑ جاتے ہیں
کیوں لوگ یہ دل توڑ جاتے ہیں
کیوں مجھے تنہا چھوڑ جاتے ہیں

نرگس ناز۔ سکھر

دو محبوب قطرے دو محبوب گھونٹ اور دو محبوب قدم اللہ کو بہت پسند ہیں؟

دو قطرے، ایک خون کا جہاد میں جسم سے گرے دوسرا آنسو کا قطرہ جو خوف خدا سے آنکھ سے گرے۔

دو گھونٹ، ایک غصہ کا گھونٹ دوسرا غم کا گھونٹ جو صبر سے نگل لیے جائیں۔

دو قدم، ایک نماز کیلئے اٹھنے والا قدم دوسرا صلہ رحمی کیلئے اٹھنے والا۔

ریاض احمد تبسم، عارف والہ

محبت کی ادھوری داستان

---تحریر: صبا ملک۔ دیپالپور۔

پیارے قارئین اینڈ تمام رائٹرز کو سلام عرض کرتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ سب ٹھیک ہوں گے پہلی بار میں جواب عرض کی محفل میں ایک نئی کاوش لے کر حاضر ہو رہی ہوں یہ سٹوری میری بہت قریبی دوست کی ہے۔ محبت کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے بعض اوقات لوگ محبت نہیں دل لگی کرنے لگ جاتے ہیں انکو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ محبت ہوتی ہے اس کے معنی کیا ہیں۔ اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے نام مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ جس کا ذمہ ادارہ یا رائٹر نہیں ہوگا امید ہے کہ آپ میری یہ کہانی بھی پسند کریں گے۔ شہزادے التمش صاحب میں تہہ دل سے آپ کی شکر گزار ہوں گی اگر انہوں نے مجھے جواب میں جگہ دے دی اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین ثم آمین۔ اور باقی سب رائٹروں کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں آپ بہت اچھے انسان ہیں جیسے جواب عرض کے لیے ویسے ہی میرے لیے۔ آپ سب لاجواب ہیں اللہ آپ کو ہمیشہ رکھے آپ خوب ترقی کرو۔ میری بہت ساری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور باقی تمام قارئین پر بھی اللہ اپنی خاص رحمت نازل کرے اور جواب عرض خوب سے خوب تر ترقی کرے آمین۔ اور پیارے قارئین اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا آپ کی آرا کی منتظر رہوں گی۔ پلیز مجھے نظر انداز مت کرنا اگر آپ ساتھ دو گے تو مجھے مزید لکھنے کی ہمت ہوگی۔ خدا حافظ۔ اب اجازت چاہتی ہوں

وسلام۔ صبا ملک۔ دیپالپور

میٹرک کے آخری دن تھے ہم تین دوستوں میں لڑائی رہنے لگی ایک لڑکے کی وجہ سے میرا نام سحر ہے میری ایک دوست کا نام تنزیلہ ہے اور دوسری کا نام مہوش ہے مہوش ایک لڑکے سے بات کرتی تھی صرف بات تک اس کا اس لڑکے کا تعلق تھا لیکن وہ لڑکا اس سے بہت پیار کرتا تھا اور بہت پیار کرتا تھا لیکن مہوش اس سے پیار نہیں کرتی تھی مجھے اس لڑکے پر بہت ترس آتا تھا میں چاہتی تھی کہ مہوش اس کی محبت کو قبول کر لے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دے لیکن ایسا ہوتا ہوا مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔

آخر ایک دن میں نے اس لڑکے کو کال کر کے سب کچھ بتا دیا کہ مہوش تم سے ذرا بھی پیار نہیں کرتی ہے تم اس کے لیے اپنے آپ کو روگ مت لگاؤ۔ میری بات سن کر وہ بہت دکھی ہوا مجھے بہت برا لگا میں نے اسے بہت سمجھایا۔ میں نے کبھی بھی اس کے لیے غلط نہیں سوچا تھا۔

اس لڑکے کا نام عمران تھا پتہ نہیں عمران میرے پیچھے کیوں پڑ گیا تھا میں نے اپنی دوست مہوش کو بتا دیا اور کہا۔

عمران مجھے تنگ کرتا ہے۔

اوہ تو یہ بات ہے میں اس سے بات کروں گی اور اس کو سب کچھ سمجھاؤں گی مہوش نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا اور میں مطمئن ہوگئی۔

مجھے کیا پتہ تھا کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے۔ کیونکہ جب مہوش نے عمران سے بات کی تو عمران نے کہا۔

سحر مجھے تنگ کرتی ہے اور تمہارے خلاف کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

اس کی باتیں سن کر مہوش کا دل ٹوٹ سا گیا وہ مجھ سے دور ہونے لگی۔ نظر لگ گئی ہماری دوستی کو تنزیلہ اکی باتیں سنتی اور پھر میری پر فیصلہ نہ کر پاتی عمران میرے سامنے معصوم بن جاتا تھا اور مہوش کے سامنے مجھے غلط کہتا تھا میں نے مہوش کو بہت صفائیاں دیں کہ میری بات پر یقین کرو یہ جو کچھ کہہ رہا ہے غلط کہہ رہا ہے میرے دل میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں ایسا کچھ رکھنا چاہتی ہوں اگر میرے دل میں ایسا کچھ ہوتا تو میں تم سے کیوں کہتی کہ وہ مجھے تنگ کرتا ہے۔ پر اس نے مجھ پر یقین نہیں کیا۔

مجھے سمجھ آ گئی کہ عمران اچھا لڑکا نہیں ہے میں نے فیصلہ کرلیا۔ کہ میں مہوش اور عمران کی زندگی سے چلی جاؤں گی۔ میٹرک کے پیپرز کے بعد میں نے دونوں سے رابطہ ختم کردیا ادھر مہوش نے عمران کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ میں عمران سے پیار کرتی ہوں عمران اکیلا رہ گیا جب مہوش نے اسے چھوڑ دیا تو وہ پوری طرح میرے پیچھے پڑ گیا پتہ نہیں اسے میرا نیا نمبر کہاں سے مل گیا تھا میں میں نے اسے بہت سمجھایا کچھ وقت لگا پر اس نے میری جان چھوڑ دی زندگی پرسکون تھی سب کچھ ٹھیک ہوگیا پیپرز کے بعد میں گھر پر فارغ رہتی تھی ایک دن میرے نمبر پر ایک انجانے نمبر سے میسج آئے۔ میں پریشان ہوگئی۔

میں نے پوچھا کون تو انجانے نمبر سے جواب آیا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے دکھ سا ہوا کہ دنیا میں کیسے کیسے لوگ موجود ہیں جو یکدم دوستی کا کہہ دیتے ہیں میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک دو میسج کے بعد اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ اس سے جان چھوٹ گئی۔

میری میٹرک کی ایک سعدیہ نے مجھے میسج کیا کہ اس کے کزن کے لیے کوئی گرل فرینڈ ڈھونڈنی ہے کیا تم دوستی کرو گی میں نے انکار کردیا اچانک اسی رات تنزیلہ کا میسج آیا کہ مجھے ایک لڑکے سے دوستی کرنی ہے پتہ نہیں اسے ہوا کیا تھا میں نے سعدیہ سے اس کے کزن کا نمبر مانگا اس نے نمبر دیا اور نام سبحان بتایا۔ یہ نمبر دیکھ کر مجھے حیرانگی ہوئی کیونکہ یہ نمبر تو وہی تھا جو کچھ دن پہلے مجھے میسج کررہا تھا میں نے سعدیہ سے پوچھا۔

تم نے میرا نمبر اپنے کزن کو دیا ہے اسنے مجھ سے معافی مانگی اور بولی۔

میرے کزن نے کہا تھا کہ مجھے اپنی کسی دوست کا نمبر دے دو تو میں نے تمہارا نمبر دے دیا۔ مجھے اس کے کزن نے تنگ نہیں کیا تھا اس لیے میں نے سعدیہ کو معاف کردیا۔ اور سبحان کو نمبر تنزیلہ کو دے دیا۔

میں بتاتی چلوں کہ عمران کو مہوش نے چھوڑ دیا تھا اس بات کا مجھے اس وقت پتہ نہیں تھا کیونکہ میں مہوش سے بات نہیں کرتی تھی تنزیلہ کی دوستی ہوگئی سبحان سے دوستی دو دن ہی رہی تھی کہ تنزیلہ کی امی کو پتہ چل گیا اور پھر تنزیلہ سبحان سے بات نہ کر پائی ایک دن تنزیلہ گھر آئی اور اس نے سبحان کا نمبر دیا اور کہا۔

اسے میسج کر کے بات نہ کرنے کر پانے کی وجہ بتادو۔

میں نے کہا ٹھیک ہے میں اسکو بتادوں گی تم پریشان نہ ہو۔ ابھی تک سبحان اور تنزیلہ نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں تھا۔

تنزیلہ نے کہا سبحان کو بتا دینا کہ تین اگست کو میں تمہارے گھر آؤں گی سبحان کو کہنا کہ مجھے دیکھ لینا۔ اتنا کہہ کر وہ چلی گئی۔

رات کو سبحان کو میں نے میسج کردیا لیکن اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ دو تین دن بعد سعدیہ کا میسج آیا کہ سبحان پوچھ رہا ہے کہ میں نے کہا کہ میں نے سبحان کو میسج کردیا تھا سعدیہ کو دے دیا کہ وہ سبحان کو بتا دے پھر سعدیہ نے کہا کہ سبحان خود تم سے بات کرنا چاہتا ہے میں نے نہ کہہ دی سعدیہ نے التجا کی تو میں مان گئی میں نے سبحان سے بات کی اور اسے سب کچھ بتایا وہ تنزیلہ کے لیے پریشان تھا لیکن خوش تھا کہ کیونکہ تین اگست کو وہ تنزیلہ کو دیکھے گا میری تنزیلہ سے کوئی بات نہ ہو پائی تھی مجھے بھی تنزیلہ کے آنے کا انتظار تھا۔

سبحان کبھی کبھار کال کر کے تنزیلہ کا حال پوچھتا تھا پر تنزیلہ سے میری بھی بات نہیں ہوتی تھی اسلیے میں سبحان کو بتا دیتی کہ مجھے تنزیلہ کا کچھ نہیں پتہ بات کر کے میں سبحان کا نمبر ڈلیٹ کردیتی تھی کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میں تنزیلہ سے دور ہو جاؤں مہوش تو چلی گئی اب میں تنزیلہ کو کھونا نہیں چاہتی تھی اس کے ابو کسی کام سے دوسرے شہر چلے گئے تھے میں نے سبحان کو تنزیلہ کے نہ آنے کا بتا دیا وہ بہت دکھی ہوا شام کو سبحان کی کال آئی میں نے ہیلو کہا تو سبحان نے پوچھا۔

کیا آپ کا گھر کون سا ہے۔

میں نے کہا کیوں خیر تو ہے۔

وہ بولا ہاں خیر ہے تم بتاؤ تو سہی کہ تمہارا گھر کونسا ہے

میں نے اسکو اپنے گھر کا پتہ بتادیا۔ کیونکہ وہ میرے گھر کی گلی میں ہی تنزیلہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔

میں تمہارے گھر کی گلی میں ہے۔

بیچ میں دولڑکے بائیک پر تھے سبحان پیچھے بیٹھا تھا میں نے اسے جانے کا کہہ دیا جب وہ میرے گھر کے سامنے سے گزرا تو میں نے سبحان کی ایک جھلک دیکھی پر اس نے مجھے نہیں دیکھا اگلے دن میں نے سبحان کی تنزیلہ سے بات کروائی تنزیلہ نے مجھ سے کم ہی بات کی کیونکہ اس کی امی اس کے پاس تھی سبحان نے مجھ سے تنزیلہ کے بارے میں بہت کچھ پوچھا اور میں بتاتی چلی گئی۔

کچھ پتہ نہیں چلا کہ کب وہ میرے اتنے قریب ہوگیا ہر وقت اس سے بات ہوتی بہت کم وقت میں وہ دل کے بہت پاس آ گیا۔ میں پریشان تھی کہ تنزیلہ کیا سوچے گی پر سبحان کے بنا دل بھی نہیں لگتا تھا آٹھ اگست کو سبحان نے مجھے پرپوز کیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا کہ کیا کروں مجھے سبحان سے سچا پیار ہوگیا تھا میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتی تھی سبحان نے مجھے نہ صرف آئی لو یو بولا بلکہ شادی کا بھی کہہ دیا۔ اس نے مجھے بہت ڈر ڈر کے پرپوز کیا تھا۔ مجھے وہ بہت اچھا لگا اور میں نے ہاں کہہ دی۔

پھر تنزیلہ ایک دن میرے گھر آئی میں نے اس کو سب کچھ بتادیا اور کہا اگر وہ چاہے تو اس سے بات کرسکتی ہے میں ان دونوں کے درمیان دیوار نہیں بنوں گی۔

تنزیلہ نے کہا نہیں وہ تمہارے نصیب میں ہے وہ تمہارا ہی ہے۔ میرا اب اس سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو مجھ سے سچا پیار ہوتا تو وہ کسی لڑکی کی طرف کبھی بھی نہ جاتا اتنا کہہ کر وہ چلی گئی۔ لیکن اس نے میری زندگی میں نئے رنگ بھر دیئے۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں لیکر میری خوشیوں کو نظر لگ گئی عمران واپس آ گیا میں نے عمران کے بارے میں سب کچھ سبحان

بتادیا تھا یہ جان کر مجھے دھچکا لگا کہ عمران اور سبحان دونوں دشمن ہیں ایک دوسرے کے۔

جب عمران مجھے تنگ کرتا تو میں سبحان کو بتادیتی یہی تو میری سب سے بڑی غلطی تھی ایک دن سبحان کو غصہ آگیا اور اس نے عمران کو اپنے نمبر سے کال کر کے کہہ دیا۔

سحر میری ہے تم دور ہو جاؤ سحر سے۔

عمران کو یہ جان کر بہت غصہ آیا وہ بولا ٹھیک ہے دیکھ لیتا ہوں تم کو کہ تم کتنے پانی میں ہو پھر کیا تھا۔ عمران نے سبحان کو پھنسوادیا۔ سبحان کے گھر والوں کو ہر بات کا پتہ چل گیا تھا آخر کار حالات کچھ بہتر ہوئے۔

میں لاہور میں رہتی تھی اور سبحان کا گھر اسلام آباد میں تھا اس کے پیپرز ہوتے ہی وہ اسلام آباد واپس چلا گیا وہ پہلے اپنے دوست کے ساتھ رہتا تھا لاہور میں سبحان کے ساتھ بہت کچھ ہوا پر اس نے مجھے کچھ نہ بتایا۔ کیونکہ وہ مجھے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے دوست نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اس نے سحر کو نہ چھوڑا تو اس کی دوستی ختم ہو جائے گی۔ جبکہ سبحان اس کو اپنا بڑا بھائی سمجھتا تھا اور مجھ سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا۔ وہ مجھ سے چوری بات کرتا تھا اسکے دوست کو پتہ نہیں چلتا تھا ایک دن سبحان کے کہنے پر میں نے اس کے دوست کو کال کی اور اپنی غلطی کی معافی مانگی اور کہا۔

بھائی مجھے معاف کر دو اس نے کہا کہ وہ مجھے کبھی بھی معاف نہیں کرے گا اس نے بتایا کہ سبحان دو پیپرز میں فیل ہو گیا ہے اور میں ایک پیپر میں کیونکہ ہماری تیاری نہیں تھی پیپر دینے کے فورا بعد ہمیں ان مصائب سے نمپٹنا ہوتا تھا جس میں وہ میری وجہ سے پھنسے ہوئے تھے۔ مجھے یہ سن کر بہت دکھ ہوا کیونکہ مجھے سبحان نے یہ سب نہیں بتایا تھا بھائی نے مجھے معاف نہیں کیا ایک دن سبحان نے تنزیلہ کے بارے میں بات کی میں نے کہا۔

مجھے جلن ہو رہی ہے مت لو کسی بھی لڑکی کا نام تو سبحان نے کہا۔

ایک چھوٹی سی بات پر جلن ہونے لگ گئی ہے اور کیا تم نے کبھی سوچا ہے عمران نے تمہارے بارے میں کیا کہا اور مجھ پر کیا کچھ گزری سبحان جو میری ہمت تھا اس نے ایسا کہہ کر مجھے توڑ دیا آہستہ آہستہ میں ٹوٹنے لگ گئی پھر ایک دن سبحان نے کہا میں اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی تمہارے ساتھ ہوں کیونکہ تم میرے ساتھ سنجیدہ ہو اگر تم مجھ سے اتنا پیار نہ کرتی تو میں تمہاری زندگی میں آج نہ ہوتا۔

ارے میں کتنی پاگل تھی سبحان تمہیں تو کبھی پیار تھا ہی نہیں۔ تمہیں تو صرف میری وفا نے روک لیا تھا اب تک میں پاگل سمجھتی رہی کہ تم مجھ سے پیار کرتے ہو اسی لیے میں تم سے وفا کرتی آرہی تھی تو پیار کسے ہے تمہیں یا مجھے آج ہمیں جدا کسی تیسرے نے نہیں کیا ہم نے خود ہی ایک دوسرے سے جدائی لی کیا تم مجھ پر ترس کھا کر میرے ساتھ تھے اب تک میں اکیلی ہوں کوئی بہن بھائی نہیں ہے اس لیے تم مجھ پر رحم کھا رہے تھے بس کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اور میں نے اپنی سم توڑ دی۔ اگر سبحان کو مجھ سے پیار نہیں تو کیوں رہوں میں اس کی زندگی میں۔ اگر اسے مجھ سے پیار ہوگا تو وہ خود کہے گا کہ دیکھو میں آگیا ہوں تمہارا پیار بن کر۔

سبحان لوٹ آؤ صرف ایک بار کہہ دو کہ میں تمہارا ہوں صرف تمہارا میری نظریں تمہاری منتظر ہیں مجھے پیار چاہیے رحم کی دی ہوئی بھیک نہیں۔

قارئین کرام اب آپ ہی بتائیے سحر کو کیا کرنا چاہیے سبحان کا انتظار کرے یا خود اس کی زندگی میں چلی جائے یہ میری ایک پیاری دوست کی کہانی ہے جسے محبت پر یقین نہیں تھا جب خود محبت ہوئی تو کچھ سمجھ نہ پائی نہ کچھ کھاتی ہے اور نہ ہی کچھ پیتی ہے بس سبحان کی یاد میں کھوئی رہتی ہے اور سبحان کا انتظار کرتی ہے بھائی حافظ میری آپ سے گزارش ہے ایک بار سحر کو معاف کر دیں۔ وہ آپ کا برا نہیں چاہتی۔ سحر بہت محبت کرتی ہے سبحان سے اس کی خوشیاں لوٹا دیں۔

تم بن جیا جائے کیسے۔
کیسے جیا جائے تم بن
صدیوں سے لمبی ہیں راتیں
صدیوں سے ہیں لمبے دن۔
آجاؤ لوٹ کر تم
یہ دل کہہ رہا ہے
پھر شام تنہائی جاگی۔
پھر یاد تم آرہے ہو۔
پھر جان نکلنے لگی ہے۔
پھر مجھ کو تڑپا رہے ہو۔
اس دل سے طوفان گزرتے ہیں
تم بن تو جیتے ہیں نہ مرتے ہیں
کیا کیا نہ سوچا تھا میں نے
کیا کیا نہ ارمان جگائے
کیا کیا نہ سپنے سجائے
اس دل میں یادوں کے صلے ہیں
تم بن ہم بہت اکیلے ہیں۔

صبا ملک۔ دیپالپور

غزل

ساتھی غم کا ساز نہ چھیڑو
میں نے کافی صدمے جھیلے
میں نے آنسو ضبط کئے ہیں
سینے میں پلتے ہیں طوفان
جاؤ دکھ کی بات نہ چھیڑو

ہاں سچ ہے ہم ہی برے ہیں
نوکیلے کانٹوں پر چل کر
ہم نے نبھائی رسم محبت
دار کے پھندے تک کو چوما
اور نبھائی رسم الفت
پھر بھی ہم مطعون ہوئے ہیں
سب کچھ اپنا قربان کر کے
کیا تم کو معلوم ہے
ارض وطن کی مٹی میں نے
اپنے دوپٹے میں باندھی ہے
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پر
اس مٹی کی ہوگی حفاظت
یہ مٹی دل وجان سے پیاری
عصمت وناموس سے پیاری
اس کی حفاظت عین عبادت
اس کا تحفظ فرض ہے میرا
پشتوں سے ہم چومتے آئے
اس کی خاطر دار کے پھندے
جاؤ دکھ کی بات نہ چھیڑو
جب تک جسم میں روح رہے گی
جب تک ہے یہ دوپٹہ سر پر
اس مٹی کی ہوگی حفاظت

نائیلہ طارق۔ لیہ۔

غزل

میں جو بدلا ہوں صنم تم بھی پہلے سے نہیں
غمزدہ ہوں میں مگر تیرے بچھڑنے سے نہیں
تم نے جو توڑے سبھی رشتے تمہاری مرضی
محفلیں چھوٹیں مگر میرے بگڑنے سے نہیں
جو بھی تھا بس میں میرے میں نے کیا تیری خاطر
میں تو خوش ہوں ہی مگر تیرے بکھرنے سے نہیں

ماجد حسین بھڑوعی (ڈڈیال)

تلاش

---تحریر: رانا بابر علی ناز۔ لاہور۔

تلاش کا سفر اتنا ہی قدیم جتنا ہستی کا سفر ہر پیدا ہونے کے ساتھ اس کی تلاش بھی پیدا ہوتی ہے انسان آگاہ ہو یا بے خبر وہ ہمیشہ رہن آرزو رہتا ہے زندگی کی آرزو دراصل کسی کی جستجو ہے انسا کو ہمہ وقت ایسے احساس ہوتا ہے جیسے وہ کچھ کھو چکا ہے وہ کچھ بھول گیا ہے اسے چھوڑی ہوئی منزل متلاشی بناتی ہے وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے پاس کوئی قدیم راز تھا جو گم ہو گیا اس کا بے ربط ماضی اسے کسی درخشندہ مستقبل سے محروم کر گیا شاید وہ دنیا کے عوض آخرت کا سودا کر بیٹھا انسان غور کرتا ہے اور جوں جوں غور کرتا ہے ایک شاید بیاس کی طرح ایک نامعلوم تلاش اسے جکڑ لیتی ہے اس تلاش سے مفر نہیں۔ انسان کی تلاش کے نقطہ ہائے رفیق سے آشنائی نہ ہو وہ دوسرے انسانوں کے چہرے ہی دیکھتا چلا جاتا ہے۔ جیسے ان چہروں میں اسے کسی خاص چہرے کی تلاش ہو اور وہ چہرہ شاید اس نے دیکھا ہوا بھی نہ ہو لیکن اسے پہچان لینے کا دعویٰ اس کے پاس موجود ہو ان دیکھے چہرے کو ڈھونڈنا اور اسے پہنچاننا انسان کی تلاش کا کرشمہ ہے ایسے لگتا ہے جیسے انسان اس چہرے کو پہلی بار دیکھنے سے پہلے بھی دیکھ چکا ہو انسان کی تلاش ہی اس کا اصل نصیب ہے یہی اس کے عمل کی اساس ہے یہی تلاش اس کے باطن کا اظہار ہے یہی اس کے ایمان کی روشنی ہے تلاش انسان کو چین نہیں بیٹھنے دیتی اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی بچھو اسے اندر سے ڈس رہا ہے وہ بھاگتا ہے دوڑتا ہے بے تاب و بے قرار اس تریاق کی تلاش میں جو زہر کا علاج ہے جب وہ شکل سامنے آتی ہے اسے قرار آ جاتا ہے۔ ہر چند کہ اسے پہلی بار دیکھا ہے وہ اسے پہنچان لیتا ہے دراصل ہم جس شے کی تلاش کرتے ہیں اسی نے تو ہمیں اپنی تلاش عطا کی ہے منزل ہی تو ذوق سفر پیدا کرتی ہے اور ذوق منزل رہنمائے سفر ہوتا ہے منزل اگر اپنے مسافر پیدا کرے تو یہ تلاش ایک واہمہ کر رہ جائے جو حاصل آرزو ہے وہی خالق آرزو ہے ضرورت کی تلاش اور شے ہے اور تلاش اور شے ہے عرق گلاب یا گلقند کے لیے گلاب کو تلاش کرنے والا ضرورت مند کہلائے گا۔ اس کی ضرورت کچھ اور ہے اسے ہم تلاش کے باب میں قابل غور نہیں سمجھتے۔ خوشبو کا مسافر بوئے گل کو منزل دل کا مقام سمجھتا ہے وادی نور کے مسافروں کی رہنما نکہت گل ہی تو ہے۔ ایک سچی کہانی۔

ہر انسان کسی نہ کسی شے کی تلاش میں ہے کوئی ہر کچھ چاہتا ہے کوئی کچھ ڈھونڈتا ہے انسانوں کے ہجوم میں آرزوؤں کا بھی ہجوم ہے دشمن۔ دشمن کی تلاش میں ہے اور دوست دوست کی جستجو میں۔ کائنات کی تمام اشیاء کا ہمہ وقت مصروف سفر رہنا کسی انوکھی تلاش کا اظہار ہے آرزو کا انجام شکست آرزو ہو تو بھی یہ ہستی کی دلیل ہے سورج تاریک

کے شکار کو نکلا ہے اور تاریکی سورج کے تعاقب میں ہے دریا کو سمندر کی لگن ہے اور سمندر کو دریا بننے کی خواہش مضطراب کر رہی ہے ہر چیز اپنے اپنے مدار میں اپنی خواہش اور تلاش کے حصار میں ہے تلاش کی متحرک رکھتی ہے اور حرکت راز بنتی ہے تلاش کی انسان کی جبلت ہے یہ اس کا اصل ہے یہ اس کا خبر ہے یہ اس کی سرشت ہے جسے اور کوئی تلاش نہ ہو

اپنی تلاش کرتا رہتا ہے وہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ کون ہے وہ کہاں سے آیا ہے وہ کب سے ہے اور وہ کب تک رہے گا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ وہ کونسا جذبہ ہے جو اسے محرومیوں اور ناکامیوں کے باوجود زندہ رہنے پر مجبور کرتا ہے۔

انسان اس بات سے آگاہ ہونا چاہتا ہے کہ یہ کائنات اور نظام کائنات کس نے تخلیق فرمایا تخلیق حسن میں کیا تخلیق ہے یہ سب جلوے کس کے ہین کون ہے اس پردہ رعنائی کے اندر۔ وہ کون ہے اس پردے سے باہر اور یہ پردہ کیا ہے۔

تلاش کا سفر اتنا ہی قدیم جتنا ہستی کا سفر ہر پیدا ہونے کے ساتھ اس کی تلاش بھی پیدا ہوتی ہے انسان آگاہ ہو یا بے خبر وہ ہمیشہ رہن آرزو رہتا ہے زندگی کی آرزو دراصل کسی کی جستجو ہے انسا کو ہمہ وقت ایسے احساس ہوتا ہے جیسے وہ کچھ کھو چکا ہے وہ کچھ بھول گیا ہے اسے چھوڑی ہوئی منزل متلاشی بناتی ہے وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے پاس کوئی قدیم راز تھا جو گم ہوگیا اس کا بے ربط ماضی اسے کسی درخشندہ مستقبل سے محروم کر گیا شاید وہ دنیا کے عوض آخرت کا سودا کر بیٹھا انسان غور کرتا ہے اور جوں جوں غور کرتا ہے ایک شاید بیاس کی طرح ایک نامعلوم تلاش اسے جکڑ لیتی ہے اپنی تلاش سے مفر نہیں۔ انسان کی تلاش کے نقطہ ہائے رفیق سے آشنائی نہ ہو وہ دوسرے انسانوں کے چہرے ہی دیکھتا چلا جاتا ہے۔ جیسے ان چہروں میں اسے کسی خاص چہرے کی تلاش ہو اور وہ چہرہ شاید اس نے دیکھا ہوا بھی نہ ہو لیکن اسے ہیجان لینے کا دعویٰ اس کے پاس موجود ہو ان دیکھے چہرے کو ڈھونڈنا اور اسے پہنچاننا انسان کی تلاش کا کرشمہ ہے ایسے لگتا ہے جیسے انسان اس چہرے کو پہلی بار دیکھنے سے پہلے بھی دیکھ چکا ہو انسان کی تلاش ہی اس کا اصل نصیب ہے یہی اس کے عمل کی اساس ہے یہی تلاش اس کے باطن کا اظہار ہے یہی اس کے ایمان کی روشنی ہے تلاش انسان کو چین نہیں بیٹھنے دیتی اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی بچھو اسے اندر سے ڈس رہا ہے وہ بھاگتا ہے دوڑتا ہے بے تاب و بے قرار اس تریاق کی تلاش میں جو زہر کا علاج ہے جب وہ شکل سامنے آتی ہے اسے قرار آجاتا ہے۔ ہر چند کہ اسے پہلی بار دیکھا ہے وہ اسے پہنچان لیتا ہے دراصل ہم جس شے کی تلاش کرتے ہیں اسی نے تو ہمیں اپنی تلاش عطا کی ہے منزل ہی تو ذوق سفر پیدا کرتی ہے اور ذوق منزل رہنمائے سفر ہوتا ہے منزل اگر اپنے مسافر پیدا کرے تو یہ تلاش ایک واہمہ کر رہ جائے جو حاصل آرزو ہے وہی خالق آرزو ہے ضرورت کی تلاش اور شے ہے اور تلاش اور شے ہے عرق گلاب یا گلقند کے لیے گلاب کو تلاش کرنے والا ضرورت مند کہلائے گا۔ اس کی ضرورت کچھ اور ہے اسے ہم تلاش کے باب میں قابل غور نہیں سمجھتے۔ خوشبو کا مسافر بوئے گل کو منزل دل کا مقام سمجھتا ہے وادی نور کے مسافروں کی رہنما نکہت گل ہی تو ہے۔

کچھ انسان صداقت کی تلاش کرتے ہیں یہ ساری ہی کائنات ہی صداقت پر مبنی ہے لیکن صداقت کا اپنا الگ وجود نہیں۔ صداقت صادق کو کہتے ہیں صادق کو قول صداقت ہے اس صداقت کی پہنچان اپنی صداقت سے ہے اپنی صداقت کی پہچان اپنی صداقت سے ہے اپنی صداقت اعتماد ذات صادق ہے کسی جھوٹے انسان نے کبھی کسی صادق کی تلاش نہیں کی کاذب صادق کا ہمسفر نہیں رہ سکتا۔ صادق ماننے کے بعد اس کی راہ کے علاوہ کوئی راہ گمراہی ہے

تلاش کا یہ مقام بہت ارفع ہے کہ انسان صداقت کی تلاش کرے صادق سے نسبت کا سہارا لے کر انسان اپنی ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔

تلاش اپنے باطن کی تلاش ہے اپنے آپ میں جتنی صداقت میسر آئے گی اتنا ہی صادق سے تقریب بڑھے گا جس انسان کو اپنے آپ میں صداقت نظر نہ آئے وہ نسبت صادق سے محروم ہو جاتا ہے انسان کی پہچان کا راز اس کی تلاش میں مضمر ہے ہم جس شے کے انتظار میں ہیں وہی ہماری عاقبت ہے ہمیں اپنے انتظار کا کھوج لگانا چاہیے۔ سچ کے مسافر سچے ہوتے ہیں اور جھوٹ کے جھوٹے اس دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں جو حقیقت کی تلاش کرتے ہیں ان کا مدعا خالق حقیقی ہے یہ تلاش نہ ختم ہونے والی ہے اس سفر کا مدعا بھی سفر ہے اس کی انتہا بھی سفر ہے محدود کا لامحدود کے لیے سفر کسی بیان میں نہیں آسکتا قطرے کو قلزم آشنا ہونے کے لیے کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے وہی جانتا ہے جس پر یہ مقامات اور مراحل گزرتے ہیں خالق کی تلاش بعض اوقات دنیا سے فرار کی خواہش ہے دنیا سے گھبرا کر وحشت زدہ ہو کر انسان خالق کا قرب تلاش کرتا ہے کچھ لوگ دنیا کی نعمتوں کے حصول کے باوجود اس کی محبت میں سرشار خالق میں نکلتے ہیں۔ حقیقت کی تلاش انہیں کسی انسان تک ہی پہنچاتی ہے اور وہ انسان انہیں راز آشنا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد کا سفر جلوؤں کا سفر ہے نور کا سفر ہے اسی کائنات میں نئی کائنات کا سفر ہے قطرے کا سفر وصال قلزم کے بعد انا البحر کا بیان ہے اور یہ بیان بیان میں نہیں آسکتا۔ انسان جب کسی تلاش میں نکلتا ہے تو اس کے پاس وہ ذریعہ ہوتا ہے وہ آلہ ہوتا ہے جس سے وہ اپنی تلاش کے مدعا کو پہچان سکے اگر وہ آلہ آنکھ ہو تو حقیقت کسی چہرے کسی منظر کسی نظارے کسی جلوے کسی رعنائی کسی رنگ کا نام ہے حقیقت کا چہرہ بھی ہوتا ہے جدھر آنکھ اٹھاؤ ادھر ہی اس کا رنگ بھی ہوتا ہے سب سے احسن رنگ حقیقت کا رنگ ہے اگر حقیقت کی تلاش میں انسان سماعت لے کر نکلے تو حقیقت نغمے کی شکل میں آشکار ہوگی آواز کی صورت میں جلوہ گر ہوگی ایسا متلاشی دور کی آواز سنے گا وہ خاموشی کی صدا سنے گا وہ سناٹوں سے پیغام لے گا اسے آہٹیں سنائی دیں گی وہ تنہا ہوگا اور حقیقت اس سے ہمکلام ہوگی اسے سچے متلاشی کی سماعت ہی ذریعہ وصال حق بن جاتی ہے ایسے انسان کو افلاک سے ہوگی اس سچے متلاشی کی سماعت ہی ذریعہ وصال حق بن جائے گی ایسے انسان کو افلاک سے نالوں کا جواب آتا ہے اسے آہ فغان نیم شب کا پیام آتا ہے وہ سکوت سے کلام کرتا ہے آنے والے زمانے اس سے بات کرتے ہیں اپنی سماعت غیر حق پر بند کر دیتے سے یہ راز کھل سکتا ہے حقیقت کی تلاش میں انسان صرف چہرہ بن کر نکلے تو حقیقت آنکھ بن کر سامنے آئے گی اسے چہرے میں اپنا ہی چہرہ نظر آنے لگے گا وحدت الوجود کا یہ مقام بیان میں نہیں آسکتا نہ صرف مشاہدہ ہے تلاش کرنے والوں کا حاصل کچھ لوگ حقیقت کی تلاش میں نکلتے ہیں سخاوت کے جذبات کے کہ وہ اپنا مال حقیقت پر نثار کرنے کے لیے ساتھ لیتے ہیں حقیقت سائل کے روپ میں ان سے واصل ہوگی ضرورت مند سائل محتاج لیکن سخی کے ساتھ سخاوت کرنے والے انداز کے ساتھ سخاوت وصال حقیقت کا ذریعہ ہے اگر انسان کر اس کی تلاش میں نکلے سخی بن کر سامنے آئے گی شکاری تلاش کے روپ کے مقابل حقیقت نے روپ اختیار کرنا ہے جو لوگ تلاش کے مقدس سفر میں دل لے کر نکلتے ہیں وہ حقیقت کو دلبری کے انداز مین پاتے ہیں انہیں کائنات کا ہر ذرہ ایک تڑپتا ہوا دل محسوس ہوتا ہے حقیقت کی ادائے دلبری ایسے متلاشی کو اپنا ذاکر بناتی ہے وہ حقیقت کا ذکر کرتا ہے حقیقت اس کا ذکر کرتی ہے یہ عجیب سلسلے ہیں دل والے متلاشی اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں جہاں ذکر ذاکر اور مذکور باہم ہوں یہ وہ مقام ہے جہاں چند

ساعتیں صدیوں پر محیط ہوتی ہیں کچھ ذہن لوگ عقل سلیم کے ذریعے حقیقت کی تلاش کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں یہ سفر بڑا احتاط ہوتا ہے ایسے لوگ دنیا کے عبرت کدے مین پھونک کر قدم رکھتے ہیں وہ غیر آشنا ہوکر حقیقت آشنا ہوجاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کوئی نتیجہ بے سبب نہیں ہوتا۔ اور کوئی سبب بغیر نتیجے کے نہیں ہوسکتا اتنی بڑی کائنات بغیر سبب کے نہیں اور اس سبب کا ایک پیدا کرنے والا ضرور ہے اور وہی مسبب ہے عقل والے سب سے مسبب کا سفر کرتے ہیں وہ نعمتوں سے منعم کا نشان معلوم کرتے ہیں۔ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر چیز انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتی انسان زندہ ہونے کے باوجود زندگی کو نہیں سمجھ سکتا وہ مرے بغیر ہمت کو کیسے سمجھ سکتا ہے وہ خالق سے راز آشنائی کا سوال کرتے ہیں اور ان کو رموز مرگ وحیات سے آگاہ کردیا جاتا ہے تو وہ کہہ اٹھتے ہیں۔ اسلمت برب العالمین۔ اور اس تسلیم کا نتیجہ آگ گلزار بن جاتی ہے اور وصال حق کی منزل آسان ہوجاتی ہے غرض کہ تلاش جو انداز اختیار کرے حاصل تلاش اسی انداز سے سامنے آئے گا اور سب سے اچھا انداز تلاش تقرب صادق ہے اعتماد شخصیت صادق سے یہ تلاش عین ایمان ہے سب سے سچے اور اکمل انسان نے حقیقت کے بارے میں جو فرمادیا وہی حقیقت ہے اس کی اطاعت کرتا ہے نئے انداز فکر کی بدعت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ صداقت کا سفر حقیقت کا سفر ہے صادق کا تقرب حق کا تقرب ہے صادق کی محبت حق کی محبت ہے صادق کی رضا صداقت کی سند ہے اور صداقت کی سند حقیقت کا وصل ہے آئینہ صداقت میں جمال حقیقت نظر آسکتا ہے اسی کی تلاش گوہر مقصد کی تلاش ہے اور یہی تلاش حاصل ہستی ہے اور یہی حاصل عین ایمان ہے۔

رانا بابر علی ناز۔ لاہور

پھولوں نے ہاتھ زخمی کیے کانٹوں سے شکوہ کیا کریں
جب اپنوں نے ٹھکرادیا غیروں سے شکوہ کیا کریں
ہم پنچھی تھے آزاد فضا کے اپنوں نے ہم کو قید کیا
پر کاٹ کے ہم کو اڑادیا اب ہوا سے شکوہ کیا کریں
ہم آگے آگے چلتے تھے کبھی پیچھے مڑ کر دیکھا نہ تھا
جب منزل ہم سے دور ہوئی رستوں سے شکوہ کیا کریں
نہ واقف تھے ساگر کی گہرائی سے آنکھیں بند کر کے کود گئے
موجوں نے ہم کو اچھال دیا سمندر سے شکوہ کیا کریں
اک چمن سے ہم نے پھول چنا پھولوں سے الگ وہ لگتا تھا
اس پھول نے ہی لب زخمی کیے اب چمن سے شکوہ کیا کریں
ہم تنہا تھے تنہا ہی رہے کرن کسی اپنے نے اپنایا نہیں
کسی اپنے کا نہ سا ملا تنہائیوں سے شکوہ کیا کریں

کشور کرن۔ پتوکی

اے ساگر دل کی یہ حسرت ہے مجھے اپنی تو گہرائی دے
تیری لہروں میں بہنے نہ دینا مر جاؤں گی نہ جدائی دے
تیرے نام کی زندگی جی لوں گی تیری آنکھ سے آنسو پی لوں
اس دنیا میں مجھے تیرے سوا اب اور نہ کچھ بھی دکھائی دے
ان لبوں سے تیرا نام صنم کہیں چھین نہ لیں دنیا والے
تو میرا ہے میں تیری ہوں کبھی آ کر یہ گواہی دے
مرنے سے پہلے اے جانم حسرت یہ پوری کردے
سینے سے لگا کر وعدہ کر تو میرا ہے سچائی دے
دنیا میں اپنوں تو ساتھ رہے کبھی مجھ سے الگ نہ ہو جانا
مرجاؤں تو قبر کی تختی پر تیرا بھی نام دکھائی دے

بکھرتی شام اور میں

تحریر: سائرہ ارم۔ جہلم۔

پیارے قارئین اینڈ تمام رائٹرز کو سلام عرض کرتی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ سب ٹھیک ہوں گے ایک بار پھر میں جواب عرض کی محفل میں ایک نئی کاوش لے کر حاضر ہو رہی ہوں یہ سٹوری میری بہت قریبی سہیلی کی ہے۔ ایک ایسی لڑکی کی کہانی جس کے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اسے کسی چیز کی قدر نہیں بعد میں سب کچھ کھونے کے بعد پچھتاوا ہے ایسے سچ کہا کسی نے انسان جب تک ٹھوکر نہ کھائے عقل ٹھکانے نہیں آتی۔ اس کہانی میں شامل تمام کرداروں کے نام مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ جس کا ذمہ ادارہ یا رائٹر نہیں ہوگا امید ہے کہ آپ باقی کہانیوں کی میری یہ کہانی بھی پسند کریں گے۔ شہزادے التمش صاحب میں تہہ دل سے آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے جواب عرض میں جگہ دی اور مجھے مزید لکھنے کی ہمت دی اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین ثم آمین۔ اگر میری یہ کہانی آپ نے شائع کر دی تو میں آئندہ بھی جواب عرض کے لیے کچھ نہ کچھ لکھ کر بھیجتی رہوں گی اور امید ہے کہ قارئین بھی میری تحریروں کو پسند کریں گے جواب عرض سے مجھے بہت پیار ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اس میں میرا ایک نام ہو۔ سب کو سلام

اے بکھرتی شام تو ڈھل رہی ہے جاتے جاتے اے کاش اسے میرا کر دے نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی میں ایسا نہیں ہونے دوں گا حمیر چیختا چلاتا کمرے سے باہر آ گیا۔ میفلی طور پر طرح طرح کی باتیں کرنے لگا کیوں آخر کیوں حمیر کی حالت ایسی ہوئی آج بیس برس گزرنے کے بعد بھی حمیر ثناء کو بھول نہ پایا تھا وہ جب بھی اسے یاد کرتا تو آپے سے باہر ہو جاتا اپنی ہنستی بستی دنیا سے لاتعلق سا ہو جاتا کبھی کبھی تو اپنے بچوں سے بھی بری طرح الجھ پڑتا اس کی وجہ بھی ثناء ہی تھی چوبیس برس گزرنے کے بعد آج پھر اس کے آ کھڑی تھی زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے جب ہم منزل کی جستجو کرتے ہیں اس وقت ملتی نہیں اور جب ضرورت نہیں ہوتی تو خود ہی آ جاتی ہے دسمبر کی سہانی شام تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں حمیر بیس سالہ نوجوان کافی ٹائم کے بعد موسم انجوائے کرنے نکلا تھا کیا شخصیت تھی اتنا ہینڈسم خوش مزاج لڑکا دنیا سے بے خبر آل ٹو میں بیٹھا فاسٹ میوزک حسین مزاج سہانا موسم دل کو چھو لینے والے نظارے پانی کی لہریں سمندر کا شور آسمان پر کہیں کہیں بادل اس منظر میں حمیر کچھ حد سے زیادہ ہی مزا آ رہا تھا

ہیلو سندس کیسی ہو۔ ثناء مخاطب تھی۔

ارے جناب میں تو بالکل خیریت سے ہوں یہ سناؤ جناب نے آج ہمیں کیسے یاد کر لیا۔ وہ اس لیے کہ موسم کتنا پیارا ہے چلو کہیں گھومنے پھرنے چلتے ہیں

نہیں ثناء میرا موڈ نہیں ہے پھر کبھی۔

ارے سندی موسم کی مناسبت سے آج کیوں نہیں سندس نے پوچھا۔

ایک پرابلم ہے۔

وہ کیا بتاؤں ناں یار۔

یار وہ یہ کہ میرے گھر کوئی آ رہا ہے

واہ رے کون آ رہا ہے۔

وہ میرا کزن ہے کافی سال پہلے ہم انکے گھر گئے تھے آج وہ ہمارے گھر آ رہے ہیں۔اس لیے آئی ایم ویری سوری۔

مجھے پتہ تھا تیرے پاس ایک سے ایک بہانہ ہوتا ہے ٹھیک ہے مت آؤ میں اکیلی ہی چلی جاتی ہوں ثناء نے غصے سے فون بند کر دیا۔خود کو سمجھتی کیا ہے یہ سندس کی بچی آج کے بعد میں بھی اس کی کوئی بات نہیں مانوں گی۔چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

ثناء خوبصورتی کی ایک مثال تھی مگر مالی طور پر بہت ہی غریب لڑکی تھی بٹ اس کے پاس ایک ہی تو فن تھا کہ وہ اپنی خوبصورتی سے ہی ہر دل عزیز بن جاتی تھی۔ثناء میں کافی اٹریکشن تھی جب سندس نے جانے سے انکار کر دیا تو وہ خود ہی اکیلی جانے کے لیے تیار ہو گئی لائٹ بے بی پنک کلر کا سوٹ لائٹ پنک کلر کی چوڑیاں جو ثنا کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگا رہی تھی پتہ نہیں آج کوئی کن وینس بھی ملے گی یا نہیں جب اپنے پاس ریسورسز نہ ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے ادھر حمیر اپنی دھن میں چلا آ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر روڈ پر کھڑی اس حسین وجمیل دوشیزہ پر پڑی۔اوہ واہ کیا لڑکی ہے۔اس نے گاڑی اس کے پاس روک دی۔اور بولا۔

ہیلو میم۔

جی فرمائیے۔ثناء نے ایک نظر اسے دیکھا۔

کیا آپ کسی کا ویٹ کر رہی ہیں۔

جی وہ بس کا۔۔

اوہ۔۔۔وہ بولا۔کہاں جانا ہے۔۔میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔

لیکن وہ۔وہ۔وہ چونک گئی۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے آیئے ناں وہ ڈرتے ڈرتے بیٹھ گئی۔اور گاڑی اس نے چلا دی۔حمیر نے ایک گہری اس کے سراپا پر ڈالی۔

لگتا ہے موسم کی مناسب سے بن سنور کر نکلی ہیں بہت پیاری لگ رہی ہو۔

جی بس گاڑی روک دیجیے میں پیدل ہی چلی جاؤں اس نے نروس ہوتے ہوئے کہا۔

سوری آپ ناراض ہو گئیں۔اتنا کہہ کر وہ دونوں خاموشی سے سفر کرنے لگے لیکن حمیر کے دل میں اس کے لیے جگہ بنتی جا رہی تھی اور ثناء کو بھی وہ بہت کیوٹ لگا تھا لیکن اس کے باوجود بھی وہ کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس سے زیادہ نہ بولے جہاں اس نے اترنا تھا حمیر نے اسے اتار دیا اور اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا یہ میرا کارڈ ہے اس پر میرا سیل نمبر بھی ہے رابطہ کرنے کی کوشش کریئے گا۔ثناء نے ایک نظر اسے دیکھا اور ایک طرف چل دی۔حمیر ایک امیر خاندان کا بیٹا تھا اور ثناء ایک غریب لڑکی۔

ہیلو سندس تم کیا سمجھتی تھی تم میرے ساتھ نہ گئی تو کیا میں مر گئی ہوں ارے تم سب کو مار کے ہی مروں گی ثناء سندس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

پتہ نہیں کتنوں کو آج بھی تم نے مارا ہو گا۔یہ سن کر ثناء کے سامنے حمیر کا چہرہ آ گیا تو وہ بولی۔

بھئی میں کیا کروں شکار خود مرنے کے لئے چل کر میرے پاس آیا اور مارا گیا۔۔

کیا مطلب۔سندس جلدی سے بولی۔

یہ میں کل کالج میں بتاؤں گی۔

اوکے میں کل کا ویٹ کروں گی۔سندس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ثناء کے سامنے بار بار حمیر کا چہرہ گھوم رہا تھا اس کی باتیں سب کو اسے یاد آ رہی تھیں وہ زیر لب مسکراتی جا رہی تھی وہ آج نکلی بھی تو کسی کو پھنسانے کے لیے تھی۔اور اس میں وہ کامیاب ہو گئی تھی وہ تو چاہتی تھی کہ کوئی امیر سامی اس کے ہاتھ لگے

اور آج ایسا ہی ہوا تھا اس نے پوری پوری اداکاری کی تھی کہ اس کی ادائیں حمیر کے دل پر اثر کر دیں۔اور شاید ایسا ہی ہو رہا تھا۔

ہیلو ثناء ڈارلنگ کیسی ہو۔کامران بولا۔

شٹ اپ۔وہ چیخی۔

او واٹ شٹ اپ۔کیا ہم اتنے برے ہوئے ہو گئے ہیں کامران نہ رہ سکا اور بول پڑا۔

تم اچھے کب تھے اور ہاں خبردار آج کے بعد مجھ سے تم نے بات کرنے کی کوشش بھی کی۔وہ اس کی باتیں سن کر عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

او۔ڈارلنگ تم سے بات نہ کروں تو مزا ہی نہیں آتا ہے اور تم ہو کہ مجھ سے بے رخی۔کیا کوئی نیا ہیرو مل گیا ہے جو ہمیں ایسا کہہ رہی ہو۔

چل سندس۔صبح صبح ہی ان لوگوں نے میرا موڈ خراب کر دیا ہے وہ سندس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولی۔

ثناء تیری اپنی ہی عادت ہے کہ ہر کسی لڑکے کو اپنے پیچھے لگا لیتی ہو اور یہ پھر ایسا نہیں کہیں تو اور کیا کہیں گے پہلے ان کو یکدم فری کر لیتی ہو پھر ان کو ایسی باتیں کر دیتی ہو کہ وہ کانپ سے جاتے ہیں یہ دل لگیاں کبھی کبھی بہت دکھ دیتی ہیں میری بات پر عمل کرو سندس اس کو سمجھاتے جا رہی تھی اور دونوں کا رخ کالج کی کلاس کی طرف تھا۔کلاس روم میں احمد نے بھی وہ الفاظ کہیے جو کامران نے کہے تھے وہ چیخ کر رہ گئی تو سندس بولی۔

دیکھ لیا تو نے تم نے کالج کے تمام لڑکوں کو اس طرح فری کیا ہوا تھا کہ اب وہ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ میرا ضمیر بھی ملامت کرنے لگتا جاتا ہے دیکھو ثنا لڑکی کو ایک حد میں رہنا چاہیے تا کہ مرد ذات کوئی ایسی بات نہ کر سکے جس سے عورت ذات پر حرف آئے اور اگر تم نے خود کو نہ بدلا تو ہو سکتا ہے کہ میں بھی تیرا ساتھ چھوڑ دوں کیونکہ تیری وجہ سے لڑکے مجھ پر بھی حرف کستے ہیں اور یہ سب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا ہے وہ یہی سوچتے ہیں کہ میں بھی تیری طرح ہر کسی کے ساتھ فری ہونے والی لڑکی ہوں۔وہ بولتی جا رہی تھی اور ثناء کی نظریں سیل پر تھیں جس پر کوئی ان نون نمبر ناچ رہا تھا۔اس نے اوکے کیا۔

ڈیئر کیسی ہیں آپ۔

بالکل ٹھیک ہوں۔وہ آواز کو پہنچان گئی تھی وہ حمیر تھا لیکن سندس کی باتوں نے اس کے دل کو کچھ کچھ بدل دیا تھا وہ اس سے زیادہ فری نہیں ہونا چاہتی تھی وہ کسی کا بھی مذاق نہیں بننا چاہتی تھی۔لیکن اس کے باوجود بھی امیر بننے کی خواہش اس کے دل میں مسلسل بیقرار کیے ہوئے تھیں وہ جانتی تھی کہ حمیر بہت امیر انسان ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس سے ایک حد میں رہ کر بات کرتی تھی کہ وہ اس کے بارے میں کچھ بھی غلط نہ سوچے۔

ماما آج میں بہت خوش ہوں۔حمیر نے کہا۔

کیا میں اس خوشی کی وجہ جان سکتی ہوں۔

ہاں ماما۔وہ دراصل مجھے میرے سپنوں کی شہزادی مل گئی ہے۔بہت ہی سندر ہے بہت ہی پیاری ہے اس نے ثناء کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔

کون ہے وہ کہاں رہتی ہے۔اس کا خاندان کیا ہے ماما نے اس کی بات سن کر ایک ساتھ کتنے ہی سوال کر دیئے تو وہ مسکرا دیا۔

ماں اتنے سوال وہ بھی ایک ساتھ لیکن ابھی تو میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا لیکن بہت جلد جان جاؤں گا بس کچھ صبر کریں اتنا کہہ کر وہ اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔اسے ثناء کی خوبصورتی گھائل کر چکی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ کاش وہ میری بن جائے کیا کشش تھی اس کے چہرے پر اس کے جسم میں۔

ثناء آج کالج نہیں جاؤ گی ماں نے پوچھا۔
نہیں ماما آج کالج نہیں جاؤں گی۔
لیکن کیوں۔ ماں نے اسے دیکھا۔
بس دل نہیں کر رہا۔ اور میں اب آگے نہیں پڑھنا چاہتی ہوں گی۔ اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔
تو پھر میں شائلہ آنٹی سے کہوں کہ تمہیں دیکھ لے میں چاہتی ہوں کہ جلدی سے تیرے ہاتھ پیلے کردوں۔ ماں نے دل کی بات کہہ دی۔
نہیں ماں۔ میں نے اس حامد سے شادی نہیں کرنی۔ وہ میرے لائق نہیں ہے۔
بیٹی مجھے تو تمہاری سمجھ نہیں آتی ہے جو لڑکے کی بات کرتی ہوں تم اسی کے بارے میں یہی کہتی ہو کہ وہ تمہارے لائق نہیں ہے پھر بتا دے تیرے لیے شہزادہ کہاں سے لے کر آؤں۔ تم جانتی ہو کہ ہم لوگ غریب ہیں اور۔ اور۔۔
پلیز ماما مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اس نے عجیب سے انداز میں کہا تو ماں چپ ہوگئی۔ اور ماں میں سندس کے گھر جا رہی ہوں اسے بتانا ہے کہ میں کالج میں نہیں جاؤں گی۔
ٹھیک ہے جاؤ لیکن جلدی آجانا۔

سندس جانتی ہو کہ میرے کچھ ارمان ہیں میں شروع سے ہی سوچتی چلی آرہی ہوں کہ میں ایک اعلیٰ فیملی میں جاؤں نوکر چاکر ہوں گاڑیاں ہوں میری خوبصورتی سے زیادہ میرے پاس پیسے ہوں میرا گھر کسی محل سے کم نہ ہو جہاں بس میری ہی حکومت ہو اور میرا ہمسفر جس کی میں بنوں وہ خوبصورتی میں بہت کمال حسن رکھتا ہوں۔
ارے چھوڑ ان خیالوں کی دنیا کو بتا تو کالج کیوں نہیں جا رہی ہو اور ہاں احمد اور کامران اور کئی لڑکے آج بہت بکواس کرتے رہے تھے تیرے بارے میں ایسی ایسی باتیں کر رہے تھے کہ میرا سر شرم سے جھک رہا تھا۔
یار ان کو چھوڑ وہ تو ایسے ہی باتیں کرتے ہیں میں بہت پریشان ہوں ماں تین سال سے میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے کہ میں حامد سے شادی کرلوں لیکن میرے کچھ اپنے خواب ہیں جو حامد کبھی بھی پورے نہیں کرسکتا۔ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا ہے کاش جو خواب میں دیکھ رہی ہوں وہ پورے ہو جائیں۔
میری مانو تو ماں کی بات مان جاؤ وہ غریب ہے تو کیا ہوا تم سے پیار تو کرتا ہے اور پھر تم خود ہی تو کہہ رہی تھی کہ وہ تمہیں بہت چاہتا ہے اور پھر تمہارا اپنا خاندان بھی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کل کو اس کو اتنا مل جائے کہ تمہارے تمام خواب پورے کرسکے۔ یکدم حمیر کی کال آگئی۔
کیسی ہو ثناء۔
میں تو ٹھیک ہوں لیکن آپ کہاں غائب ہیں۔
وہ کچھ بزی تھا لیکن آج میں تم سے ملنا چاہتا ہوں کیا مل سکو گی۔
ہاں کیوں نہیں آپ بلائیں اور میں نہ آؤں۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

ثنا اور حامد آپس میں خالہ زاد تھے دونوں کا بچپن زیادہ تر ایک ساتھ ہی گزرا تھا خوبصورتی میں دونوں ہی لاجواب تھے ثنا بچپن سے ہی اونچے خواب دیکھتی آئی تھی جبکہ حامد کی اتنی سوچ نہ تھی ثنا کسی دوسرے کے بل بوتے پر پیسہ حاصل کرکے اپنے بچپن کے پیار کو پانا چاہتی تھی یہ وہ سوچتی چلی آرہی تھی۔ کیا اس کی سوچ ٹھیک تھی یا غلط ایک شخص کو دھوکے میں رکھنا اس سے جھوٹے وعدے کرنا جھوٹی قسمیں کھانا یہ سب دھوکہ نہیں تو اور کیا تھا۔ یہ لڑکیاں آخر ایسا کیوں کرتی ہیں کیوں دلوں کے ساتھ کھیلتی ہیں صرف پیسے کو دیکھتی ہیں دل کے اندر چھپے نہ تو درد کو سمجھتی ہیں اور نہ ہی احساسات و جذبات کی قدر کرسکتی ہیں یہ عورت ذات

اول سے ہی دھوکا دیتی آرہی ہے صرف اپنا مفاد سوچتی ہے اور لڑکے اپنے ماں باپ بہن بھائی اپنا بزنس اپنا آپ سب کچھ صرف لڑکیوں کی خاطر داؤ پر لگا دیتے ہیں اور جب انکا مطلب نکل جاتا ہے تو صرف یہ کہہ کر ٹھکرا دیتی ہیں کہ سوری میں اپنے ماں باپ کو اس عمر میں دکھ نہیں دے سکتی میں بہت مجبور ہوں کچھ بھی نہیں کرسکتی مجھے معاف کرنا بس یہی ان کی کہانی ہوتی ہے کیا ہر شخص کو ایسے ہی جیسے حمیر نے اپنے ماں باپ کا اکلوتا وارث ہوتے ہوئے ان سب کو بھی صرف ثنا کی خاطر ٹھکرانے کا فیصلہ کرلیا۔
حمیر ثنا کے جال میں ایسا پھنسا کہ واپسی کا کوئی بھی راستہ نہیں تھا حمیر نے اپنا بنگلہ بزنس تمام پراپرٹی ثنا کے نام کردی تھی کہ ثنا اس کی ہے لیکن یہ تو حمیر کی بھول تھی۔ وہ جب بھی ثنا کو شادی کے لیے کہتا تو ثنا کوئی نہ کوئی بہانہ لگا کر اسے ٹال دیتی۔ ثناء کو اس سے کوئی بھی مطلب نہ تھا جبکہ حمیر اس کے عشق میں پوری طرح ڈوبا ہوا تھا اور یہی وجہ تھی کہ ثناء کی جھوٹی محبت بھری میں آکر اس نے اپنا سب کچھ اس کے نام لگوا دیا تھا۔ اور اب سے اس طرح پھینک دیا کہ جیسے دودھ سے مکھی نکالی جاتی ہے۔

خالہ جان نئے گھر کی بہت ہی مبارک ہو۔ حامد نے اس کے نئے میں اپنی فیملی کے ساتھ داخل ہوتے ہوئے کہا۔
ہاں بیٹا جب سے ثنا نوکری لگی ہے تب سے سب بہت اچھا چلنے لگا ہے۔
ہاں بہن جانتی ہوں کہ تمہاری بیٹی نہ صرف بہت خوبصورت ہے بلکہ کمال کی بھی ہے بس تم آج تم اپنا وعدہ پورا کرو میں آج تم سے اپنے حامد کے لیے ثنا بیٹی کا ہاتھ مانگنے آئی ہوں۔ ماں مسکرائی۔
ہاں یہ تمہاری ہی امانت ہے جب چاہیں لے جانا میں نے کب منع کیا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ جس طرح حامد بیٹا ثناء بیٹی کو چاہتا ہے اسی طرح ثنا بھی حامد کو چاہتی ہے اور وہ یہی چاہتی تھی کہ اب وہ حامد کی بن جائے اس کی ہو جائے اس کا پیار پالے۔ اور اب ہم بھی شادی میں دیر نہیں کریں گے۔
ثنا بھی بہت خوش تھی کیونکہ حامد اس کا پیار تھا اس کی چاہت تھی دونوں ہی ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے۔ سچ کہتے ہیں عورت ذات میں بہت فن ہوتے ہیں ایک طرف تو اس نے اپنا پیار پالیا اور دوسری طرف حمیر جو ایک بہت بڑا نام تھ اس کو اس نے آسمان سے زمین پر گرا دیا۔ کیا یہی پیار ہوتا ہے صرف جھوٹے الفاظ جھوٹی محبت جھوٹی چاہت اگر کس کے دل میں آؤ تو اسے بے دردی سے مت توڑو حمیر کے ساتھ جو ہوا وہی بہتر جان سکتا ہے کیسا زخم لگا ہے جو کبھی بھر نہیں سکتا۔ صرف ایک عورت کی خاطر اس نے اپنی پوری زندگی تباہ کردی اسے دھوکے میں رکھ کر کسی اور کے نام کی مہندی رچالی۔ کتنی فراخ دلی سے اس نے حمیر کے دل کو توڑا ہائے کتنی تکلیف ہوئی ہوگی حمیر کو صرف وہی جان سکتا ہے جس کے دل میں یہ آگ لگی ہے۔
سوری کیا ہے یہ سوری ایک انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا کر صرف اتنا کہنا سوری میں تیری نہیں بن سکتی۔ میری شادی کزن سے ہو رہی ہے کتنی آسانی سے کہہ دیا۔ ارے پہلے کہاں ہوتے ہیں یہ کزنز پہلے کیوں دوسرے مردوں کے ساتھ پیار کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے جب کسی کا بنتا ہی نہیں ہوتا تو اس کے ساتھ فریب نہیں کھیلا کرتے ارے سیکھو میرے بھائیو سیکھ لو مجھ سے سبق لے لو مجھ سے کہ کبھی بھی کسی عورت پر اتنا اعتماد نہ کرنا یہ ناگن ہے جو بڑے پیار سے ڈستی ہے یہ حمیر کے دل سے نکلنے والی آہیں تھیں جو وہ ایک کمرے میں پڑا ہوا سوچ رہا تھا اس کے سامنے وہ چہرہ تھا جس نے اس کو برباد کردیا تھا اس کو مفلوج کردیا تھا اس کی خوشیوں کو نگل گیا تھا۔ وہ کیا تھا اور اس نے کیا

بنادیا تھا وہ یہ سوچے جارہا تھا۔

زندگی ایک بار پھر اسے نئے موڑ پر لے آئی تھی بیس سال گزرنے کے بعد حمیر کو ثنا ایک بار پھر یاد آ گئی تھی جب اس کی ننھی سی بیٹی نے کہا کہ پاپا میری ٹیچر کا نام ثناء ہے ثناء کا نام سنتے ہی حمیر کے ہوش وحواس ٹوٹنے لگے اسے دوبارہ وہی شامیں وہی منظر یاد آنے لگے جب ثناء نے محض پیسے کی خاطر اس کے ساتھ گزاری تھیں کیوں آخر کیوں اس کی سوچ میرا پیچھا نہیں چھوڑتی میں نے اپنا سب کچھ برباد کیا میں ہر لمحہ اس کی جھوٹی چاہت میں تڑپا اس نے مجھے اس وقت بہت رولایا تھا اور آج جب میں تھوڑا سنبھلا ہوں تو پھر یوں اچانک میری آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ ایک عورت ثناء تھی جس نے مجھے تباہ کیا اور ایک عورت افشاں تھی جس نے مجھے بچالیا مجھے نئی زندگی دی میرے لیے اپنا آپ مارا میں بکھرا انسان تھا میری شامیں بکھری ہوئی تھیں اس نے مجھے اور میری شاموں کو سمیٹا۔ اس نے مجھے ایک بھرا ہوا آشیانہ دیا میری زندگی میں دوبارہ سے بہار لائی میرا لڑکپن میری نادانی تھا جو میں نے ایک ثنا کی خاطر تباہ کیا میرے والدین مجھ سے دور ہو گئے میری خوشیاں مجھ سے روٹھ گئیں کیا کسر چھوڑی تھی اس نے مجھے برباد نہ کرنے میں ہائے افسوس اے کاش میں وہ وقت بھول جاؤں اے کاش مجھے اب دوبارہ وہ یاد نہ آئے اب تو مجھے ثناء نام سے ڈر لگتا ہے۔

پاپا کہاں کھو گئے ہیں آپ۔

میری بچی میری جان میں تو یہاں ہوں۔

پاپا کل ہمارے سکول میں پیرنٹس میٹنگ ہے۔ آپ آؤ گے ناں۔ ننھی سویرا کے سوال پر ایک بار پھر حمیر کو جھٹکا لگا۔

نہیں میں نہیں جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ زندگی ایک بار پھر مجھے ثنا کا سامنا کروا رہی ہو یا پھر یہ میرا وہم ہو ہوسکتا ہے یہ کوئی اور ثنا ہو۔ وہ ثناء نہ ہو جو میں سوچ رہا ہوں میری بچی جس سے میں بہت پیار کرتا ہوں اس کی بات بھلا کیسے موڑ سکتا ہوں میں جاؤں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

حمیر کا شک یقین میں بدل چکا تھا وہ اس کے سامنے تھی ہاں وہ اس کے سامنے تھی لیکن اب کی بار ثنا کا روپ کچھ اور ہی تھا۔ ثناء نے اپنے بچپن کے پیار کو تو پالیا تھا لیکن محض کچھ عرصہ کے لیے کچھ وقت کے لیے حامد جس سے وہ بہت پیار کرتی تھی جس کو وہ بہت چاہتی تھی شادی کے سات مہینے بعد ہی حامد ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں فوت ہو گیا تھا۔ وہ ٹوٹ کر رہ گئی تھی بکھر کر رہ گئی تھی اس نے کیا کھویا کیا پایا وہ سب کچھ جانتی تھی سب کچھ اس کے سامنے تھا زندگی ایسے امتحان بھی لیتی ہے ٹھوکریں لگنے سے ہی بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

گڈ مارننگ ٹیچر۔ یہ میرے پاپا ہیں مسٹر حمیر نام سنتے ہی ثنا نے چونک کر اوپر دیکھا تو یکدم چکرا کر گرنے لگی۔ حمیر نے اسے تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ رو رہی تھی اور حمیر اسے دیکھتا جارہا تھا لیکن دونوں کی زبانیں گنگ تھیں کمرے میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پھر ثنا کے لب ہلے۔

ایم سوری حمیر مجھے معاف کرنا میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا تھا جس کی مجھے سزا مل چکی ہے اب میں بہت تنہا ہوں میرا کوئی آسرا نہیں ہے۔ میں پوری کی پوری ٹوٹ چکی ہوں بکھر کر رہ گئی ہوں جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ اس کی کڑی سزا ملی ہے مجھے کیا پتہ تھا کہ میرے ساتھ ایسا کچھ بھی ہو جائے گی میں دولت کے نشے میں تھی مجھے تمہارا پیار دکھائی نہ دے رہا تھا تمہاری دولت دکھائی دے رہی تھی جو میں دھیرے دھیرے چھینتی جارہی تھی اپنے جھوٹے پیار کا فریب دے کر اپنی جھوٹی مسکراہٹیں دے کر میں سب کو چھینتی جارہی تھی لیکن کچھ بھی نہیں بچا میرے پاس سب کچھ چھن گیا۔ حمیر میں بہت اکیلی ہوگئی ہوں۔ وہ رودی۔

یاد کرو ثناء میں بھی اس وقت بہت اکیلا تھا میں بھی ایسے ہی ٹوٹا تھا جیسے تم۔ معاف کرنا اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو اللہ حافظ۔ چلو بیٹی۔

حمیر میری بات سنو۔ حمیر حمیر۔ وہ پیچھے سے آوازیں دینے لگی۔

سوری ثناء مجھے جانا ہے میری مجبوری ہے میری وائف میرا ویٹ کررہی ہے۔ اب میں کسی کی خاطر اس عورت کو چھوڑنا نہیں چاہتا جس نے مشکل وقت میں مجھے سنبھالا میرا ساتھ دیا مجھے ٹوٹنے سے بچایا۔ مجھے اس کے پاس جانا ہے وہ میرا انتظار کررہی ہے۔ وہ بچی کی انگلی تھامے سکول سے باہر نکل گیا اور ثناء آنکھوں میں آنسو لیے اس کو دیکھتی رہ گئی۔

یوں تو میری زندگی میں بے شمار ایسے موڑ آئے ہیں جہاں قدم قدم پر ٹھوکریں ہیں اور ابھی تک لگتی ہی رہتی ہیں نجانے ایسی کیا خطا انجانے میں مجھ سے ہوگئی جس کی سزا آج تک مل رہی ہے۔

اے رب مجھے معاف کردے
میرے گناہوں کی جو چاہے سزا دے
میرے گناہوں کی فہرست تو بہت لمبی ہے
اے رب مجھے معاف کردے
مجھے اندھیروں سے نکال دے
اے رب مجھے معاف کردے
تیرے عظیم بندوں کا دل بھی دکھایا ہے
اے رب مجھے معاف کردے
میں تیری عبادت سے رہی گمراہ
آج مجھے تو ہدایت دے
اے رب مجھے معاف کردے
کاش میں اپنی زندگی کو دوبارہ حسین بنا سکوں

کیونکہ جب میں بہت افسردہ ہوتی ہوں تو مجھے اپنی زندگی میں خالی پن دکھتا ہے تو مجھے بہت احساس کمتری ہوتی ہے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرا کوئی بھی نہیں ہے بے یارومددگار ہوں جیسے مجھے ہر طرف تاریک منظر دکھائی دیتے ہیں نفسانفسی کے عالم میں کسی کے پاس اتنا ٹائم ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اپنے ساتھ شیئر کرے کچھ سنے کچھ سنائے۔ میری منزل بہت دور ہے اسے پانے میں شاید مجھے زمانے بھی لگ جائیں کاش وہ وقت جلد آجائے۔

شب بھر جلوہ رہا تاروں کا سحر
سحر میں پھر ہوا وہی تاریک منظر

سائرہ ارم۔ جہلم۔

غزل

تیرے پیار میں ایسے پاگل ہوئے ہم
جیسے دنیا میں رہنا بھول گئے ہم
کھائی تھیں قسمیں ساتھ نبھانے کی
وہ قسمیں نبھانا ہی بھول گئے ہم
تم ہی کو چاہتے ہیں تم ہی سے پیار کرتے ہیں
مگر یہ بات تم ہی کو بتانا بھول گئے ہم
وہ دن جو گزرتے ہیں تیری یادوں کے سہارے
وہ دن دوسروں کے ساتھ بیتانا ہی بھول گئے ہم
جو تم کو دیکھا تھا پیار بھری نظروں سے
اب وہی نظریں اٹھانا ہی بھول گئے ہم
توصیف اب تو پیار کرنا چھوڑ دے ان سے
وہ تو بے وفا نکلے پھر بھی ان کو بھولنا بھول گئے ہم

توصیف احمد بھٹی۔ بھٹیاں دیوان

---تحریر۔صدا حسین صدا۔کیلا سکے۔0345.4044778

شہزادہ بھیاء آج پھر آپ کی محفل میں شامل ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے۔ یہ کہانی ایک ایسی لڑکی ہے جو امریکہ میں رہتی ہے اور اس نے ایک شخص پر ایسا اعتماد کیا کہ اس کی محبت بھری باتوں میں آ کر اس سے شادی کر لی لیکن وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی کہ اس سے اس قدر محبت کرنے والا شخص محض اس کے جسم کا پیاسا تھا اس سے یہاں کھیلنے آیا تھا اس کے دل میں اس کے لیے کوئی بھی محبت کے سچے جذبات نہیں ہیں کاش وہ سمجھ جاتی تو ایسا اس کے ساتھ نہ ہوتا وہ آج تنہا نہ ہوتی۔اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کا ذمہ دار ادارہ یا رائٹر نہ ہو گا۔

انسان کی زندگی میں نشیب وفراز ضرور آتے ہیں کیونکہ نشیب وفراز کے حسین سنگم کا نام ہی شاید زندگی ہے اور زندگی کے اس طویل سفر میں آپ کو بہت سارے لوگ ملتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں کچھ لوگ چند لمحوں کے ہمسفر ہوتے ہیں اور کچھ شاہراہ حیات پر تھوڑی دور تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی رفاقت بہت طویل بھی ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جن کے ساتھ رفاقت بہت طویل ہو وہی آپ کے دل کے مکیں ہوں ایسا ہو گز نہیں ہوتا بلکہ کسی کے دل کا مکین بننے کے لیے ایک لمحہ بھی کافی ہوتا ہے اور نہ ملنا ہو تو ساری عمر کا ساتھ بھی رائیگاں ہو جاتا ہے کسی کا ایک پل کا ساتھ ہم کوشش کے باوجود بھی نہیں بھلا سکتے ان کی یاد دن رات ہمارے دل میں خنجر کی طرح چبھتی ہے اور ان سے بچھڑنے اور دور ہونے کا احساس ہر وقت پریشان کیے رکھتا ہے۔قارئین کرام میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کسی کے دل کے مکین ہو کر چند دن بسیرا کرنے کے بعد آخر دوسرا مکان کیوں ڈھونڈنا شروع کر دیتے ہیں آخر کیوں۔آخر کیوں ہم اتنی جلدی بدل جاتے ہیں جن کے جینے کا ہم سامان ہوتے ہیں ہمارے حسین تصور سے کسی کی زندگی مہک رہی ہوتی ہے کسی کے لیے ہم زندگی کا پیغام ہوتے ہیں جس کے لیے ہماری ذات ہی سب کچھ ہوتی ہے بالآخر ہم اسے ہی بیوفائی کا روگ کیوں دے جاتے ہیں میرا ہر معزز اور محترم قاری سے یہ سوال ہے پلیز سوچئے گا ضرور جاگتے ضمیر نے انصاف کا دامن نہ چھوڑا اور صحیح فیصلہ دیا پھر یقین جانو آج کے بعد کوئی مسکان حد درجہ وفا کرنے کے بعد ظلم وستم اور بیوفائی کا شکار نہیں ہو گی کوئی دوسری تبسم پیدا نہیں ہو گی جو اپنا تن من دھن لٹا کے بھی اپنی محبت کو نہ پا سکی کوئی حاجرہ دل کی مریضہ نہیں بنے گی کوئی صدف اپنی محبت کی ناکامی کا ماتم نہیں کرے گی۔کوئی نائیلہ دل میں محبوب کا پیار بسائے پیا گھر نہیں سدھائے گی کوئی ثمرین اپنی زندگی ختم نہیں کرنا چاہے گی کوئی سحر کسی شہباز کی بیوفائی کا شکار نہیں ہو گی کوئی ہما کسی پھول کو پانے کی کوشش میں حد سے نہیں گزرے گی پھر سے کوئی کرن بار بار دھوکہ نہیں کھائے گی آئندہ کوئی مبین کسی علی کی محبت کا یقین نہیں کرے گی۔

قارئین آخر کسی کے جذبات کسی کے معصوم دلوں سے کھیلنا ہی ہم نے اپنا مشغلہ کیوں بنالیا ہے کسی دوسرے کو دھوکہ دینا ہی ہم نے اپنا فریضہ کیوں بنالیا ہے آخر ہم محبت وخلوص اور دوستی کے پیکر کیوں نہیں بن جاتے آخر کیوں ہماری ذات ہمارے وجود میں تعصب اور تنگ نظری ہے یہاں قارئین سے ایک غزل کے چند اشعار شیئر کرنا چاہتا ہوں۔

کس قدر آگ برستی ہے یہاں
خلق شبنم کو ترستی ہے یہاں
صرف اندیشہء رسوائی ہی نہیں
پھول کی شاخ بھی ڈستی ہے یہاں
زندہ درگور ہوئے اہل وفا
کس قدر مردہ پرستی ہے یہاں
زیست وہ جنہیں گراں ہے صدا
موت کے مول بھی سستی ہے یہاں

دوستو ہم سب کو اپنا احتساب کرنا ہوگا ہمیں اپنے آپ کو بدلنا ہوگا اور میں سیلوٹ پیش کرتا ہوں ہر اس دل کو جو محبت کی عظمتوں کا علمبردار ہے آج آپ کی ملاقات زہرا سے کرانے جارہا ہوں جو کسی کی بیوفائی کا شکار ہوئی زہرا ایک پڑھی لکھی اور بہادر لڑکی ہے اس لیے اس زخم کی کاٹ کو سہہ گئی زہرا کو اللہ نے ہر نعمت سے نوازا ہے مگر پھر بھی اس کی زندگی میں ایک خلا ہے اور یہ خلا ہے محبت کا جو شاید کبھی پر نہیں ہوگا اکثر تنہائی میں وہ بہت اداس ہوجاتی ہے جب اس کا دل اداس ہوتا ہے تو سوچتی ہے یہ دل کیا ہے یہ تو وہ ننھا سا بچہ ہے جو سدا کسی کھلونے کے لیے مچلتا ہی رہتا ہے دل کے آس پاس درد بھی رہتا ہے یہ درد تو چاند کا ہالہ ہے ہالے کے بغیر تم نے کوئی چاند دیکھا ہے میرا دل بھی تو ایک چاند ہے ایک بار تو نے یہ چاند کھیلنے کو مانگا تھا میں نے تو دے دیا تھا۔ زہرا نے باہر نکل کر اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے میں چابی گھمائی تو اس نے دیکھا وہ نووارد بھی اپنے دروازے کو بند کر کے اس میں چابی گھمارہا تھا زہرا نے ایک نظر اس کو دیکھا اور لفٹ کے اندر آئی تو وہ اجنبی بھی پیچھے ہی گھس آیا زہرا نے بٹن دبایا اور لفٹ نیچے رینگنے لگی زہرا نے ریلنگ کے ساتھ ٹیک لگائی اور بھرپور انداز میں اس کی جانب دیکھا پچھلے ایک ہفتے سے زہرا سے گرین وڈ اپارٹمنٹس میں دیکھ رہی تھی نووارد لگتا تھا مگر عجیب بات یہ کہ اپنا سا لگتا تھا لفٹ رکنے سے پہلے زہرا بولی

۔

آپ نئے آئے ہیں۔

جی۔۔ اس کی آواز میں جھجک تھی جو ہر نووارد کے لہجے میں ہوتی ہے۔

آپ کہاں سے آئے ہیں۔

پاکستان سے۔

پاکستان سے۔ زہرا کی چیخ نکل گئی۔ تبھی یہ آدمی اپنا اپنا سا لگتا تھا اپنے ملک کے لوگوں میں عجیب سی کشش ہوتی ہے پاکستان کے کس شہر سے۔

لاہور سے۔۔

کس سلسلے میں آئے ہیں۔

دوسال کی ٹریننگ کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

لفٹ رک گئی وہ دونوں باہر آگئے

اچھا مجھے یونیورسٹی کے لیے بس پکڑنی ہے ۔زہرا نے بالکل امیریک لڑکی کے انداز میں کہا۔ وہ خوش ہوئی ایک ہم وطن سے مل کر اب تو آپ ہمارے ہمسائے بن گئے ہیں۔ اکثر ملاقات ہوتی رہے گی۔

جی۔۔ جی اس نے اسی لجائے ہوئے انداز میں کہا جس میں احساس کمتری بھی تھا اور اجنبیت کا احساس بھی۔

بائے۔ وہ اپنی پونی ٹیل ہلاتی ہوئی اس بس کی طرف دوڑی جو سڑک پر رک رہی تھی۔ کمال ہے وہ سوچنے لگا میں نے تو اس سے کچھ بھی نہیں پوچھا۔ سارے سوال وہی کر گئی۔ وہ کون تھی۔ کہاں کی تھی ۔ارے تھی تو اپنے ملک کی اسی لیے تو کہہ رہی تھی کہ ہم وطن سے مل کر خوشی ہوئی اردو بھی بول رہی تھی مگر لباس امریکن پہنا ہوا تھا۔ تو کیا ہوا۔ یہ تو جیسا دیس ویسا بھیس والی مجبوری ہے مگر کیسی صحت مند اور چاک وبند لڑکی تھی خیر ہے تو پڑوسن پھر وہ پورا ایک ہفتہ نظر نہیں آئی وہ خود بھی ہراساں رہتا تھا نیا نیا آیا تھا کچھ دن ایک سستے ہوٹل میں رہا تھا اور اب ایک بیڈروم والا فلیٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا ایک بیڈروم باتھ روم ایک ننھا سا کمرہ جو بیک وقت ڈرائنگ روم ڈائننگ روم اور کچن بھی تھا بجلی کے چولہے لگے ہوئے تھے فرنیچر فلیٹ میں شامل تھا سجا سجایا گھر تو مل گیا تھا مگر اب اسے آباد اس نے خود کرنا تھا بھلا کوئی گھر بغیر عورت کے آباد ہوتا ہے تبھی تو چھٹی کے روز وہ بیٹھا قیمہ بنانے کی کوشش کررہا تھا ہر روز برگر کھا کھا کر جی بھر گیا تھا آج ہاف کے جی قیمہ لایا تھا پیاز اور لہسن بھی بڑی اور جو کچھ سمجھ میں آیا تھا لے آیا تھا مگر یکایک بجلی کے چولہے سے دہائیاں اٹھنے لگیں یوں لگ رہا تھا جیسے چمڑا جل رہا ہے اس نے گھبرا کر ڈھکن اٹھایا اور جلتے قیمے پر پانی انڈیل دیا اس سے سارے کمرہ میں دھواں پھیل گیا پھر اسے اس دھویں کو نکالنے کا ایک طریقہ ہی سمجھ میں آیا کہ باہر کر دروازہ کھول دے دھواں کسی بچے کی مانند باہر نکل گیا مطلع صاف ہوا تو اس نے دیگچی میں جھانکا دیگچی میں کوئی حسرت نہ بچی تھی اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی وہ گھبرا کر دوڑ آیا وہ لمبی میکسی پہنے لمبے بال کھولے وہاں کھڑی مسکرا رہی تھی۔

گڈ مارننگ۔ وہ بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا وہ دھیرے سے مسکرادی۔ میں اندر آجاؤں۔

جی آجائیے۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا وہ لچکتی اندر آگئی۔ کیسی بے باک ہوتی ہیں یہ امریکہ میں پلنے والی لڑکیاں۔

سالن کچھ پکایا جارہا ہے۔

ہاں ہاں وہ جلدی سے بولا وہ چولہے کے قریب گئی سب دیکھا اور بولی۔ یہ تو کچھ جلایا جارہا ہے۔

بس اپنا دل جل رہا ہے۔

اچھا جی۔ وہ اپنی خوبصورت آنکھیں اٹھا کر بولی اس دیگچی میں آپ کا دل پک رہا تھا۔ اف بیچارہ جل گیا سارے کا سارا۔ اب کیا کریں گے آپ۔ اور وہ اس کے اور قریب آگئی۔ اتنی کہ اس کی خوشبو اس کے نتھنوں کو چھونے لگی۔ اب دل کے بغیر کیسے زندہ رہیں گے آپ کیسے۔ بتائیں ناں۔ اس نے اس انداز سے پوچھا کہ وہ ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ مگر اس بے باک لڑکی کی روشن آنکھوں میں جانے کیا تھا وہ پاگلوں کی طرح بس اسے دیکھتا جارہا تھا۔ پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی یہاں جو بھی چھڑا آتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے پھر وہ پیچھے ہٹ گئی اور سارے کمرے میں گھوم کر دیکھا اور بولی۔ بائی داوے۔ نام کیا ہے آپ کا۔

زبیر احمد صدیقی۔

کافی مشکل اور لمبا نام ہے آپ کا امریکہ میں اتنے لمبے نام بلانے کا رواج نہیں ہے آپ چونکہ نئے نئے آئے ہیں اس لیے سکول کے بچوں کی طرح پورا نام بتاتے ہیں کچھ دنوں تک آپ اپنے کمرے کے باہر کچھ اس قسم کی تختی لگا دیں گے زیڈ اے صدیقی ۔اور آپ کے سب واقف کار آپ کو مسٹر صدیقی کہیں گے ٹھیک ہے ناں۔

جی ٹھیک ہے۔ وہ اتنی ہی سعادت مندی سے بولا اس پر زہرا نے ایک بلند قہقہہ لگایا۔ کیسا جاندار قہقہہ تھا حوصلے کی فصیلیں توڑ رہا تھا۔

بات یہ ہے کہ میرا نام بھی زیڈ سے شروع ہوتا ہے۔۔ ارے آپ نے تو ابھی تک میرا نام ہی نہیں پوچھا۔

جی پوچھنے ہی والا تھا۔ وہ بولا۔

اف آپ لوگ اتنے بزدل کیوں ہوتے ہیں لڑکی کو دیکھ کر دبک جاتے ہیں آخر پوچھیں ناں

ہرانام۔
جی آپ کا نام کیا ہے۔ وہ گھبرا سا گیا۔
یہ جی کیا ہوتا ہے۔
جی۔ وہ پھر رک گیا سر کھجایا اور زور سے ہنس پڑا
پ بہت تیز ہیں بیٹھئے کرسی کی طرف اشارہ کیا وہ
بیٹھ گئی تو وہ خود بھی بیٹھ گیا۔
آپ اتنے بوکھلائے ہوئے اور ڈرے ہوئے کیوں ہیں۔ زہرا نے پوچھا۔
پہلی بار امریکہ آیا ہوں۔
تو کیا ہوا مرد ہیں ہوشیار رہیں۔
آپ کی صحبت میں رہوں گا تو ہوشیار ہو جاؤں گا۔ وہ کچھ سنبھلا۔
شاباش پہلی بار کام کی بات کی ہے اپ نے۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی جی آپ نے میرا نام پوچھا تھا میرا نام زہرا ہے۔
بالکل پاکستانی نام ہے۔
تو کیا میرا نام پاکستانی نہیں ہونا چاہیے تھا۔
آپ امریکہ میں رہتی ہیں میرا تو خیال تھا آپ کا نام میری۔ جیکی۔ یا چینی قسم کا ہوگا۔
جی نہیں آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرا پورا نام زہرا فاطمہ ہے میں پاکستان میں پیدا ہوئی تھی پھر میرے پاپا یہاں آگئے تو ہم سب کو آنا پڑا۔
آپ کے پاپا جی کیا کرتے ہیں۔
ساری باتیں آج نہیں بتاؤں گی۔
کب بتائیں گی۔
قسطوں میں۔ آج تو آپ کے کمرے سے نکلنے والی خوشبو مجھے یہاں آئی ہے میں آپ کو بتانے آئی تھی کہ یہاں ارد گرد امریکی رہتے ہیں وہ مصالحہ جلنے کی خوشبو میں پسند نہیں کرتے احتجاج کر سکتے ہیں ایسے تجربے دروازہ بند کر کے کیا کریں بلکہ امور خانہ داری کو ہاتھ ہی نہ لگائیں اسی میں آپ کی بہتری ہے
تو پھر کیا کروں۔ باہر کا کھانا کھا کھا کر تھک گیا ہوں۔
یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ وہ سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی۔ آپ کے لیے کچھ سوچنا پڑے گا۔ وہ پھر کھڑی ہوگئی اور بولی۔ آپ کا نام بہت مشکل ہے۔
تو آپ اسے آسان کر دیں۔
یہ ہوئی ناں بات۔ مجھے یہاں سب زہرا کہتے ہیں اس لیے میں آپ کو نیرو کہہ کر بلاؤں گی پسند ہے
دل و جان سے۔ وہ ہنس کر بولا۔
اچھا اب آپ دروازہ بند کرلیں۔ وہ گھوم کر مڑی اور تین انگلیاں ہلا کر بائے بائے کیا اور باہر نکل گئی۔ آفت قسم کی شے تھی زنیر نے ایک لمبی سانس چھوڑی مگر پیاری تھی لڑکیاں امریکہ میں رہ کر بے باک ہو جاتی ہیں یہ اسے آج پتہ چلا تھا۔ ویسے تو اس کے آفس میں کئی امریکی لڑکیاں جاب کرتی تھیں جن سے وہ انگریزی میں بات کرتے ہوئے پریشان ہو جاتا تھا لیکن زارا سے اپنی زبان میں بات کرنے کا مزہ ہی کچھ اور تھا زارا کا پورا خاندان امریکہ میں رہتا تھا پندرہ سال پہلے اس کے والد آئے تھے امریکہ کے مختلف شہروں میں وہ قالین ایکسپورٹ کرتے تھے جب کام بہت زیادہ بڑھ گیا تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو بھی یہاں بلوالیا۔ پھر رفتہ رفتہ پورا خاندان امریکہ چلا آیا۔ اب واشنگٹن ڈی سی میں ان کا خوبصورت گھر تھا ایک بڑا شوروم تھا ایک بھائی نے امریکی لڑکی سے شادی کرلی تھی اور اب وہ دونوں ایک ریسٹوران چلاتے تھے دوسرے بھائی کی شادی پاکستان ہوئی تھی اور وہ والد کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا دو بڑی بہنیں بھی تھیں مگر دونوں کی شادیاں ہو چکی تھیں اب ان لوگوں کو زارا کے لیے اچھے لڑکے کی تلاش تھی زارا سب سے چھوٹی بھی تھی اور لاڈلی بھی تھی۔ اس کا بچپن بھی امریکہ میں ہی گزرا تھا اس لیے امریکی لڑکیوں کی طرح بے تکلف اور خوش مزاج تھی اب کل اس نے میری لینڈ کی یونیورسٹی میں داخلہ لے رکھا تھا یہ
واشنگٹن شہر سے کافی دور تھی اس لیے وہ یہاں ایک اپارٹمنٹ میں رہتی تھی اس کے ساتھ ایک ایرانی لڑکی رہتی تھی وہ کسی آفس میں جاب کرتی تھی ویک اینڈ پر زارا اپنے والدین کے پاس چلی جاتی تھی آج زارا بہت دنوں کے بعد نظر آئی تو نیرو نے اسے نیچے لابی میں ہی روک لیا۔
اس دن آپ نے کہا تھا کہ آپ میرے لیے کچھ سوچیں گی۔
کیا۔ زارا نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ہاتھ میں برگر پکڑا ہوا تھا جسے وہ دانتوں سے کاٹ رہی تھی
اچھا تو آپ کا حافظہ بھی کمزور ہے اب زنیر اور بھی سرخ ہوگیا اب تو آپ غالباً مجھے بھی بھول چکی ہوں گی کہ میں کون ہوں۔
نام کیا ہے آپ کا۔ وہ گویا ہوئی
زنیر احمد صدیقی۔ عرف نیرو۔
میں واقعی آپ کے بارے میں سوچنا بھول گئی تھی دراصل میرے سمیسٹر ہو رہے تھے اور فیروزہ بیمار تھی سارا گھر کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔
فیروزہ کون۔
فیروزہ میری ہاؤس میٹ ہے ہم دونوں مل کر اس اپارٹمنٹ میں رہتے ہیں۔
آپ نے پہلے تو نہیں بتایا۔
پہلے کیا بتاتی۔
اچھا تو اب بتا دیجئے۔
زارا نے پورا برگر ختم کر کے کاغذ کے نیپکن سے منہ اور ہاتھ صاف کئے اور پھر اس کاغذ کو دور پڑے ہوئے ڈرم میں پھینک دیا اور بڑی ادا سے بولی۔ فیروزہ ایک ایرانی لڑکی ہے میری فرینڈ ہے میرے ساتھ رہتی ہے مگر وہ جاب کرتی ہے ایک ڈائمنڈ شاپ پر سیلز گرل ہے بس ہمارے آنے جانے کے اوقات میں فرق ہے اس لیے آپ نے اسے میرے ساتھ نہیں دیکھا کسی روز ملاقات کرادوں گی۔

جی مجھے ملاقات کا اتنا شوق نہیں ہے۔
آپ کو کس بات کا شوق ہے
ابھی تک میرا مسئلہ حل نہیں ہوا۔
زارا نے ایک لمبی ہوں کی پھر کچھ سوچ کر بولی آپ کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔
وہ کیسے۔ وہ بے تابی سے بولا۔
آپ کھانا چھوڑ دیجئے۔ اس پر دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔
چھوڑ دوں اور مر جاؤں۔
ارے اتنے کمزور ہیں آپ۔
دیکھئے پہلے ہی میری صحت خراب ہوگئی ہے۔
مجھے تو کہیں سے بھی خراب نہیں لگتی۔ وہ اس کو سر سے پیر تک دیکھ کر بولی۔ بس ٹھیک ٹھاک ہیں آپ ہاں وہ جو پاکستان سے آتے ہوئے ذرا سی توند نکلی ہوئی تھی وہ پگھل گئی ہے اب تو آپ پہلے سے زیادہ سمارٹ لگ رہے ہیں۔
آپ کے سمیسٹر ختم ہوگئے کرسمس سے پہلے۔
جی ہاں۔
اگلے سمیسٹر کب ہوں گے۔
پھر۔۔۔ وہ بولی۔
پھر تو آپ کی تعلیم ختم ہو جائے گی۔
تعلیم تو کبھی ختم نہیں ہوتی مسٹر جتنا مرضی پڑھتے جاؤ۔ وہ مسکرائی۔
ہاں یہ تو ٹھیک ہے اور آپ کیا پڑھیں گی۔
ایم ایس تو ہو جائے گا اب مگر مزید نہیں پڑھوں گی اب میں جاب کروں گی۔
یہاں تو لوگ جاب کرنے کے لیے بہت دلدادہ ہیں۔
تو کیا کریں۔ یہاں جاب کے بغیر وقت بھی تو نہیں گزرتا اخراجات بہت زیادہ ہیں اور ہر بندہ اپنا بوجھ خود اٹھانا چاہتا ہے اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ برسر روزگار ہو

جیسے آپ۔
ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔
اوکے اینڈ بائے۔ اس نے کہا اور چھلاوے کی طرح غائب ہوگئی۔
ویک اینڈ پر جب وہ اور فیروزہ بہت سے شاپنگ بیگ اٹھائے اپنے روم کی طرف جارہی تھیں تو زنیر اپنے کمرے کو تالا لگا کر باہر نکل رہا تھا ان کو دیکھ کر مسکرادیا وہ بھی مسکرادی۔
یہ میری دوست فیروزہ ہے۔ اور فیروزہ ان سے ملو ہی از مائی فرینڈ نیرو۔ یہ ابھی پاکستان سے آئے زارا کے اس فقرے سے زنیر کا دل دھڑک اٹھا اتنے میں فیروزہ نے اپنا گورا ہاتھ بڑھایا تو زنیر نے بھی گرمجوشی سے ہاتھ ملادیا۔ دوتین رسمی فقروں کے بعد زارا جلدی جلدی دروازہ کھولتے ہوئے بولی۔
آپ کہاں جارہے ہیں۔
باہر کھانا کھانے۔
کیا آج گھر نہیں پکایا۔
اس بات پر زنیر بے تحاشہ ہنسنے لگا اور بولا سارے تجربات ناکام ہوگئے ہیں۔
وہ مڑ وار فیروزہ سے بولی۔ کیوں فیروزہ آج نیرو کو اپنے گھر میں دعوت نہ کھلائیں۔
فیروزہ مسکرائی۔ جی ضرور۔
نہیں نہیں اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔
ہم کوئی خاص اہتمام نہیں کریں گے آج فیروزہ کوفتے بنائے گی اور میں مٹر پلاؤ ہم ہفتہ اور اتوار کو اپنے اپنے ملک کا کھانا پکاتے ہیں۔
اس پر وہ انکساری سے بولا آپ دونوں کا بہت شکریہ میں آپ کو بالکل زحمت نہیں دینا چاہتا۔
ایک تو آپ پاکستانی لوگ تکلف بہت کرتے ہیں۔۔ فیروزہ نے چڑ کر کہا۔۔ یا پتہ نہیں ہائپوکریسی کرتے ہیں۔
سن لیا آپ نے۔ زارا نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا ایسی بات تھی آپ جھٹ کہہ دیتے شکریہ۔
خواتین میں ضرور آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں گا بلکہ آپ دو نوجوان حسین لڑکیوں کے ساتھ کھانا کھانے میں فخر محسوس کروں گا۔
کیونکہ دل سے تو آپ چاہ رہے کہ ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گپ شپ لگائیں اوپر سے تکلف فرمارہے ہیں۔ زارا نے کہا۔
آپ نے کیسے جانا۔ زنیر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔
کیونکہ یہ سچ تھا۔ میں اپنے وطن کے لوگوں کو جانتی ہوں تھوڑی سی ایسی باتیں کیے بغیر نہیں رہ سکتے تکلف کا اظہار رسما کرتے ہیں کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ دیکھو کتنے بھوکے ہیں فٹ مان گئے۔ ہے ناں۔
زنیر اپنی جگہ پر ساکت ہوگیا۔
اس لیے تو یہ امریکی لڑکے اچھے ہوتے ہیں وقت ضائع نہیں کرتے اپنے جذبات کا صاف اظہار کردیتے ہیں فیروزہ نے کہا زنیر کو چپ دیکھ کر زارا نرم لہجے میں بولی۔
آپ کیا سوچ رہے ہیں۔
آپ نے ٹھیک کہا میں آپ کے ساتھ کھانا کھانا ایک اعزاز سمجھتا ہوں مگر ویسے ہی رسما تکلف کررہا تھا
اچھا تو پھر طے ہوگیا۔ زارا نے اسے دیکھا
آجاؤں گا۔ زنیر نے کہا۔
مگر کس وقت۔ زارا مسکراتے ہوئے بولی۔
ٹھیک سات بجے شام۔ وہ چلا گیا۔
ٹھیک شام سات بجے زنیر نے دروازے پر دستک دی فیروزہ نے زارا کو دیکھ کر کہا تمہارا وہ عاشق آگیا ہے۔
بکومت فیروزہ۔۔۔ زارا نے بیسن میں ہاتھ دھوتے ہوئے کہا۔ اس کے سامنے ایسی بکواس مت کرنا یہ لوگ اور طرح کے ہوتے ہیں۔
میں جانتی ہوں منافق ہوتے ہیں۔ فیروزہ بولی

بیچارے سیدھے سادھے اور سادہ دل ہوتے ہیں مکرو فریب نہیں جانتے۔
ہاں میں اچھی طرح جانتی ہوں ان کو کبھی غور کیا تمہاری طرف کیسے دیکھتا ہے۔ فیروزہ بولی۔
ابے الو کی دم دروازہ تو کھولو زارا نے غصہ دکھایا فیروزہ نے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ سجائے دروازہ کھولا اور راستہ چھوڑ کر بولی۔ ویلکم سر۔
زنیر اندر داخل ہوا یہ اپارٹمنٹ بھی اسی کے پارٹمنٹ کی مانند تھا صرف کچن کا رخ دوسری جانب تھا میز پر برتن رکھے تھے اور مٹر پلاؤ کی خوشبو آرہی تھی زارا نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا بیٹھیے۔ اور خود چٹنی اور اچار کی بوتلیں میز پر رکھنے لگی زنیر کو گھر سے نکلے ہوئے دو مہینے ہوگئے تھے آج اسے احساس ہوا کہ گھر کیا ہوتا ہے اور عورت کے ہونے میں کیا دلکشی ہے عورت شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ وہ ایک منظم گھر ہوتی ہے اس کے پاس محبت اور شفقت کے علاوہ بھی دینے کو بہت کچھ ہوتا ہے کتنا اچھا لگ رہا تھا ان کا گھر اور ان کے گھر میں بیٹھ کر کھانا ہم اپنے گھروں میں عورتوں کو کس قدر فضول اور غیر ضروری سی شے تصور کرتے ہیں زنیر انہی سوچوں میں گم تھا وہ دونوں بھی میز پر آکر بیٹھ گئیں زارا سوپ کر گرم گرم پیالے لائی تو فیروزہ شرارت سے بولی۔
مسٹر زنیر آپ اور کچھ پینا پسند کریں گے۔
کچھ اور کیا۔ اس نے معصومیت سے پوچھا پھر اس کی آنکھوں میں مچلتا سوال پڑھ کر ہنس پڑا اور بولا نہیں یہی سوپ چلے گا۔
دیکھیں تکلف نہ کریں یہ امریکہ ہے یہاں سب چلتا ہے وہ ایک ادا سے بولی۔ آپ پاکستانی لوگ کبھی دل کی بات نہیں بتاتے ہمیشہ پردہ ڈال کر بات کرتے ہیں ہم بالکل برا نہیں مانیں گے ہمارے ہاں تو ہر طرح کے مہمان آتے ہیں ناں اس لیے گھر
نہیں مجھے پینا پسند نہیں ورنہ آپ لوگوں سے شرم کیسی۔ اس پر زارا نے فخریہ انداز میں فیروزہ کی طرف دیکھا اور سوپ پینے لگی زنیر نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور جی بھر کر کھانے کی تعریف بھی کی اور انہیں صاف صاف بتادیا کہ دو مہینے بعد آج اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے خوب گپ شپ ہوتی رہی فیروزہ ایرانی قہوہ بنالائی تھوڑی دیر ہی میں تینوں اتنے گھل مل گئے کہ زارا بولی۔
فیروزہ کیوں نہ نیرو کا مسئلہ حل کردیں۔
کون سا مسئلہ۔ فیروزہ نے پوچھا۔
وہی کھانے والا یار۔
ہاں۔ فیروزہ نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ کوئی تجویز ہے تمہارے ذہن میں۔
ہاں میں نے سوچا ہے کہ ہفتہ اور اتوار کے روز ہم تینوں ملکر کھانا پکایا کریں گے اور ملکر کھایا کریں گے اس طرح ملاقات بھی ہوتی رہے گی اور ان کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔ اور اس طرح یہ تھوڑا کام بھی سیکھ جائیں گے کیوں مسٹر نیرو۔
جی جی۔ وہ آہستہ سے بولا میری اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوسکتی ہے اس پر دونوں لڑکیاں قہقہے لگا کر ہنسنے لگیں تھوڑی دیر تک ان کو دیکھنے کے بعد زنیر بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔
ویک اینڈ بہت دلچسپ گزرنے لگا۔ پہلے تینوں مل کر ہفتے کے روز سودا لینے جاتے پھر مینو بنایا جاتا دونوں لڑکیاں کوکنگ کرتیں اور زنیر ان کی مدد کیا کرتا بلکہ وہ ساتھ ساتھ اسے کھانا پکانے کی تراکیب بھی سکھایا کرتیں اور زنیر سوچا کرتا جب سے وہ پیدا ہوا ہے گھر میں ایک جیسے کھانے کھا رہا ہے اس نے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا کہ ایسے معمولی سے کھانے پکانے کے لیے عورتوں کو کتنی محنت کرنا پڑتی ہے بار بار ایک کام کرنا پڑتا ہے پیاز ہی کو لے لیجیے

دن میں کئی مرتبہ ہی کھانا پکانا ہوتا ہے اگر مرد کو گھر کے کام بار بار کرنے پڑیں تو کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں کچھ کام ایسے ہیں جو صرف عورت ہی کرسکتی ہے عورت واقعی عظیم ہے اگر عورت نہ ہوتی تو یہ دنیا کس طرح آباد ہوتی زنیر کی آنکھوں سے بہت سے پردے ہٹے اور وہ عورت کی عظمت کا معترف ہوگیا۔ ایک روز اچانک زارا کی ممی آگئیں زارا نے بغیر کسی جھجک کے زنیر کو اپنی ممی سے ملوایا ملنے کے بعد ممی نے زنیر سے کئی سوال کردیئے جس کا وہ جواب دیتا رہا۔ مکمل انٹرویو لینے کے بعد وہ چلی گئیں اور جاتے جاتے کہہ گئی اس بے چارے کا خیال رکھا کریں فروزہ نے زارا کو آنکھ ماری اور کہا۔

لڑکا تمہاری ماما کو پسند آگیا ہے۔ اس پر دونوں لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ ممی نے جاکر ڈیڈی کو بھی سب کچھ بتادیا کہ لڑکا اچھا ہے خوبصورت ہے کھاتے پیتے گھرانے سے ہے دوسال کی ٹریننگ پر آیا ہوا ہے ایک دن زارا نے زنیر کو بس سے اترتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا۔

آپ ایک کار کیوں نہیں لے لیتے۔

کار کیسے لے لوں۔

یار یہاں کاریں بہت سستی مل جاتی ہیں خصوصاً سیکنڈ ہینڈ کار تو پانچ سات سو ڈالر میں مل جاتی ہیں خرید لیں جاتے ہوئے بیچ جایئے گا۔

مگر مجھے تو یہاں کی ٹریفک کی ہی سمجھ نہیں آتی۔

سب آجائے گی یہاں موٹر چلانا بہت آسان ہے مجھے تو پاکستان میں موٹر چلانا بہت مشکل لگتا ہے دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے زارا بھی ابھی یونیورسٹی سے آئی تھی۔ اور سڑک پر کھڑی تھی دونوں کا رخ اپارٹمنٹ کی طرف تھا میں چاہتی ہوں آپ امریکہ آئے ہیں تو کچھ دن اچھے گزاریں سیر سپاٹے کریں کچھ سیکھیں بھلے دفتر بس میں ہی چلے جایا کریں مگر چھٹیاں تو اچھی گزریں گی ناں ویسے بھی آپ اچھا خاصا الاؤنس لے رہا ہے۔

آپ کہہ تو ٹھیک رہی ہیں تو پھر صبح کا اخبار دیکھنا شروع کریں ناں۔

او کے مگر معاملات کون طے کرے گا۔

فون کرکے دیکھئے ڈیلر خود آپ سے ملنے آجائے گا۔ زارا نے اسے سمجھایا۔

مگر میں تنہا ان سڑکوں پر پھنس جاؤں گا۔

دیکھئے میں اور فیروزہ باری باری آپ کے ساتھ ڈرائیونگ پر جایا کریں گی اور سڑکوں کے نام اور ٹریفک کے اصول بھی سمجھا دیا کریں گے۔

او کے یہ تو بہت اچھا ہے ورنہ تو میں ڈر رہا تھا

آخر آپ لوگ اتنے ڈرپوک کیوں ہوتے ہیں

ڈرپوک نہیں ہیں ہم شاید احساس کمتری کا شکار ہیں بس۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

دیکھو تمہیں اس احساس کمتری سے نکلنا ہوگا۔ اور آپ کو معلوم ہے اس ہفتے لانگ ویک اینڈ آرہا ہے ہم نے پکنک پر جانے کا پروگرام بنایا ہے آپ چلیں گے کیا۔ زارا نے پوچھا۔

کون کون جارہا ہے۔

میں اور فیروزہ۔۔ اور آپ اگر جانا چاہیں گے تو فیروزہ بھی جائے گی۔

تو پھر کیا خاک مزہ آئے گا کہنے کو تو اس نے یہ کہہ دیا مگر ایک دم شرمندہ ہوکر سر جھکالیا۔ زارا معنی خیز انداز میں مسکرائی اور بولی۔ فیروزہ کا بوائے فرینڈ عبدالکریم بھی ساتھ جارہا ہے نیرو نے حیران ہوکر پوچھا۔ اس کا فرینڈ۔

جی ہاں وہ ایک انڈونیشین مسلمان ہے یہاں رہتا ہے۔ زارا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تو پھر ٹھیک ہے میں بھی چلوں گا۔

زارا واپس گھر آئی تو اس کا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا چار مہینوں سے زنیر سے تفصیلی ملاقاتیں ہورہی تھیں کبھی کچن میں کبھی لفٹ میں اوپر نیچے جاتے

نے ہی اسے یہاں کی ٹریفک کے اصول سمجھائے تھے روز ہی اس کے ساتھ کسی نئی جگہ پر جاتی تھی مگر حیران بھی ہوتی تھی کہ زنیر عام آدمیوں سے کتنا مختلف ہے کبھی کبھی تو وہ اسے بالکل اناڑی دکھائی دیتا تھا ایسے آدمی پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے جس پکنک میں زارا اور فیروزہ اسے لے گئیں تھیں وہ ایک جھیل کا کنارہ تھا فیروزہ اور عبدالکریم ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے یوں ایک طرف نکل گئے جیسے کوئی اور انکے ساتھ تھا ہی نہیں زارا اور زنیر بھی گھوم پھر کر واپس آگئے وہاں اور بھی بے شمار لوگ تھے مگر ہر ایک دوجے میں مست تھا کسی کو کسی دوسرے کو دیکھنے کی فرصت نہ تھی زارا ایک جواب عرض ساتھ لے آئی تھی اس کا خیال تھا جب بور ہونے لگیں گے تو وہ ناول پڑھنا شروع کردے گی ابھی اس نے جواب عرض کا مطالعہ شروع کیا ہی تھا کہ زنیر بولا۔

آپ یہاں بھی جواب عرض لے آئی ہیں۔

زارا نے اپنی نشیلی آنکھیں اٹھا کر زنیر کو دیکھا اور بڑی آہستگی سے کہا۔ آپ مجھے آپ کیوں کہتے ہیں۔ کیا میں آپ سے بڑی لگتی ہوں۔

نہیں تو۔ پھر آپ تو مجھے آپ ہی کہتی ہیں

چلو آج کے بعد میں آپ کو تم کہا کروں گی۔

مجھے تو آپ کہنا ذرا بھی اچھا نہیں لگتا یہاں امریکہ میں تو والدین کو بھی آپ کہنے کا رواج نہیں ہے بس عادت سی پڑ جاتی ہے زنیر بولا۔

ہمارے ہاں تکلفات کا بہت رواج ہے اور ایک دم بے تکلف ہونے کو پسند نہیں کیا جاتا حالانکہ تم مجھ سے ایک دم بے تکلف ہوگئی تھیں اور مجھے اچھا لگا تھا۔

اچھا جی۔ زارا مسکرائی۔ تم نے اس پسندیدگی کا ذکر پہلے تو کبھی نہیں کیا۔ زنیر نے نظر جھکالی اور زارا اسے دیکھتی رہی پھر جواب عرض پڑھنے لگی زنیر نے اور کریم کو دیکھا ہے ذرا دیکھو کیسے بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں تو انہیں روز ہی دیکھا کرتی ہوں زارا نے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔ کیا محبت ایسا ہی جذبہ ہے کہ آدمی اپنے اردگرد سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

پتہ نہیں زارا نے جواب عرض سے نظریں ہٹا کر کہا۔ مجھے تو کوئی تجربہ نہیں نیرو۔ زارا آہستہ آہستہ سے بولی۔ تم بتاؤ۔ تم نے کسی سے محبت کی ہے۔ زارا کی آواز میں جانے کیا تھا زنیر سر سے پیروں تک لرز گیا اس کی نظر زارا کے اس ہاتھ پر چلی گئی جو گھاس پر پڑا ہوا تھا گورا گلابی ہاتھ جیسے گلاب کے پودے میں پھول کھلا ہوا ہو وہ غور سے اس کے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ اور زارا اس کے چہرے کو دیکھنے لگی کافی لمحے یونہی بیت گئے گھاس پر پڑا ہاتھ انگارہ بن گیا تو بے اختیار زنیر نے اپنا گرم گرم ہاتھ زارا کے ہاتھ کے اوپر رکھ دیا بلکہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں چھپالیا پھر اس نرم وگداز ہاتھ کو تھام کر اس زور سے دبایا کہ زارا کو اپنے ہر سوال کا جواب مل گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا نہیں جانے کب تک وہ ہاتھ زنیر کے ہاتھ میں رہا پھر وہ ہاتھ زنیر کی آنکھوں تک گیا اس کے ہونٹوں تک گیا اور اور دل تک پہنچ گیا۔ کس قدر خوبصورت انداز تھا یہ اظہار محبت کا دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو دونوں کی ہنسی نکل گئی زنیر کی آنکھیں چل رہی تھیں سوال کررہی تھیں سلگ رہی تھی جبکہ زارا کی آنکھیں شرمارہی تھیں دونوں جذبات کے پل صراط پر پہنچ گئے تھے زارا جانتی تھی محبت میں ایک کمزور لمحہ ضرور آتا ہے جو سب سے زیادہ مضبوط بن جاتا ہے جو سب کچھ بہا کرلے جاتا ہے کیونکہ محبت تو الوہی نغمہ ہے محبت تو آفاقی زبان ہے محبت کے معانی تو آسمانوں پر لکھے نظر آتے ہیں چاند ستارے بادل ہوائیں سب محبت ہی کے مظہر ہیں محبت تو جنت کا میوہ ہے اسے چکھنے کے بعد تن من کی ساری بھوک مٹ جاتی ہے محبت

کرنیں تو بن میں انا کے سارے لیٹرے مر جاتے ہیں محبت تو ایک آسمانی آگ ہے ایک خاکی اسے زمین پر لے آیا تھا تب سے بے رحم دھرتی سلگ رہی ہے زارا کے چہرے پر وہ سارے رنگ نکھر آئے تھے جو محبت کے جھروکوں سے جھانکا کرتے ہیں یہ سارے رنگ جوانی کے ہجولی ہوتے ہیں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے ناں کہ دنیا کے میلے میں کوئی ایسی شکل نظر آجاتی ہے جس کو دیکھ کر تلاش کا چلتا پانی رک جاتا ہے جہاں پانی رکتا ہے وہیں ایک گہری جھیل بن جاتی ہے زارا صرف مسکرادی۔

تو ہوگئی اس سے بات۔رات سونے سے پہلے فیروزہ نے زارا کو چھیڑا۔وہ صرف مسکرادی۔اچھا یہ بتا مجھے کہ اس نے بات کیسے شروع کی کیونکہ تیرے سامنے تو اس کے منہ سے بات ہی نہیں نکلتی پھر اس نے اظہار محبت کا اظہار کس زبان سے کیا۔

خاموشی کی زبان سے۔

ہیں۔وہ چونکی۔خاموشی کی زبان کیا ہوتی ہے۔اور اس میں اظہار محبت کس طرح ہوتا ہے۔

بس ہوگیا۔زارا نے رم تکیہ منہ پر رکھ لیا۔ فیروزہ نے آگے بڑھ کر اس کے منہ سے تکیہ ہٹادیا

آج پوچھے بغیر نہیں سونے دوں گی۔

عجب کوئی بات ہوئی نہیں تو کیا بتاؤں۔زارا اٹھ کر بیٹھ گئی۔قسم سے۔

میں نہیں مانتی۔

نہ مان۔

اور تجھے تسلی کیسے ہوگئی جبکہ محبوب کے ایک بار اظہار محبت سے بالکل تسلی نہیں ہوتی دل چاہتا ہے وہ جب تک بیٹھا رہے بار بار اظہار محبت کرتا رہے ہر روز ملے تو ہر روز نئے طریقے سے اپنی محبت کا یقین دلائے بھلا عورت کو کبھی ایک بار اظہار محبت سے تسلی ہوتی ہے

مگر میں تو پوچھ کر رہوں گی۔

پھر جاؤ اسی سے پوچھ لو۔

سچ مچ اس نے کچھ بھی نہیں کہا پھر بھی تم نے سب سمجھ لیا۔زارا ہنسنے لگی۔

واقعی تم لوگ پاگل ہوتے ہو مرد محبت کرتے ہیں اظہار نہیں کرتے اور لڑکیاں ذرا سے اشارے کو بھی محبت کی انتہا سمجھ لیتی ہیں زارا پھر ہنسنے لگی فیروزہ پھر بولی۔کیا بکواس ہے یا تم لوگ بہت گہرے ہو۔

ہاں ہم لوگ بہت گہرے ہیں۔

تو پھر ایسے آدمی کے ساتھ تمہارا گزارا کیسے ہوگا ہوجائے گا۔زارا مسکرائی

اچھا تو معاملہ اس قدر آگے بڑھ چکا ہے۔۔

پاپا جی یہ کہتے تھے کہ ایک بار پاکستان چل کر اس لڑکے کے والدین سے ملا جائے مگر ممی یہ کہتی تھیں سب ٹھیک ہے میں نے ہر طرح سے تسلی کرلی ہے اتنا شرمیلا شریف النفس لڑکا اور کہاں ملے گا۔ اس میں آج کل کے لڑکوں والی بات ہی نہیں ہے اتنے دن ہوگئے ہیں امریکہ آئے ہوئے سگریٹ اور شراب کو ہاتھ نہیں لگایا یہ امریکی لڑکیاں تو اجنبیوں کے گلے پڑتی ہیں اس کو کسی لڑکی کے ساتھ نہیں دیکھا دفتر سے آکر اپنے گھر میں پڑا رہتا ہے جب بھی بلاؤ جی جی کرتا ہوا آجاتا ہے۔ پاپا جی کہتے تھے یہ کوئی مرد کی کوالیفکیشن نہیں ہوتی جی جی کرنا تو مرد کی مجبوری ہوتی ہے ویسے بھی کیا حرج ہے اگر اگلے سال تک اس بات کو روکے رکھیں ان کا ارادہ اگلے سال پاکستان جانے کا تھا وہاں جاکر وہ باقاعدہ اس کے والدین سے بات کرنا چاہتے تھے مگر ممی لڑکے سے پوری طرح مطمئن تھیں ویسے بھی وہ اگلے سال حج پر جانا چاہتی تھیں اس لیے فرض کو جلدی نبھانا چاہتی تھیں اور زارا کے دل میں بھی ایک چراغ جل اٹھا تھا اس نے اس

اجنبی سے کچھ نہیں پوچھا تھا اس نے ذرا سی دستک دی اس نے پٹ سے دل کا درواہ کھول دیا اندر چاندی جیسا دودھیاں کورا کاغذ بچھا تھا جھٹ ستاروں سے اس نے اس کورے کاغذ پر اجنبی کا نام لکھ دیا نام چاند بن کر دل کے صحرا میں اتر گیا صحرا کی گود میں چاندنی کا جوبن نکھر آتا ہے۔

زارا۔۔زنیر نے دھیرے سے اس کی کمر کو چھوا تو وہ پرے ہٹ گئی۔

کیا بات ہے۔اس نے مڑ کر دیکھا تو زنیر کا چہرہ تپ رہا تھا یہ تپش اس کو اچھی لگتی تھی اس میں طلب تھی والہانہ پن تھا ایک سوز تھا جب وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تو اس کا چہرہ تپ جاتا تھا۔

آؤ میرے کمرے میں کچھ دیر باتیں کریں۔

کمرے میں نہیں آؤں گی۔زارا بولی۔

کیوں نہیں آؤ گی۔

مجھے کمرے میں آنے سے ڈر لگتا ہے۔

مگر پہلے تم میرے کمرے میں کئی مرتبہ آچکی ہو

تب کی بات اور تھی

اب کیا ہوگیا ہے۔

تم نہیں جانتے ہو کیا۔وہ دوڑ کر اپنے اپارٹمنٹ میں چلی گئی فیروزہ سو چکی تھی مگر اس کے اپنے بستر پر جوانی کے تروتازہ ارمان بکھرے پڑے تھے کروٹیں بدلتے بدلتے نجانے کب نیند کی دیوی مہربان ہوگئی۔دوسری رات زنیر پھر بالکونی میں آکھڑا ہوا اور بولا۔

کل رات بھر مجھ نیند نہیں آئی۔

کیوں۔وہ انجان بن کر بولی۔حالانکہ ساری رات کروٹیں وہ بھی بدلتی رہی تھی۔

تم جانتی ہو۔اپنا کمرہ مجھے اس سے پہلے اتنا سرد اور اتنا تنہا کبھی نہیں لگا تھا زارا آخر تم میرے کمرے میں کیوں نہیں آتی ہو زارا جانتی تھی کہ اب یہ بے چینی سوا نیزے پر پہنچ چکا ہے یہ چپ چاپ عاشق اندر سے بڑے خطرناک ہوتے ہیں بڑے جذباتی ہوتے ہیں وہ بولی اس بار ممی آرہی ہیں پاپا بھی ساتھ ہوں گے بات کرلینا مجھے ڈر لگتا ہے۔

اچھا تو اب ڈرنے والوں کو محبت نہیں کرنی چاہیے جب جب تمہارے جیسی پاگل کردینے والی لڑکیاں سامنے آتی رہیں گی مرد راستہ بھولتے رہیں گے تمہیں معلوم ہے مجھے زبردستی کرنا بھی آتا ہے۔

مگر تم جانتے ہو ناں میں پاکستانی لڑکی ہوں میرے اندر سے میرا کلچر اور رسم و رواج اور پرانی راویات نہیں نکلی میں امریکہ میں رہتی ہوں تو کیا ہوا تم مجھے چاہتے ہو تو کیا بڑی بات ہے تم مجھے چھو نہیں سکتے ہم نے ابھی تک وہی اسٹینڈر مقرر کر رکھے ہیں کہ حد بندی کو شوہر ہی توڑتے ہیں میں بڑی بے تکلف اور صاف گو لڑکی ہوں مگر نیر و شادی کے معاملے میں ویسی ہی ہوں جیسے لڑکیاں پاکستان میں ہوتی ہیں تو پھر میں اور کتنا صبر کروں۔

کرسمس سے پہلے میرا آخری سمیسٹر ہوگا اس سے پہلے تو میں شادی نہیں کروں گی ویسے تم ممی سے بات کرلینا۔

اف میرے اللہ دو مہینے اور صبر کرنا ہوگا۔

جی ہاں۔یہ کہہ کر زارا اپارٹمنٹ میں چلی گئی۔

نئے سال کی برف کپاس کے پھولوں کی طرح فضا میں دھیرے دھیرے گر رہی تھی باہر فضا خواب آلود ہو رہی تھی اور اندر زارا کی سہیلیاں ڈھولک بجا رہی تھیں زارا چاہتی تھی کہ اس کی شادی بالکل پاکستانی طریقے سے ہو مہندی کی رسم کی جائے ساری رات ڈھولک بجائی جائے شادی کے لیے اس نے سرخ غرارہ سوٹ پاکستان سے منگوایا تھا جبکہ زنیر ان باتوں کے حق میں نہیں تھا وہ کہتا تھا کہ کمال ہے آپ لوگ امریکہ میں رہ کر اتنے قدامت پسند ہیں اب تو پاکستان میں لڑکیاں سرخ کپڑے پہننا پسند نہیں کرتیں جبکہ زارا کی ضد تھی کہ صدیوں سے ہمارے

ہاں دلہن کا تصور سرخ کپڑوں سے وابستہ ہے گلاب کا پھول لگتی ہے دلہن اور سرخ رنگ کیسا سہاگن کا رنگ ہے۔

دیکھو یورپ اور امریکہ میں دلہنیں سفید لباس پہنتی ہیں مگر کیوں اس کی ایک نفسیاتی وجہ ہے

زارا کہتی تم بھی سفید لباس پہنو

زنیر کہتا تم ایک روایت شکن لڑکی ہو نئی راہ متعین کرو کمال ہے زارا کہتی۔

تم اندر سے کتنے باغی ہو فیروزہ ٹھیک ہی تو کہتی ہے کہ تم گھنے آدمی ہو اس پر زنیر بے اختیار ہنس دیتا۔ اس کو بس شادی کی جلدی تھی وہ رسموں اور رواجوں میں الجھ کر معاملہ التوا میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا چاہتا تھا کہ اس کی بیتابی زارا کو بہت پسند تھی وہ سوچتی محبت کے بارے میں زنیر نے ابھی ایک لفظ بھی نہیں کہا جانے کیسے کیسے تیر اپنے ترکش میں سنبھال کے رکھے ہوں گے بند جھرنے کا منہ کھول دو تو پانی کیسی وارفتگی اور جنونی کیفیت میں جھر جھر نکلنے لگتا ہے اسے ایسا جنون پسند تھا وہ شادی سے پہلے جمع خرچ کی قائل نہ تھی اس نے بھی تو اظہار نہ کیا تھا دونوں طرف گھٹائیں بھری کھڑی تھیں انہیں بس ہوا کا اشارہ ملنے کی دیر تھی اس کے بعد دھواں دھار مینہ برسنا لازمی امر تھا۔ زارا نے اپنی ضد منوائی سرخ کپڑے پہنے بلکہ اس کے ساتھ فیروزہ نے بھی سرخ پاکستانی غرارہ پہنا تھا شادی دھوم دھام سے ہوئی سارے پاکستانی جو آس پاس رہتے تھے شریک ہوئے بارات گئی ممی اور پاپا کے گھر اور وہاں سے رخصت ہو کر سب میری لینڈ زنیر کے اپارٹمنٹ میں آگئی دوسری صبح جب زارا آئینے کے سامنے کھڑی تھی تو سوچ رہی تھی کہ نیرو کتنا خوبصورت اور مکمل انسان ہے کتنا تجربہ کار انسان ہے یہ تو بالکل بھی اناڑی نہیں لگتا شکل سے جتنا معصوم اور بدھو نظر آتا ہے حقیقت میں بالکل ویسا نہیں لگتا جبکہ دوسرے آئینے کے سامنے شیو کرتے ہوئے زنیر سوچ رہتا کہ کتنی پیاری ہے یہ لڑکی کہنے کو تو یہ امریکہ میں رہتی ہے مگر کتنی پاکباز اور شرمیلی ہے ان چھوئی کچی کلی مگر خوشبو سے معطر بالکل ہماری روایتی لڑکیوں کی طرح یوں لگتا ہے کہ نئی تہذیب کا گرم جھونکا اسے چھو کر بھی نہیں گیا بظاہر تو کتنی تیز اور طرار ہے لیکن اندر سے بالکل کوری صحرائی کی مانند ہے کتنی سندری ہے یہ زارا اور کتنی مکمل لڑکی ہے وہم و گمان سے اتری ہی نہیں دوسرے دن زنیر نے ہوٹل میں دعوت ولیمہ دے رکھی تھی وہی پر زنیر نے زارا کے بہت سے عزیز واقارب سے ملاقات کی اور تیسرے دن وہ کینیڈا کے لیے روانہ ہوگئے کیونکہ انہوں نے سن رکھا تھا کہ اکثر نو بیاہتے جوڑے اپنی گولڈن نائٹ شب عروسی منانے کے لیے نیاگرہ فال ہنی مون سٹی جاتے ہیں دروازے پر دستک ہوئی تو زارا اپنے بستر پر کسمسائی اتنے میں زنیر بولا۔

مجھے تمہاری یہ سہیلی زہر لگتی ہے وقت بے وقت آجاتی ہے تنگ کرنے کے لیے۔

نہیں نیرو بیچاری صبح ہی صبح ہمیں بیڈ ٹی دینے آئی ہے لیکن شادی سے پہلے تو تمہیں بہت اچھی لگتی تھی۔ اور اب۔

اس وقت وہ ہمیں تنہائی میں بیٹھنے کے موقع دیتی تھی۔ اور اب ہم اپنے آپ میں مست ہو کر اسے بھول جائیں۔ ویسے بھی جب بھی اس کو دیکھو اعصاب پر سوار نظر آتی ہے مجھے اچھی نہیں لگتی اتنے میں دوبارہ دستک ہوئی تو زارا بستر سے نکل آئی اس نے اپنا ڈریس گاؤن پہنا ہوا تھا اور دروازہ کھول دیا گڈ مارننگ فیروزہ نے خوشدلی سے کہا اور چائے کا ٹرے زارا کو تھما دیا۔

تم بہت ہی اچھی اور پیاری فرینڈ ہو زارا نے کہا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔

ٹھہرو فیروزہ بات تو سنو۔

نہیں۔ اس نے مڑ کر کہا میں صرف چائے دینے آئی تھی آپ لوگوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی اور ہاں جب آپ لوگ تیار ہو جاؤ تو اپنے اور زنیر کے کپڑے دروازے کے باہر رکھ دینا کیونکہ آج میں لانڈری کروں گی میں آپ کے کپڑے بھی دھودوں گی اور اندر جا کر دروازہ بند کر دیا۔

ہیرا ہے ہیرا۔ میری سہیلی زارا نے چائے کی پیالی زنیر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کتنی اچھی ہے پتہ ہے وہ کیا کہہ رہی تھی۔

شکر ہے وہ آج رکی نہیں ورنہ میں آج اس سے الجھ پڑتا زنیر نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا چائے پینے کے بعد زارا نے خالی پیالیاں باورچی خانے میں رکھ کر زنیر کے پاس آکر بستر پر بیٹھ گئی۔ اور بولی۔

نیرو تم بڑے حاسد ہو یہ تو مجھے شادی کے بعد اندازا ہوا ہے۔

ہاں میں حاسد ہوں ہوا بھی تم کو چھو کر گزرے تو میں حسد کرنے لگتا ہوں۔

تمہارا کیا بنے گا نیرو۔ تم تو اپنے بچوں سے بھی حسد کرو گے۔

اسی لیے تو میں بچے پیدا کرنے کے حق میں نہیں مگر مجھے تو بچے بہت پسند ہیں نیرو۔

ہاں اچھے ہوتے ہیں مگر ابھی نہیں۔

ابھی کیوں نہیں۔ نیرو۔

ابھی تو جی بھر کر تمہیں دیکھا بھی نہیں ابھی تو دل کے سارے ارمان بھی پورے نہیں ہوئے۔

اتنے خود غرض نہ بنو نیرو نہ تم مجھے جاب کرنے دیتے ہو اور نہ ہی آگے پڑھنے دیتے ہو اور اب بچہ پیدا کرنے کے حق میں نہیں ہو۔

پھر کیا کروں۔ وہ بولا۔

دیکھو تو تین مہینے میں میں کتنی موٹی ہو گئی ہوں آپ کو تو پتہ ہے مجھے گھر بیٹھنے کی عادت نہیں ہے۔

میں نے صرف محبت کرنے کے لیے تم سے شادی کی ہے اور بس۔

لیکن تم تو صبح دفتر چلے جاتے ہو اور میں سارا دن بور ہوتی ہوں۔

بس میرا انتظار کیا کرو۔

نیرو یہ تو بہت بڑی زیادتی ہے۔

اور میں زندگی بھر ایسی زیادتیاں کرتا رہوں گا۔

اوکے کر لینا لیکن جب پاکستان جائیں گے یہاں مجھے کام کرنے کی اجازت دے دو۔

بس یہاں ایک ہی اجازت مل سکتی ہے نیرو کی آنکھوں میں شرارت دیکھ کر زارا ہنسی تو وہ بھی کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ ایک دن فیروزہ نے زارا سے کہا۔

زارا خدا کی قسم مجھے تو تم پر رشک ہونے لگا ہے کہ تمہارے ملک میں شوہر اس طرح محبت کرتے ہیں بالکل کہانیوں والی محبت لگتی ہے دیکھو ناں زارا زنیر کی نگاہ تمہارے چہرے سے ہٹتی ہی نہیں ہر وقت تمہیں ساتھ لیے پھرتا ہے ایک منٹ کے لیے بھی آنکھوں سے دور نہیں ہونے دیتا حالانکہ تمہاری شادی چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ زارا ہنسنے لگی۔ اور بولی۔

صرف چھ ماہ ہی تو گزرے ہیں صدیاں تو نہیں گزر گئیں۔

چھ ماہ بھی بہت زیادہ عرصہ ہیں زارا۔ اکتانے والے تو ایک ماہ میں ہی اپنا آپ دکھانا شروع کر دیتے ہیں تم مرد کی فطرت کو نہیں جانتی زارا نے اپنا اپارٹمنٹ چھوڑا نہیں تھا ویسے وہ دن رات زنیر کے اپارٹمنٹ میں رہتی تھی مگر اس کے پرانے کپڑے اور سامان ابھی تک اپنے پرانے اپارٹمنٹ میں پڑا تھا ویسے بھی وہ اس سال کا کرایہ ایڈوانس دے چکی تھی اور اسے یہ بھی خیال تھا اگر اس نے ایک دم اپارٹمنٹ چھوڑ دیا تو سارا بوجھ بیچاری فیروزہ پر آجائے گا وہ چاہتی تھی کہ پاکستان جانے تک وہ فیروزہ اس کی پارٹنر ہی رہے پھر فیروزہ ان کی خدمت بھی تو کرتی تھی چائے بنا دیتی تھی کپڑے دھو دیتی تھی اگر وہ باہر

گھومنے چلے جاتے تو انکا کمرہ بھی صاف کر دیتی تھی
میں نے تم سے کہا تھا ناں فیروزہ کہ ہمارے ملک کے
آدمی بڑے جذباتی ہوتے ہیں دیکھنے میں وہ شرمیلے
نظر آتے ہیں مگر ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔
ہاں اب میری سمجھ میں آگیا ہے ہر عورت
چاہتی ہے کہ اس کو ٹوٹ کر محبت کی جائے لیکن بتاؤ کہ
تم پاکستان کب جاؤ گی۔
بس چھ ماہ رہ گئے ہیں نیرو کی ٹریننگ پوری
ہو جائے گی اور میں چلی جاؤں گی۔
تیرا امریکہ چھوڑنے کو جی کیسے کرے گا۔
میں تو پاکستان میں رہنے کے لیے مری جا رہی
ہوں یہ مشقت بھری زندگی مجھے پسند نہیں ہے
مگر وہاں جا کر تم کرو گی کیا۔
عیش کروں گی بچے پیدا کروں گی اور فارغ رہ
رہ کر موٹی ہو جاؤں گی یہی زندگی ہے فیروزہ اور مجھے
یہ زندگی بے حد پسند ہے کیونکہ ہمارے ملک میں گپ
شپ لگانے کے لیے بھی وقت ہوتا ہے ایک دوسرے
کے دکھ سکھ بھی شیئر کرنے کے لیے بھی وقت مل
جاتا ہے ہمارے ملک مین لوگ زندگی بڑے نیچرل
طریقے سے گزارتے ہیں۔
زنیر نے زارا کو بتایا تھا کہ ہم اپریل کے آخر
میں پاکستان جائیں گے تب سے زارا تھوڑی تھوڑی
کر کے کئی چیزیں اکٹھی کر رہی تھیں کہ زنیر نے اسے
تحائف خریدنے سے منع کر دیا تھا مگر وہ تو رشتوں کی
نزاکت کو سمجھتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی جب کوئی امریکہ
یا یورپ سے جاتا ہے تو سب عزیز و اقارب کسی نہ کسی
گفٹ کی ضرور امید رکھتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو سو
سو باتیں کرتے ہیں ممی پاپا نے اسے اتنے پیسے دے
دیئے تھے کہ وہ پاکستان جانے کے لیے ضروری
چیزیں خرید لے جو شادی شدہ زندگی کا خاصا ہوتے
ہیں کیونکہ وہ بڑے شاندار طریقے سے پاکستان جانا
چاہتی تھی وہ اپنے سسرال والوں کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ
ایک بڑے باپ کی بیٹی ہے۔
کیا آپ نے اپنے گھر والوں کو میرے متعلق
سب کچھ بتا دیا ہے ناں۔ زارا نے پوچھا۔
ہاں ڈارلنگ بتا دیا ہے۔
پھر تمہاری ممی کیا کہتی ہیں نیرو۔
وہ کہتی ہیں جیسے تمہاری مرضی۔
وہ مجھ سے مل کر خوش ہوں گی۔
ہاں ضرور ہوں گی۔ ہاں ایک بات میں نے
نہیں بتائی۔ زنیر نے کہا تو وہ ہل سی گئی۔
کیا نہیں بتایا۔
میں نے صرف یہ بتایا کہ میں نے ایک امریکی
لڑکی سے شادی کر لی ہے یہ نہیں بتایا کہ وہ پاکستانی
اور مسلمان ہے۔
اس میں کیا مصلحت ہے۔
جب وہ تم سے ملیں گی تو جو رنجش ان کے دل
میں ہو گی وہ یہ جان کر ختم ہو جائے گی کہ تم ہم مذہب
اور ہم وطن ہو۔
نیرو وہ اگر کسی گوری چٹی میم کے منتظر ہوئے تو۔
تو کیا تم کسی گوری چٹی میم سے کم ہو زارا اپنی
دیکھو اچھے خاصے آدمی کا ایمان متزلزل کر دیتی ہو۔
خدا کی قسم شادی سے پہلے میں سوچ بھی نہیں
سکتی تھی کہ تم ایسی باتیں بھی کر سکتے ہو۔
شادی سے پہلے میں نے تمہیں کسی بات کا پتہ
ہی نہیں لگنے دیا ورنہ تم میرے جال میں کیسے پھنستی۔
اچھا تو جال بچھایا تھا تم نے زارا نے پوچھا۔
تو اور کیا جب آپ جیسی خوبصورت لڑکی کو دیکھ
کر جال تو بچھانا ہی پڑتا ہے ناں۔
ٹھہرو میں تمہیں مزہ چکھاتی ہوں۔ زارا نے
تکیے اٹھا اٹھا کر زنیر پر پھینکنے شروع کر دیئے مگر زنیر نے
اگلے ہی لمحے اسے دبوچ لیا۔

جن دنوں زارا چپکے چپکے پاکستان جانے کی
تیاری کر رہی تھی تو انہی دنوں اچانک ممی کو یاک درد
اٹھا اور ہسپتال جانا پڑا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ
اپنڈیکس ہے اور فوراً اپریشن ہو گا۔ اس وقت زارا کے
سوا کوئی نہ تھا جو ممی کے ساتھ ہسپتال میں رہتا کیونکہ
پاپا کاروبار کے سلسلے میں دوسرے شہر گئے ہوئے تھے
جب زارا دونوں ہاتھ اٹھائے ممی کے لیے دعا مانگ
رہی تھی تو زنیر ہسپتال پہنچا زنیر کا منہ لٹکا ہوا تھا زارا نے
دیکھ کر پوچھا۔
کیا بات ہے نیرو۔
کچھ نہیں۔
پریشان لگ رہے ہو۔ کچھ بتاؤ پلیز۔ میں تم کو
پریشان نہیں دیکھ سکتی پلیز جلدی بتاؤ ورنہ تمہیں
پریشان دیکھ کر تمہاری زارا کا سانس رک جائے گا
ابھی ابھی پاکستان سے کال آئی تھی میرے
ڈیڈی کو ایک دن میں دو بار ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ
ہسپتال میں ہیں اور ان کی حالت بہت نازک ہے
اس کے لے مجھے ممی نے فوراً پاکستان بلایا ہے یہ بات
کرتے ہوئے زنیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے
تو نیرو تم چلے جاؤ ناں زارا نے کہا۔
مگر زارا میں تمہارے بغیر کیسے جا سکتا ہوں۔
میں تو تمہارے بغیر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔
نیرو وقت کی نزاکت کا خیال کرو ہم دونوں تو
خوشی خوشی پاکستان جانے کے بارے سوچ رہے تھے
کسے معلوم تھا کہ ممی کا اپریشن ہو جائے گا۔ تمہارے
ڈیڈی کو ہارٹ اٹیک ہو جائے گا دیکھو نیرو غیب کی
باتیں کسی کو علم نہیں ہے مگر ہمیں اپنے آپ کو حالات
کے مطابق ڈھال لینا چاہیے نیرو تمہیں میری قسم ہے
اس طرح منہ نہ لٹکاؤ دیکھو جلدی فیصلہ کرو ورنہ تمہاری
پاپا سمجھیں گی کہ میں اتنی بے درد اور ظالم تھی کہ میں نے
تمہیں پاکستان نہیں جانے دیا جاؤ جا کر اپنی بکنگ
کراؤ۔ جاؤ شاباش۔
مگر ہماری بکنگ تو اگلے مہینے کے لیے ہو چکی
ہے زنیر نے کہا تو زارا بولی۔
ان سے کہو ایمرجنسی ہے وہ تمہاری تاریخ
فوراً بدل دیں گے میں بعد میں اسی تاریخ کو آ جاؤں گی
مگر میرا دل نہیں مانتا زارا
نیرو پلیز جاؤ ناں جلدی جاؤ فون کر کے اپنی
سیٹ کنفرم کر لو اور کل ہی روانہ ہو جاؤ جو سامان لے
جا سکتے ہو لے جاؤ باقی میں لے آؤں گی تم فکر نہ کرو
آپ کی ممی کیا کہیں گی میں ان سے ملے بغیر ہی چلا گیا
نیرو ممی کو میں سنبھال لوں گی۔
اچھا زارا ایک وعدہ کرو جونہی ممی ٹھیک ہوں گی
تم فوراً پاکستان چلی آؤ گی۔
ہاں نیرو میں وعدہ کرتی ہوں اسی تاریخ کو میں
پاکستان آنے کی کوشش کروں گی۔ ج تم نے میرے
ٹکٹ پر درج کرائی ہے جلدی جاؤ اور مجھے اپنا پروگرام
بتا دینا جاتے ہوئے زنیر اسے فون پر اتنا ہی بتا سکا کہ
اسے شام کی سیٹ مل گئی ہے اور وہ ابھی ائیر پورٹ
جا رہا ہے وقت اتنا کم ہے کہ ملنے کے لیے بھی نہیں آ
سکتا۔ زارا نے اسے بڑی خوشدلی سے خدا حافظ کہا
اور اداس دل کے ساتھ فون بند کر دیا۔
پندرہ دن بعد جب زارا اپنے اپارٹمنٹ
میں آئی تو اس کا دل بے حد اداس اور بوجھل تھا دروازہ
کھولا تو اداسیوں کے ناگ پھن پھلائے اسے ڈسنے کو
بڑھے کیونکہ اسی کمرے میں زارا کے سہاگ کی شوخ
و چنچل بے شمار راتیں بسر ہوئی تھیں اور یہی اس نے
محبت کے سارے مرحلے طے کئے تھے اسے زنیر کا
والہانہ پن بے اختیار یاد آنے لگا اس کی باتیں اس کی
چاہت وہ بے اختیار یہ غزل گنگنانے لگی۔

زندگی صرف اسی دھن میں گزارے جائیں
بس تیرا نام تیرا نام پکارے جائیں
زندگی صرف اسی دھن میں گزارے جائیں
جب ملاقات نہ تھی تب تو کوئی بات نہ تھی
اب یہ تنہائی کے دن کیسے گزارے جائیں

بس تیرانام تیرانام پکارے جائیں
جب یہ طے ہے یہاں کوئی نہیں آئے گا
پھر کس کی خاطر یہ درو بام سنوارے جائیں
بس تیرانام تیرانام پکارے جائیں
میں اندھیروں میں نہیں میں تو وہاں جاؤں گی
وہ جہاں ساتھ میرے چاند ستارے جائیں
بس تیرانام تیرانام پکارے جائیں
زندگی صرف اسی دشت میں گزارے جائیں
بس تیرانام تیرانام پکارے جائیں

زنیر کے خیالوں میں وہ کافی دیر ڈوبی رہی اور گنگناتی رہی جب غزل ختم ہوئی تو وہ آگے بڑھ کر پلنگ پر بیٹھ گئی بیٹھے بیٹھے کافی دیر گزر گئی تو اٹھ کر اس نے کمرہ صاف کرنا شروع کردیا کیونکہ آج کل فیروزہ بھی نہیں تھی فیروزہ اور کریم چھٹیاں گزارنے سوئٹیرز لینڈ گئے ہوئے تھے۔ کمرے کی صفائی کے بعد زارا نے الماری کھولی تو حیران رہ گئی وہاں زنیر کا کوئی کپڑا نہیں لٹک رہا تھا یہ الماری تو زنیر کے کپڑوں سے بھری ہوئی تھی اور جلدی میں ان سب کو لے جانا کافی مشکل تھا پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے پتہ چلا کہ زنیر اپنا سب سامان لے گیا ہے بس دوچار میلے کپڑے اور جوتے رہ گئے تھے حتی کہ جو گفٹ گاہے بگاہے زارا خرید کر اس سوٹ کیس میں رکھتی تھی وہ گفٹ سمیٹ سوٹ کیس بھی لے گیا تھا اچھا زارا نے سوچا ممکن ہے نیرو نے سوچا ہو کہ میں اکیلی اتنا لمبا سفر کروں گی اس لیے وہ سب سامان لے گیا ہے تاکہ میرا سفر آسان اور آرام دہ رہے جاتے وقت زارا نے زنیر سے کہا تھا نیرو جاتے ہی مجھے فون کرنا مگر ابھی تک فون نہیں آیا تھا ہوسکتا ہے اس کی ڈیڈی فوت ہوگئے ہوں اور اسے فون کرنے کی فرصت نہیں ملی ہو ممکن ہے آج کل میں اس کا فون آجائے یہ سوچ سوچ کر زارا کے سر میں درد ہونے لگا اس نے اٹھ کر ایک کپ کافی بنائی اور ساتھ میں بسکٹ پکڑے اور آکر بستر پر بیٹھ گئی۔ اپنی ٹانگوں پر کمبل ڈال لیا اور پھر پچھلی باتوں کو یاد کرنے لگی زنیر کا آنا اس سے ملنا اور پھر شادی کے مناظر ایک سال میں کتنی تبدیلیاں آگئی تھیں زندگی میں کافی پی کر اس نے کپ ٹیبل پر رکھا اور تکیہ سرکا کر سونے لگی اسکو ہمیشہ سے عادت تھی جب بھی اداس ہوتی تھی سوجایا کرتی تھی جونہی اس نے تکیہ دوبارہ اٹھا کر دوبارہ رکھنا چاہا تو اس کے نیچے سے ایک لفافہ نظر آیا زارا نے بے تابی سے وہ لفافہ اٹھا کر دیکھا اس پر لکھا تھا زارا کے نام۔ زارا نے وہ لفافہ اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس نے سوچا کہ شاید جاتے جاتے نیرو ایک محبت بھرا خط لکھ کر تکیے کے نیچے رکھ گیا ہے تاکہ زارا اداسیوں کے ٹھنڈے اندھیروں میں اترنے سے بچ جائے لفافہ کافی وزنی تھا۔ وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی کیونکہ وہ خط پڑھ کر مزہ لینا چاہتی تھی اس نے لفافہ چاک کیا تو ایک چھوٹا سا پرزہ پہلے باہر آگیا زارا۔ لفظ معافی بہت چھوٹا ہے اس لیے میں تم سے معافی مانگتے ہوئے بھی شرمار ہا ہوں مگر بالاخر اسی لفظ معافی کا ہی مجھے سہارا لینا پڑے گا شروع سے بتاتا ہوں جب میں امریکہ آرہا تھا تو دوستوں نے مجھے غلط قسم کی ہدایات دیں جس کی وجہ سے میں بھی یہ سمجھنے لگا کہ امریکہ میں لوگ صرف عیاشی کرنے کے لیے آتے ہیں اتفاق ہے مجھے تم مل گئیں خدا کی قسم تمہیں پھنسانے کا میرا پہلے پہل ارادہ نہ تھا مگر جب تم اپنی تمام تر معصومیت کے ساتھ میرے قریب آتی چلی گئی تو مجھے اس کھیل میں مزہ آنے لگا میں شاید یہ کھیل رچا کر چھوڑ دیتا مگر تم تو بالکل مشرقی لڑکی ثابت ہوئی شادی کے بغیر تم نے میرے قریب آنے سے انکار کر دیا۔ تم مرد کی فطرت کو نہیں جانتی ہو اپنے نفس کے بہنے وہ کسی کی زندگی کی پرواہ نہیں کرتا امریکہ میں تم جیسی لڑکی کا مل جانا اتنا خوبصورت حادثہ تھا اور میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا اس لیے میں شادی پر آمادہ ہوگیا۔ مگر میں نے دانستہ آپ کو بچوں کو چکر

میں نہیں ڈالا تم میرا یہ احسان مانوگی جتنا اچھا اور خوبصورت آپ کے ساتھ میں نے گزارہ ہے شاید کسی امریکی لڑکی کے ساتھ نہ گزار سکتا مگر افسوس تم نے مجھ پر اندھا اعتبار کر کے ٹھوکر کھائی میں تمہیں نہ بتا سکا کہ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں میرے تین بچے ہیں دو بیٹے اور ایک بیٹی میرے والدین نے جاتے وقت مجھ سے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر میں نے وہاں شادی کرلی تو وہ مجھے عاق کردیں گے میں نے یہاں پر اپنی شادی کرلی اور اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی تھی اور خوش قسمتی سے یہ خبر یہاں پہنچی بھی نہیں اب میں کئی دنوں سے تم سے جان چھڑانے کی فکر میں تھا تمہاری ممی نے بیمار ہو کر یہ موقع فراہم کردیا اور میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر جارہا ہوں میری اس کمینگی کو معاف کردینا کیونکہ میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا اس طرح کرنے سے میرے بچوں کی زندگی برباد ہوجائے گی تم چونکہ امریکہ میں رہتی ہو ان ملکوں میں طلاق کو معیوب نہیں سمجھا جاتا یہاں تو لڑکیاں تقریبا شوہر بدل لیتی ہیں تم بھی اس شادی کو ایک حسین تجربہ سمجھ کر بھول جانا اس لفافے میں طلاق نامہ بھی ہے اور تمہارے مہر کا ایک چیک بھی ہے اور ہاں آئندہ کسی پردیسی پر اتنی جلدی اعتماد نہ کرنا۔ آپ کا گناہگار۔ زنیر احمد صدیقی۔

زارا نے سر گھٹنوں میں رکھ لیا اور زاروقطار آنسو اسکی آنکھوں سے بہنے لگے میرے ہم وطن میرے ہم مذہب زنیر احمد صدیقی تو نے مجھے عرش سے فرش پر لا پھینکا ہے مجھے داغ تمنا دیا ہے میری کوری زندگی پر سیاہی پھینک دی ہے آرزوؤں کے لق دق میدان میں آبلہ پا چھوڑ دیا ہے اپنی بیٹی کے مستقبل کی فکر میں تم نے کسی کی بیٹی کی زندگی برباد کردی۔ نیرو امریکہ میں ایسی لڑکیاں مل جاتی ہیں جو ایک رات ایک ہفتہ ایک مہینہ یا ایک سال کا سودا کرلیتی ہیں یہاں اس شادی کے بغیر رہنا ایک فیشن بن گیا ہے یہاں آدم وحوا کے کسی بھی روپ کوئی نہیں پہنچانتا۔ تم کسی ایسی لڑکی کا انتخاب کرتے جو ایسے جذبات سے عاری ہوتی۔۔ مگر میں تو مانگ میں سہاگ کی افشاں جنم سے مرگ تک سجانا چاہتی تھی ہمیشہ تمہاری بن کر رہنا چاہتی تھی۔۔ صدیوں کی پاگل ہوں میں ساری تاریخ میری دیوانگیوں سے بھری پڑی ہے کب سے منتظر تھی راہ دیکھ رہی تھی دل میرا کوہ نور ہیرے کی مانند تھا زنجیروں کے اندر چھپا کے رکھا تھا کہ کہیں چوری نہ ہوجائے مگر افسوس قیمتی چیزیں پھر بھی چوری ہوجاتی ہیں گزرے دنوں کی تھکن جاتی کیوں نہیں غم ناپسندیدہ مہمان بن کر دل میں کیوں ٹھہر جاتا ہے پہلی ہی بھول گلے کی پھانس کیوں بن جاتی ہے دنیا والے مجھے سمجھاتے ہیں کہ تیری پرورش امریکہ میں ہوئی ہے مجھے ہر غم بیچ دینا چاہیے تھا مگر نیرو میرے اندر سے تو نکلے تو پھر ناں نیرو نیرو جی بہت اداس ہے لیکن جی کا کیا ہے یہ تو وہ ننھا بچہ ہے جو کھلونا توڑ کر مچلتا ہی رہتا ہے نیرو دل کے آس پاس درد بھی رہتا ہے یہ درد تو چاند کا ہالہ ہے نیرو لالے کے بغیر تم نے کوئی چاند دیکھا ہے نیرو۔ نیرو۔ نیرو۔

ایک بار تم نے یہ چاند کھیلنے کو مانگا تھا اور میں نے اپنا دل دے دیا تھا تم نے اس سے خوب کھیلا اور جب جی بھر گیا تو اسے توڑ کر چل دیئے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے نوازیئے گا ایک شعر کے ساتھ اجازت۔

محبت کے لے دل ڈھونڈا ایسا ٹوٹنے والا
یہ وہ شے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

اس کی قربت میں قرار بہت تھا
اس کا ملنا دشوار بہت تھا
وہ جو میرے ہاتھ کی لکیروں میں نہیں
اس شخص سے مجھے پیار بہت تھا

ریاض احمد۔ باغبانپورہ۔ لاہور

زندگی ملی تو کیسی

---تحریر۔ سمیرا ریاض۔ گاؤں رتوال۔ اٹک

شہزادہ بھیا، آج پھر آپ کی محفل میں شامل ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے۔ یہ کہانی میری ایک دوست کی ہے جس نے کسی سے محبت کی اور اس نے بھی اس سے محبت کی۔ لیکن دنیا والوں نے ان کو ملنے نہ دیا زندہ رہ کر تو نہ سہی لیکن مر کر انہوں نے اپنی محبت کو امر کر دیا۔ جو قسمیں انہوں نے ایک ساتھ کھائی تھیں جو وعدے انہوں نے ایک ساتھ کئے تھے وہ سب پورے ہو گئے لیکن زندہ رہ کر نہیں مر کر۔ آج سب کو بکھر چکا ہے کوئی قبروں میں پڑا ہوا ہے اور کوئی راہوں میں۔۔ اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کے دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ یا رائٹر نہ ہوگا۔

علیز ایک بہت ہی ذہین اور خوبصورت لڑکی تھی اس لیے ہر کوئی اسے دوستی کرنا چاہتا تھا لیکن وہ کسی سے بھی نہیں ملتی اور نہ ساتھ بیٹھتی تھی کالج میں ایک واحد شخصیت تھی جو اس کو اچھی لگتی تھی وہ واحد شخصیت معین کی تھی۔ معین بھی ایک ذہین اور خوبصورت نوجوان تھا وہ بھی کسی سے نہیں ملتا اور اپنی ذات میں مگن رہتا ایک دن کالج میں کچھ لڑکوں نے کہا۔

علیز یار ہم بھی اس کالج میں پڑھتے ہیں ہمارے پاس بھی بیٹھ جایا کرو۔

دیکھئے پلیز۔

دیکھ ہی تو رہے ہیں علی اور اس کے دوستوں نے علیز کو پاؤں سے سر تک دیکھا پھر بلند آواز میں قہقہہ لگانے لگے معین بھی دور بیٹھے ان کو دیکھ رہا تھا علیز کو بہت غصہ آیا لیکن وہ کچھ کہے بغیر ہی وہاں سے چلی گئی وہ جب کلاس اٹینڈ کرنے کے بعد باہر آئی اور دیکھا کہ معین اکیلا بیٹھا کچھ پریشان لگ رہا ہے تو اس کے پاس چلی گئی۔

آج آپ نے کلاس اٹینڈ نہیں کی اور پریشان بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ کیا بتاتا کہ وہ کیوں پریشان ہے اس کے سامنے اس کی محبت کو رسوا کیا گیا تھا اس لیے وہ خاموش بیٹھا رہا کیونکہ جس سے محبت کی جاتی ہے اس کو بدنام نہیں کیا جاتا معین بھی علیز کو دل ہی دل میں بہت پسند کرتا تھا معین کو علیز سب سے جدا نظر آئی تھی مسٹر معین علیز کی بات سے چونک گیا تھا۔

جی بیٹھیں کھڑی کیوں ہیں وہ علیز کی بات سے ہوش میں آتے ہوئے بولا۔

نہیں نہیں میں جاتی ہوں میں یہاں سے گزر رہی تھی تو آپ کو دیکھا کہ آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں سو آپ کے پاس چلی آئی۔

وہ سر میں درد تھا اس لیے کلاس بھی اٹینڈ نہیں کر سکا آپ بیٹھیں۔

نہیں میں چلتی ہوں اللہ حافظ۔ وہ چلی گئی۔

آج پہلی بار معین اور علیز کی براہ راست بات ہوئی تھی اور پھر ان دونوں کے درمیان دوستی ہو گئی اور یہ خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ دوستی محبت میں کیسے بدل اب علیز اور معین ساتھ اٹھتے تھے اور ساتھ بیٹھتے تھے

ایک دن جب معین کالج نہیں آیا تو علیز بہت پریشان تھی کہ وہ آج کیوں نہیں آیا اس نے بیگ میں موبائل نکالا اور معین کا نمبر ڈائل کیا علیز مسلسل کال کر رہی تھی لیکن معین کا بخار سے برا حال تھا اس لیے وہ علیز کی کال ریسو نہ کر پا رہا تھا لیکن ایک وہ تھی کہ اسے وہ مسلسل کال کرتی جا رہی تھی اتنے میں معین کی بہن کمرے میں آئی اس نے دیکھا کہ معین کا موبائل بج رہا ہے اس نے فون اٹھایا اور کال اٹینڈ کی اور پھر بولی۔

ہیلو کون۔

میں معین کی دوست علیز بات کر رہی ہوں آج معین کالج نہیں آئے اور میری کال بھی وہ ریسو نہیں کر رہے ہیں خیریت تو ہے۔

جی خیریت تو ہے لیکن وہ۔

لیکن کیا علیز گھبرا کر بولی۔

وہ بھائی کو رات سے سخت بخار ہے رات بھر سوئے بھی نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے کچھ کھایا ہے اور ابھی تک سوئے پڑے ہیں۔

اف۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔ اور بولی۔ سنو جب تمہارے بھائی اٹھیں تو ان سے کہنا کہ علیز کی کال آئی تھی اور وہ ان کی وجہ سے بہت پریشان ہے اور ان کی کال کا انتظار کر رہی ہیں۔

او کے میں بتا دوں گی اتنا کہہ کر بہن نے فون بند کر دیا اور علیز پریشان ہو گئی کہ معین تو کل تک بالکل ٹھیک تھا اچانک اس کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ یہ سب سوچتے ہوئے گھر کی طرف چل دی اس کو ایک لمحہ بھی سکون نہ مل رہا تھا کمرے میں پہنچتے ہی وہ سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

بیٹی کھانا تیار ہے آ جاؤ کھا لو۔

نہیں امی مجھے بھوک نہیں ہے۔ اس کو بس معین کی فکر لگی ہوئی تھی کہ اس کو یکدم کیا ہو گیا ہے وہ کمرے میں پہنچی تو اس نے موبائل نکالا تو اس میں معین کا میسج موجود تھا اس نے جلدی سے اوکے کیا لکھا تھا۔ پیاری علیز سوری میں تم کو کال نہ کر سکا چونکہ آج میری طبیعت بہت ہی خراب ہو گئی تھی جب تم کالج سے گھر آؤ گی تو میں تمہیں کال کر لوں گا یہ میسج ابھی پڑھ رہی تھی کہ معین کی کال آ گئی۔ اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

ہیلو۔ کیسی ہیں آپ۔

جناب مجھے چھوڑیئے اپنی سنائیں کہ محترم صاحب کی طبیعت اب کیسی ہے۔

اب بہت بہتر ہوں تم یہ بتاؤ کہ میرے بغیر دن کیسے گزرا۔ معین نے پوچھا۔

معین یہ تو وہی بات ہوئی کہ دل پر چلا کر خنجر اب پوچھتے ہو کہ چوٹ کہاں آئی ہے۔ علیز کی اس بات پر معین مسکرا دیا۔

ارے یار ایسی کوئی بات نہیں۔

یہ تمہارے لیے معمولی بات ہے لیکن میرے لیے نہیں علیز نے دکھی لہجے میں کہا۔

اچھا سوری آئندہ کوئی غلطی نہیں ہو گی سوری پھر دونوں ہی مسکرا دیئے اور گھنٹوں باتیں کرتے رہے۔ جو جو دلوں میں تھا کہتے رہے سنتے بھی رہے کہتے بھی رہے۔

ایک دن کالج میں علیز نے معین سے کہا معین سچ بتانا تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو۔

اتنی جتنی کہ چائے میں چینی ہوتی ہے۔

وہ مسکرا دی اور کہا معین اگر میری شادی تم سے نہ ہوئی تو کیا کرو گے۔

علیز کی یہ بات سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے اور روتے ہوئے بولا علیز میں امیر لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہاں اگر ایسا ہوا تو میں تمہاری خاطر اپنی جان دے دوں گا۔

اف تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو اور مجھے رسوا بھی نہیں کرنا چاہتے واقعی معین تمہاری محبت سچی ہے اور مجھے تم پر فخر ہے اور میں یہ بھی تم کو بتا دوں کہ میں بھی تم سے ایسی ہی محبت کرتی ہوں جیسی تم مجھ سے کرتے ہو اگر تم مجھے نہ ملے تو میں یہ دنیا ہی چھوڑ جاؤں گی تمہارے بغیر اس دنیا میں جی کیا کرنا ہے مجھے۔ لیکن میں گھر والوں سے اپنی محبت کو پوشیدہ نہیں رکھوں گی میں سب کچھ بتا دوں گی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور بہت کرتی ہوں میں اپنی محبت کو امر کرنا چاہتی ہوں۔

ہاں علیز ہماری محبت شفاف اور سچی ہے انشاء اللہ اس کو ہم امر کریں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

انشاء اللہ۔ علیز نے کہا اور پھر دونوں اٹھ کر گھروں کو چلے گئے علیز نے گھر پہنچ کر ماما سے بات کی اور کہا۔

ماما میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں

ہاں بیٹی کہو۔ ماما نے پیار سے کہا۔

وہ دراصل ماما کالج میں اور معین ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے شادی کرنا چاہتے ہیں میں معین کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

ماما نے اس کی باتوں کو غور سے سنا اور اس کے چہرے کی طرف دیکھا جو آنسوؤں سے بھیگ رہا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ تڑپ اٹھی اور اس نے علیز کو سینے سے لگا لیا اور بولی۔

بیٹی تم فکر مند نہ ہو میں تمہارے پاپا سے بات کروں گی اور ان کو منا لوں گی۔

واقعی ماما۔ آپ بہت سویٹ ہیں۔

ماما مسکرا دیں۔ چل تو کھانا کھا لے میں آج ہی تمہارے پاپا سے بات کروں گی۔ وہ بہت خوش تھی کیونکہ اس کو کچھ ملن کی روشنی دکھائی دی تھی۔ اسے یوں لگا تھا جیسے وہ اپنے محبوب کو پا لے گی۔ سو اس کو اب پاپا کا انتظار تھا جو شام کو آ گئے تھے وہ اپنے کمرے میں تھی اور دیکھ رہی تھی کہ ماما پاپا سے کچھ کہہ رہی تھی پھر وہ ان کی باتیں سننے لگی ماما نے سب کچھ بتا دیا تھا اور پاپا پہلے تو کچھ غصہ ہوئے لیکن ماما کے سمجھانے پر وہ مان گئے اور کہا میں معین سے خود ملوں گا۔ علیز ساری باتیں سن کر بہت ہی خوش ہوئی اس نے جلدی سے معین کو فون کر دیا اور ماما پاپا کے درمیان ہونے والی تمام باتیں اس کو بتا دیں کہ پاپا مان گئے ہیں اور وہ کسی بھی دن کسی بھی وقت تم سے مل سکتے ہیں۔

واقعی علیز۔ اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

ہاں واقعی معین میں بہت خوش ہوں کہ خدا نے ہماری منزل کو آسان کر دیا ہے۔ دونوں ہی گلاب کے پھولوں کی مانند کھل رہے تھے آج انہوں نے بہت ساری باتیں کی اپنے اپنے دلوں میں چھپے محبت کے ایک ایک لفظ کو ایک دوسرے تک پہنچا دیا۔

کسی لمحے در حوصلہ پر آ پڑوں شاید
ٹھہرو کہ میں دل کی بات کہوں شاید
تمہارے نکلتے میں دیر سہی پھر بھی
راہ ہجر پر بعد تمہارے چلوں شاید
آج کسی پہر تیرے آنگن کے دریچے میں
خوشبو کے بھیس میں میں پھروں شاید
کھولوں گی زنیں در کسی آہٹ پر
ہاں مگر تیری دستک پر جاگ اٹھوں شاید
میرے ساتھ ساتھ چلنا اے حوصلہ جان
گرتے ہوئے تیرے شانے پر ہاتھ رکھوں شاید

وہ غزل گنگنائے جا رہی تھی اور ادھر معین بھی اسی طرح اس کی یادوں میں کھویا ہوا تھا اور اس کی شان میں قصیدے کہہ رہا تھا۔

حسین چاندنی رات ہے اور میں ہوں
مہکتی تیری یاد ہے اور میں ہوں
جسے پڑھ نہ پائے نگاہوں سے
وہی ان کہی بات اور میں ہوں

علیز معین کا انتظار کر رہی تھی کہ اتنے میں علیز کا انتظار ختم ہوا اور معین روشن چہرے کے ساتھ علیز کی دہلیز پر کھڑا وہ علیز کو کن آنکھوں سے دیکھ رہا تھا یہ وہی جانتا تھا اور علیز بھی معین کو اپنے آنگن میں پا کر بہت خوش تھی جسے اسے آج دنیا کی ہر خوشی مل گئی ہو واقعی ہی علیز کی سب سے بڑی خوشی معین ہی تھا علیز معین کو لے کر امی ابو کے پاس آ گئی معین کو بہت خوشی ہوئی تھی اس کے ماما پاپا سے مل کر علیز نے معین کو بیٹھا کر خود ماما کے پاس بیٹھ گئی تھی اتنے میں علیز نے ابو کو بتایا کہ یہ معین ہیں جن کے بارے میں میں نے بات کی تھی۔ انہوں نے ایک نظر معین کی طرف دیکھا۔

دیکھو بیٹا میں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا ہوں اور یہ سب کچھ تمہیں ہی بتانا ہوگا کہ تمہارا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے جو کچھ بھی بتانا سچ بتانا جھوٹ کا سہارا لے کر بات کرنے کا میں عادی نہیں ہوں باپ نے ایک ہی سانس میں تمام سوال کر دیئے جو ایک باپ کو کرنے چاہیے تھے۔

انکل میں علیز کے ساتھ کالج میں پڑھتا ہوں اور میرے پاپا سرکاری ملازم ہیں اور اک چھوٹا سا معمولی سا گھر ہے۔ معین خود بھی صاف گو اور اچھا لڑکا تھا اس نے تمام حقیقت سچ بتا دی۔

یہ سن کر علیز کے باپ کو غصہ آ گیا۔ انکو اس کی سنائی ہوئی حقیقت ذرا بھی پسند نہیں آئی تھی وہ انکی نظروں میں غریب لڑکا تھا اور ان کے خواب بہت اونچے تھے انکے منہ میں جو جو آیا وہ کہتے چلے گئے معین کی انہوں نے اچھی طرح سے بے عزتی کر ڈالی تھی علیز جو کہ کچن میں چائے بنا رہی تھی یہ سب کچھ سن رہی تھی وہ بھی آ گئی اور اس نے دیکھا کہ معین پریشان سا کھڑا تھا وہ بھی معین کے پاس ہی جا کر کھڑی ہو گئی۔ ایک نظر پاپا کو دیکھا اور ایک نظر معین کو

پاپا کیا بات ہے۔ اور معین کیا ہوا ہے تمہیں۔ ایک ہی وقت میں وہ دونوں سے مخاطب تھی۔

علیز مجھے بہت افسوس ہے کہ میری بیٹی ایک سرکاری ملازم کے بیٹے سے شادی کرنے کا فیصلہ کیئے ہوئے ہے اس معمولی لڑکے کی خاطر تم نے میرے بھتیجے کا رشتہ ٹھکرا دیا۔ اب میں سمجھا کہ تم سے نہیں تمہارے باپ کی دولت سے محبت کرتا ہے۔ معین جو سب کچھ سن رہا تھا اور انکی باتیں برداشت کر رہا تھا بولا۔

انکل پلیز میں غریب ضرور ہوں لیکن لالچی نہیں ہوں میں نے علیز سے سچی محبت کی ہے آپ کی دولت سے نہیں اور انکل پلیز اس میں میرے ابو کا کوئی قصور نہیں ہے آپ پلیز ان کو مت اپنی باتوں میں گھسیٹئے جو کہنا ہے مجھے کہیں۔

بکواس بند کر اپنی نچلی ذات کی اولاد۔ یہ الفاظ معین کو تیر کی طرح اس کے دل پر لگے اور جانے کیا کیا محبت کی اتنی سزا ملے گی وہ نہیں جانتا تھا اور علیز بت کی طرح کھڑی تھی اور پھر اپنی محبت کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بول پڑی۔

ابو بس کریں اگر اس نے مجھ سے محبت کی ہے تو میں نے بھی تو اس سے محبت کی ہے اور کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی آپ معین کے بارے میں یہ سب کچھ جانتے تھے اس کے باوجود بھی آپ نے اس کو گھر بلایا۔ کیوں ابو کیوں۔ کیا معین کو گھر بلا کر ذلیل کرنا تھا یا صرف محبت کر سکتے ہیں امیر محبت کیا کریں گے وہ دولت سے خریدتے ہیں آپ کی طرح میں آپ کو بتاتی ہوں کہ معین میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری شخصیت ہے اگر یہ میرا نہ بن سکا تو میں بھی کسی کی نہیں بنوں گی یہ میرا ابھی آخری فیصلہ ہے معین مجھے معاف کر دینا میں نہیں جانتی تھی ان لوگوں نے تم کو صرف ذلیل کرنے کے لیے یہاں بلایا تھا یہ تمہاری بے عزتی

نہیں ہے بلکہ میری بے عزتی ہے یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیزی سے جاری تھے اس کے باوجود وہ بولے جا رہی تھی معین میں تم سے سچی محبت کرتی ہوں اگر میں تمہاری دلہن نہ بن سکی تو پھر کسی کی بھی نہیں بن سکوں گی اگر ابو آپ نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میری ڈولی کی جگہ جنازہ نکلے گا سن لیا ابو آپ نے۔

تیری یہ ہمت کہ باپ کے سامنے زبان چلائے وہ غصہ سے چیخ اٹھے اور اٹھ کھڑے ہوئے اور کمرے میں دھکا دے کر اسے کمرے میں بند کر دیا اور معین کو دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیا۔ معین اپنی بے عزتی برداشت کر سکتا تھا لیکن علیز کی نہیں اپنے باپ کی نہیں۔ وہ اپنی موٹر سائیکل کو فل سپیڈ چلائے جا رہا تھا ور اپنی محبت کی رسوائی پر ماتم بھی کئے جا رہا تھا ایسی ہی کیفیت میں اس نے علیز کے باپ کے لیے یہ الفاظ استعمال کئے۔

اگر یہ جان جاؤ تم
تو میرے پاس آنا تم
میری بنجر ہوتی آنکھوں میں جلتے خواب کو تکنا
اور ان کا مرثیہ سننا
اگر ایسا نہیں ممکن
تو میری زندگی کی ڈائری کو کھل کر پڑھنا
کہ
اس کے ہر ورق پر آنسوؤں کی مات لکھی ہے
جو آپ سے کہہ نہیں پایا
وہ ہر وقت کی بات لکھی ہے
ابھی بھی کچھ وقت باقی ہے
بدل جاؤ پگھل جاؤ
کہیں ایسا نہ ہو
یہ وقت ہاتھوں سے پھسل جائے
رشتہ ہی بدل جائے
اگر کھو گیا میں تو پھر بھی کچھ چھوٹ جائے گا
مقدر روٹھ جائے گا
تو پھر تم جان جاؤ گے
کوئی کیسے اجڑتا ہے
کوئی کیسے بکھرتا ہے

وہ یہی سوچ رہا تھا کہ کاش علیز کے باپ نے اس بات کو جانا ہوتا۔ کہ میں اور علیز ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہیں کاش۔ کاش۔ معین نے ایک ہاتھ آنکھوں پر اور ایک ہینڈل پر رکھا ہوا تھا۔ جانے یہ حادثہ کب ہو گیا کچھ خبر نہیں ہوئی ٹرک کی تیز رفتار اور موٹر سائیکل کی باریک فیل ہونا تھا یہ حادثہ اتنا شدید تھا کہ ٹرک ڈرائیور کی بھی جان بچنے کی کوئی امید نہ تھی کیونکہ موٹر سائیکل سے ٹکرا کر ٹرک کھائی میں گر گیا اردگرد کے لوگوں نے دونوں کو ہسپتال میں پہنچا دیا۔ ٹرک ڈرائیور تو ہسپتال میں پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ گیا تھا اور معین کی کوئی خبر نہ تھی اس حادثے سے معین کے سر پر بہت گہری چوٹیں آئی تھیں اور ان چوٹوں کی وجہ سے معین کومہ میں چلا گیا تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ کومہ میں سے اگر یہ باہر آئے بھی تو یادداشت جانے کا خطرہ ہے یہ معین کے گھر والوں کے لیے بہت بڑا صدمہ تھا اور جب علیز کو یہ خبر ملی تو جیسے اس کی دنیا ہی اجڑ گئی۔

مرحلے شوق کے دشوار ہوا کرتے ہیں
سائے بھی راہ کی دیوار ہوا کرتے ہیں
وہ جو سچ بولنے کی قسم کھاتے ہیں
وہ عدالت میں بھی گناہگار ہوا کرتے ہیں
صرف ہاتھوں کو نہ دیکھ کبھی آنکھوں کو بھی پڑھ
کچھ سوالی بڑے خوددار ہوا کرتے ہیں
وہ جو پتھر یونہی رستے میں پڑے رہتے ہیں
ان کے سینے میں بھی شاہکار ہوا کرتے ہیں
صبح کی پہلی کرن جن کو رلا دیتی ہے
وہ ستاروں کے عزادار ہوا کرتے ہیں
جن کی آنکھوں میں سدا پیاس کے صحرا چمکیں

درحقیقت وہی فنکار ہوا کرتے ہیں
شرم آتی ہے کہ دشمن کیسے سمجھیں ان کو
دشمنی کے بھی تو معیار ہوا کرتے ہیں

علیز نے خود کو کمرے میں بند کرلیا۔ اور کھانا کھاتی نہ ہی کسی سے بات کرتی۔ سب کو ہی معین کا قاتل سمجھتی تھی۔ اگر کوئی اسے مجبور کرتا تو وہ صرف اتنا کہتی معین آج جس حال میں ہے وہ آپ لوگوں کی وجہ سے ہے اگر معین کو کچھ ہوا تو میں بھی اپنی جان دے دوں گی ابو آپ میری خوشیوں کے قاتل ہیں میں آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گی سنا آپ نے کبھی بھی معاف نہیں کروں گی وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر روتی رہتی۔ پھر اس کی دوست نے اس کو کال کی اس کی دوست لاہور میں رہتی تھی لیکن آجکل ایک ہسپتال میں نرس کے کام سرانجام دے رہی تھی اس نے تمام خیالات علیز کے گوش نظر کئے کیونکہ اس نے علیز اور معین کو ساتھ دیکھا تھا اور وہ جانتی تھی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں ایمان معین کے بارے میں علیز کو بتایا۔

معین کومہ میں ہے اور اگر وہ کومے سے باہر آتا ہے تو یادداشت جانے یا ڈیتھ ہونے کا خطرہ ہے ایمان نے علیز سے صرف اتنا کہا کہ تمہارے ابو اپنی انا کی خاطر آج چار زندگیاں تباہ ہو چکی ہیں معین کے ابو کو تو دنیا کا ہوش نہیں ہے کہ وہ کہاں ہیں کیا کر رہے ہیں اور ماں اور بہن رو رو کر نڈھال ہو چکی ہیں علیز تم خود سوچو کہ کوئی بیٹا اپنی توہین تو برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے باپ کی نہیں بس علیز یار صرف اب دعائیں ہی معین کی زندگی کو بچا سکتی ہیں دعائیں ہی اس کو دوبارہ زندگی کی طرف لا سکتی ہیں علیز یہ سن کر برداشت نہ کر سکی اور نیند کی گولیوں کی پوری بوتل منہ سے لگالی گولیوں کی مقدار بہت زیادہ تھی اس لیے کھاتے ہی اسے چکر آگیا اور وہ بیڈ پر ہی گر پڑی اس کی ماں کو کمرے میں شیشی کے ٹوٹنے کی آواز سنائی دی تو وہ بھاگتی بھاگتی کمرے میں گئی اور علیز کو بستر پر گہری نیند سوئے ہوئے دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گئی اس نے اپنے شوہر کو آواز دی۔ شام کا وقت تھا باپ گھر میں ہی موجود تھا جب اس نے اپنی بیٹی کا یہ حال دیکھا تو کانپ کر رہ گیا اور جلدی سے ہسپتال لے گیا۔ اور یہ اتفاق کی بات تھی کہ جس ہسپتال میں علیز کو لایا گیا تھا وہاں ہی معین پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے جلدی سے اس کا چیک اپ شروع کر دیا اور پھر بتایا کہ علیز کی دماغ کی رگ بری طرح ڈیمج ہو چکی ہے اور انکی جان کو خطرہ ہے ان کے بچنے کی کوئی بھی امید نہیں ہے رات کے کسی حصے میں علیز کو ہوش آیا تو وہ بولی ماں ابو نے میری ساری خوشیاں مجھ سے چھین لی ہیں اور میں اب زندہ رہ کر کیا کروں گی میرے معین نہیں تو میں بھی نہیں یہ کہہ کر علیز نے زندگی ہار دی۔ اس کی امی اپنی بیٹی کا صدمہ برداشت نہ کر سکی اور اس کا دل بھی بند ہو گیا۔ وہ بھی اسی بستر پر گر گئی جہاں علیز موت کی وادی میں اتری ہوئی تھی وہ بھی زندگی ہار گئی تھی ڈاکٹروں نے دونوں کو دیکھا اور مکمل تسلی کے بعد کہا علیز کی ڈیتھ ہو گئی ہے اور اس کی ماں کی بھی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ باپ نے جب دو موتیں دیکھی تو وہ ایک ستون کے ساتھ سر ٹیک کر بیٹھ گیا۔ ایمان بھاگتی ہوئی علیز کے پاس آئی تو وہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی سفید چادر میں۔ اور وہ بھاگتی ہوئی معین کے کمرے میں گئی تو وہ بھی زندگی کی بازی ہار چکا تھا اس کے مردہ جسم کو سفید چادر میں ڈھانپ دیا گیا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی شاید معین کو اپنی علیز کا ہی انتظار تھا اس کے ہونٹوں سے یہ شعر پھسل گیا۔

زندگی ملی تو کیا ملی
بن کے بیوفا ملی

اتنے میرے گناہ نہ تھے
جتنی مجھے سزا ملی۔

آج معین اور علیز نے اپنی قسمیں سچ کر دکھائی تھیں انہوں نے جو ایکدوسرے سے وعدے کئے تھے وہ پورے کر دیئے تھے۔ دونوں نے جی کر تو نہیں مر کر اپنی منزل کو پالیا تھا اور علیز کا باپ جو دولت کے نشے میں مست تھا جس کو غریب انسان انسان دکھائی نہ دیتا تھا آج فقیروں جیسی زندگی بسر کر رہا ہے نہ دنیا کی خبر ہے اور نہ ہی اپنی۔ بس پاگلوں کی طرح اپنی زندگی گزار رہا ہے وہ سوچ رہا تھا کہ کاش وہ ایسا نہ کرتا وہ اپنی بیٹی کی خوشیوں کو دیکھ لیتا تو آج وہ نہ تو اس حالم میں ہوتا نہ علیز زندگی کی بازی ہارتی نہ اس کا پیار اس سے چھنتا اور نہ ہی اس کی ماں بیٹی کی جدائی میں اس کے پاس پہنچتی لیکن اب یہ صرف سوچ تھی اس کو اس کے کئے کی سزا مل چکی تھی اور شاید ابھی اور ملنی تھی بس یہ دکھ بھری داستان تھی میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں کہ امیروں سے انکی انا کی زندگیوں کو تباہ کر دیتی ہے جانے یہ کب غرور ختم ہوگا غریبی امیری کا خدارا اپنے بچوں کی خوشیاں اپنی انا کی بھینٹ نہ چڑھائیں ورنہ یہی حال ہوگا علیز اور معین نے تو محبت کو امر کر دیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی اور ایسا نہ کر پائے وہ ہمیشہ سسک سسک کر تڑپ تڑپ کر اپنی زندگی جئے۔ میں آپ سب سے گزارش کرتی ہوں کہ میری دوست اور اس کی محبت کے لیے دعا کریں کہ خدا ان دونوں کو جنت میں جگہ دے آمین۔ آخر میں معین اور علیز کے نام ایک غزل۔

اس طرح عاشقی کا اثر چھوڑ جائیں گے ہم
تیرے چہرے پہ اپنی نظر چھوڑ جائیں گے ہم
میں دیوانہ بن گیا ہوں یہ کیسی محبت ہے
زندگی سے بڑھ کر مجھ کو اب تیری ضرورت ہے
مجھ کو تو چاہیے تیرا پیار چاہیے
اعتبار نہیں سو بار چاہیے
ہر سانس میں اپنی تجھے یہ لٹاتا رہوں گا
دل کے لہو سے تیری مانگ سجاتا رہوں گا
تیرے چہرے پہ اپنی نظر چھوڑ جائیں گے ہم
اس طرح عاشقی کا اثر چھوڑ جائیں گے ہم
مر کے بھی ہم جدا ہو نہ پائیں گے ہم
اس طرح عاشقی کا اثر چھوڑ جائیں گے ہم

نہ جانے جلنے کیوں لگے تھے دن رات میرے
تم نے آکر میرے دل کو شفا دے دی
پیار نام کا علاج تم نے جو شروع کیا
کیوں میرے دل میں جفا دے دی
ہم ترستے نہیں تھے کسی کے لئے
جلنے لگے فقط تیرے کسی سے بات کرنے سے
ہم روئے نہیں تھے کسی کے لئے
ملے تم تو رونے لگے تمہاری محبت میں
میں نے عشق کی انتہا تو بس یہی سمجھی
تو جو مانگے تیرے آگے نچھاور کردوں
گر مانگے میرا تن میرا دل میری جان
تیرے قدموں میں سب کچھ قربان کردوں
میں نے تیرے نام کے ساتھ کوئی نام نہیں جوڑا
ہوش آیا تو کئی کو تیرے ساتھ جڑا دیکھا
جس خوفناک خواب کی تعبیر کو ہم جانتے تھے
ہم نے جان بوجھ کر وہی خواب دیکھا
ہم عالم خواب میں تھے یا بیداری میں
ہم نے تیرے ناجائز فیصلے پہ ہاں کہہ دی
مانگا جو تو نے تو انکار نہ کرسکے
ہم نے پیار کی شمع کو ہوا دے دی

اجالا خان ۔ حسین کوٹ

مجھے تم یاد آتے ہو

۔۔۔تحریر: ارمان سنگم ۔ فیصل آباد۔

محترم مدیر۔

اسلام و علیکم ۔ میں آپ کے رسالے میں آج پھر ایک سٹوری کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے ویلکم کہیں گے اگر آپ نے میری کہانی کو شائع کر دیا تو میں آئندہ بھی لکھتا رہوں اور یقیناً آپ کو میری لکھی ہوئی تمام کہانیاں بہت ہی پسند آئیں گی ۔ یہ ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جس نے کسی کو حد سے بڑھ کر چاہا اس کے نام کی انگوٹھی بھی ہاتھوں میں پہن لی لیکن اس کو حاصل نہ کر سکی وہ کسی اور کا ہو کر اسے چھوڑ کر ملک سے باہر چلا گیا۔ کبھی بھی اس کے واپس نہ آنے کے لیے۔ اور یہ اس کا پیار دل میں بسائے ہوئے آج بھی اس کا انتظار کر رہی ہے اس کی راہیں دیکھ رہی ہے کہ کاش وہ بھولے سے کہیں سے واپس لوٹ آئے اور اس کے ٹوٹے مرجھائے دل کو رونق مل جائے اس کی کھوئی ہوئی خوشیاں مل جائیں ۔ لیکن اس کا انتظار کبھی بھی نہ ختم ہونے والا انتظار بن کر رہ گیا ہے اس کے محبوب نے نہ آنا ہے اور نہ ہی اس نے آنے کا کبھی سوچا ہے اس کہانی کے تمام مقامات نام اور وغیرہ میں نے تبدیل کر دیئے ہیں تا کہ کسی کی بھی دل شکنی نہ ہو ادارہ یا رائٹر اس کا ذمہ دار نہ ہوگا ۔ ایک سچی اور درد بھری کہانی۔

اسے کہنا کہ لوٹ آئے سلگتی شاموں سے پہلے
کسی کی سرخ آنکھوں میں صدائیں رقص کرتی ہیں

کسی کی یاد میں جینا کتنا مشکل ہے انسان ہر پل تڑپتا ہے سسکتا ہے لیکن یادوں کو جتنا بھلایا جائے وہ اتنی ہی یاد آتی ہیں انسان کبھی اپنے ماضی کو نہیں بھول سکتا کسی کے ساتھ اگر دو پل بھی اچھے گزرے ہوں تو اسے انسان عمر بھر یاد رکھتا ہے ہاں دو پل کے لیے یادوں کو دل سے جھٹک سکتا ہے مگر بھلانا نا ممکن ہے یہ یادیں تو مرتے دم تک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتیں ۔ یادیں ختم نہیں ہوتیں لیکن ان یادوں کو یاد کر کے انسان اس دنیا سے چلا جاتا ہے یہ یادیں اتنا رلاتی ہیں کہ انسان کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہیں گھن کی طرح انسان کو نگل جاتی ہیں لیکن جن کو ہم یاد کرتے ہیں وہ بھلا کب واپس آتے ہیں اگر انہیں واپس آنا ہی ہوتا تو کیوں ہمیں تنہائیوں کے صحرا میں اداسیوں کے بے جان شہر میں غموں کے آنچل میں اکیلا چھوڑ جاتے۔ اور پھر یادوں اور آنسوؤں کا چولی دامن کا ساتھ بن جاتا ہے جیسے ہی یاد آتی ہے آنکھوں سے آنسو موتیوں کی صورت میں اپنی وفا کا ثبوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ہو نہ ہو ہم تو تمہارا مقدر ہیں بس عمر بھر کے لیے ہمیں اپنے گلے سے لگا لو اپنی روح میں اتار لو ہمیں اپنے چہرے پر سجا لو اور یہ جان کر کہ ہمیں تمہارا مقدر ہیں خاموش ہو جاؤ

تیری یاد کے سہارے ہم جیتے رہے
تم نے پوچھا بھی نہ کہ اداسی ہے کیوں

بس یہی یادیں انسان کو بستر مرگ پر پہنچا دیتی ہیں اور انسان اس دنیا سے اس جہاں سے ہمیشہ کے لیے دور چلا جاتا ہے جہاں تک میرا خیال ہے تو اسی کو زندگی کہتے ہیں۔

آج ایک ایسی لڑکی کی کہانی لکھنے جارہا ہوں جسے یادوں نے اتنا تڑپایا کہ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی ہے اس کی حالت دیکھ کر ترس آتا ہے شاید اس کی زندگی کا مقصد ہی یادیں ہو۔ آیئے اس لڑکی کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

میرا نام ایمان ہے میرے دو بھائی ہیں اور ایک میں ہوں امی ابو ہیں اور بس یہی ہماری چھوٹی سے فیملی ہے اس وقت میں چار سال کی تھی جب میرے والدین نے مجھے گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کروایا۔ میں خوب دل لگا کر پڑھنے لگی۔ اور روز اپنا ہوم ورک کر کے جاتی تھی مجھے روز ٹیچرز گڈ دیتی تھیں اس طرح میں پانچویں میں سیکنڈ پوزیشن پر آئی اور مجھے سکول سے انعام ملا جب میں گھر آئی تو سب کو اپنے پاس ہونے کی خبر سنائی

ابو ابو یہ دیکھیں مجھے انعام ملا ہے میں کلاس میں سیکنڈ آئی ہوں

ابو نے مجھے پیار کرتے ہوئے کہا۔ واہ ہماری بیٹیا تو انعام لے کر آئی ہے میں اس خوشی میں گھر میں ایک دعوت کرتا ہوں

ان کی بات سن کر میں خوش ہوگئی امی نے مجھے بہت پیار کیا اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ اور پھر ابو نے گھر میں ایک دعوت کی مجھے بہت مزا آرہا تھا میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔

پھر مجھے کچھ دنوں کے بعد گاؤں سے دور ایک ہائی سکول میں داخل کروایا گیا۔ میں بہت دل لگا کر پڑھتی تھی اور تمام ٹیچرز مجھ سے بہت خوش تھیں میں دن رات محنت کرتی تا کہ اپنا نام روشن کرسکوں اپنے ماں باپ کا سر بلند کرسکوں اور میں نے جو سوچا تھا ویسا ہی کیا خوب محنت کی اور سکول میں اول آئی میں نے جونہی مڈل پاس کیا اور اول آنے کی خبر امی ابو کو دی تو ان کی خوشی کی بھی انتہا نہ رہی میری خوشی میں ہی ان کی خوشی تھی اور ان کی خوشی میں میری خوشی تھی میرے اول آنے پر میرے گھر میں ایک بہت ہی اچھی تقریب کی گئی جس میں تمام رشتے داروں کو بلایا گیا۔ میں اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی اور باقی تمام لوگ باہر میرا انتظار کر رہے تھے تا کہ ایمان آئے اور وہ مجھے نیک تمنائیں اور دعاؤں کے گلدستے پیش کریں میں کمرے کے دروازے سے باہر نکلی ہی تھی کہ سامنے ایک لڑکے سے ٹکرا گئی۔ اور گرتے گرتے بچی۔ اس نے مدد کی اور مجھے دیکھتا دیکھتا چلنے لگا کہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ بھی گر پڑا اسے گرتا ہوا دیکھ کر اور میں زور سے ہنسنے لگی۔

تقریب شروع ہوئی تو سب نے مجھے پھولوں کے گلدستے گفٹ اور ڈھیر ساری دعائیں دیں لیکن اس ایک ہستی کا انتظار تھا جو میرے ساتھ ٹکرایا تھا اس نے ابھی تک مجھے نہ تو کوئی گفٹ دیا تھا اور نہ ہی دعائیں دی تھیں میری نظر اس کی تلاش میں گھوم رہی تھیں چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے اچانک میری آنکھوں پر کسی کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا مجھے بہت غصہ آیا کہ ایسی حرکت کون اور کیوں کرسکتا ہے میں نے زور سے اس کے ہاتھوں کو جھٹکے سے ہٹایا تو میرے سامنے وہی مہتاب چہرہ تھا۔ اس نے خود ہی اپنا تعارف کروایا۔

ایمان پریشان نہ ہو میں آپ کے انکل جاوید کا بیٹا عمیر ہوں شاید آپ نے مجھے کبھی نہیں دیکھا دراصل میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا

اوہ تو آپ ہیں مسٹر عمیر میں نے دانت پیس کر کہا۔ تو وہ بولا۔

جی ہاں میڈم ایمان میں ہی عمیر ہوں۔ تمہارے اول آنے پر بہت خوش ہوں اور سوچ رہا تھا کہ تم کو کیا گفٹ دوں لیکن کوئی بھی ایسا گفٹ نہ مل سکا جو آپ کے حسن کے مطابق ہو۔ اس کی بات سن کر میں صرف مسکرا کر رہ گئی۔

بہت اچھی لگتی ہو مسکراتے ہوئے۔ اس نے شرارت سے کہا۔ اور میں مسکراتے ہوئے آگے کو نکل گئی نجانے کیوں اس کا سامنا کرنے میں مجھ میں ہمت نہ رہی تھی۔

اس کے بعد مہمانوں نے کھانا کھایا اور اپنے گھروں کو جانے لگے لیکن عمیر اور ان کے ابو انکل جاوید رک گئے میں بھی یہی چاہتی کہ وہ آج نہ جائیں۔ پتہ نہیں کیوں میں ایسا سوچ رہی تھی۔ وہ رک گئے تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

شام کو میں اور عمیر چھت پر چلے گئے تب چاند بھی نکلا ہوا تھا اور دھندلی سی چاند کی روشنی دل کو معطر کر رہی تھی ہر طرف خاموشی کا راج تھا ہم باتوں میں اتنے مگن ہوئے کہ رات کے گیارہ بج گئے میں نیچے جانے لگی تو عمیر نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

ایمان سنو۔ میں رک گئی۔ میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی ذرا بھی کوشش نہ کی تھی اس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط تھی اور مجھے اس کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ بہت ہی اچھا لگ رہا تھا۔

ایمان مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

ہاں کہیے۔

وہ دراصل مجھے آپ کو دیکھتے ہی کچھ ہوگیا تھا دل پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہے بتانے میں بھی دشواری ہے اور بتائے بنا رہ بھی نہیں سکتا دیکھو ایمان میرا دل کتنی زور سے دھڑک رہا ہے اچانک عمیر نے میرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ دیا اور میں نے جھٹ سے چھڑا کر کہا۔

عمیر میری بے تابی کو اور نہ بڑھائیں پلیز جو بات کہنی ہے جلدی کہو شاید مجھے بھی وہ الفاظ عمیر کے منہ سے سننے تھے تو اس نے کہا۔

گل کا سارا رنگ چرائے
خوشبو مٹھی بیچ سمائے
ہونٹوں پر مسکان سجائے
چندہ کے اس تھال میں لاکھوں تارے بھر کر
آ کے تیرے دل کے در پر
ایک دم دستک دے سکتا ہے
سوچوں میں بیکار نہ پڑنا
دیکھو اب انکار نہ کرنا

ایمان مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے پلیز انکار نہ کرنا میں زندگی بھر آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا ہمیشہ ہر قدم پر آپ کا ساتھ دوں گا آپ سے کبھی جدا نہیں ہوں گا وقت چاہے جیسا بھی ہو پر ہم ایک ہیں ایک تھے اور ایک ہی رہیں گے۔ آئی لو یو ایمان آئی لو یو۔

آئی لو یو ٹو۔ میں نے بھی اس کی محبت کا جواب محبت سے دیا کیونکہ میں جان گئی تھی کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگی ہوں میرے دل میں اس کو دیکھنے کے بعد جو بیتنے لگی تھی وہ محبت ہی تو تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ عمیر میں بھی آپ سے محبت کرنے لگی ہوں اور وعدہ کرتی ہوں کہ عمر بھر ساتھ نبھاؤں گی اب خوش عمیر۔

ہاں بہت خوش۔ ایمان تم نے آج مجھے سچی خوشی دی ہے ایسی خوشی جسے اگر میں سنبھالنا بھی چاہوں تو نہ سنبھال پاؤں۔

واقعی۔ میں نے شرارت سے کہا۔

ہاں ایمان واقعی۔ تمہیں دیکھتے ہی مجھے کچھ ہوگیا تھا یوں جیسے مجھے تم سے محبت ہوگئی تھی تم گھر میں جہاں جہاں گھوم رہی تھی میری آنکھیں تمہیں ہی تلاش کرتی پھر رہی تھیں اس کی باتیں سن کر میرا دل گلاب کی مانند کھلتا جارہا تھا میں چاہ رہی تھی کہ وہ ایسے ہی بولتا رہے اور میں سنتی رہی لیکن کب تک رات کا آخری پہر شروع ہو چکا تھا میں نے اس سے اجازت لیتے ہوئے کہا

عمیر میری جان۔ اب میں نیچے جارہی ہوں نیند سے آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔

اوکے میری جان جاؤ گڈ نائٹ۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نیچے اتر آئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی اور سوچنے لگی۔

عمیر کتنا اچھا خوبصورت سمارٹ ہے اللہ پاک ہم دونوں کو ہمیشہ کے لیے ملا دے اور ہم ہمیشہ ساتھ رہیں ہماری محبت کو کسی کی نظر بد نہ لگے میں نے ایک ہی رات میں اس کو اپنانے کے خواب دیکھ ڈالے یہ فیصلہ کر کے سوگئی کہ اگر میں زندگی میں شادی کروں گی تو عمیر سے ہی کروں گی چاہے اسکے لیے مجھے کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے۔

صبح اٹھی فریش ہوئی اور جا کر عمیر کو جگایا وہ بھی فریش ہوئے تو ہم سب گھر والوں نے مل کر ناشتہ کیا ناشتے کے بعد انکل نے میرے ابو سے جانے کے لیے اجازت لی تو ابو نے کہا۔

بھائی آپ کچھ دن اور رک جائیں تو بہتر ہوگا دیکھو کتنا مزا آرہا ہے۔

انکل نے کہا ہاں مزا تو بہت آرہا ہے لیکن بھائی پیچھے بھی بہت کام ہیں اور سنبھالنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ چلنا چاہیے۔

اچھا بھائی صاحب ٹھیک ہے۔

میں نے عمیر کی آنکھوں میں غور سے دیکھا تو وہ رو رہا تھا شاید کچھ کہنا چاہ رہا تھا پر کہہ نہیں سکتا تھا میری آنکھیں بھی برسنے لگیں اس سے پہلے کہ سب کو شک پڑ جاتا میں اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں نے عمیر کو ملنے کے لیے اس سے بات کرنے کے لیے اسے آواز دی۔

عمیر اندر آنا میری بات سننا

وہ بھی شاید ایسا ہی چاہ رہا تھا میری آواز سنتے ہی وہ میرے پاس چلا آیا۔ ہم دونوں ہی رو رہے تھے اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے اور میری بھی آنکھیں ساون بھادوں بنی ہوئی تھیں۔

تم رک نہیں جاتے کیا۔

چاہتا تو میں بھی ایسا ہوں لیکن ابو رکنے نہیں دیں گے لیکن خیر کوئی بات نہیں میں جلد آؤں اور بہت ہی جلد آؤں گا اور یہ لو میرا فون نمبر۔عمیر نے مجھے اپنا فون نمبر دیا اور کہا۔ مجھے مس کال کر دیا کرنا میں کال کر لیا کروں گا ساتھ ہی اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹنے لگا کیونکہ باہر سے انکل نے اسے آواز دے دی تھی کہ عمیر جلدی آؤ میں نے آخری بار اسے یہ شعر سنایا۔

بھر نہ آئیں آنکھیں تو اک بات کہوں جاں
اب تم سے بچھڑنے کا امکان بہت ہے

ساتھ ہی اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اس کا ہاتھ چھوٹتے ہی مجھے ایسے لگا جیسے میری روح تک نکل گئی ہو عمیر مجھے روتا سسکتا تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا شام کو میں نے مما کے فون سے عمیر کو کال کی اس نے کال کاٹ کر مجھے بیک کال کی اور ہم نے ڈھیر ساری باتیں کیں اور ساتھ ساتھ آنسو بھی نکل رہے تھے۔

عمیر تم مجھے بہت یاد آرہے ہو بہت مس کر رہی ہوں تمہیں آجاؤ ناں مجھے اپنا پیارا سا چہرہ دکھا جاؤ ناں۔ میں نے دل کی آواز اسے سنائی۔

تم بھی تو مجھے شدت سے یاد آرہی ہو تمہارا حسین عکس میری نظروں سامنے سے ہٹتا ہی نہیں ہے جہاں بھی جاتا ہوں تم ہی دکھائی دیتی ہو۔

ہاں میری بھی ایسی ہی حالت ہے جب سے تم گئے ہو کچھ بھی کرنے کو کچھ بھی کھانے کو جی نہیں چاہ رہا ہے میں امی ابو کو بتا دوں گی کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں اور تم سے ہی شادی کرنا چاہتی ہوں میری بات سنکر وہ مسکرا دیا۔

تقریبا دو گھنٹے بات ہوئی پھر کال بند کر دی۔اس کے بعد میں نے میٹرک میں داخلہ لے لیا اور پڑھائی شروع کر دی لیکن کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا جب بھی کتاب کھولتی تو عمیر کا چہرہ کتاب پر عیاں ہو جاتا میرے خوابوں خیالوں میرے دماغ پر عمیر حاوی ہو چکا تھا۔

ہر لفظ کتابوں میں تیرا عکس لیے ہے
اک چاند سا چہرہ مجھے پڑھنے نہیں دیتا

میرا پڑھائی میں دل نہیں لگ رہا تھا بس ہر وقت گم سم اور خاموش خاموش سی رہنے لگی نہ کچھ کھانے کو دل کرتا اور نہ ہی نیند آتی نہ چین ایک بار مما نے بھی کہا۔

ایمان بیٹا تمہیں کیا ہوتا جا رہا ہے تم دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہو آخر معاملہ کیا ہے مجھے بتاؤ میں نے مما کو صاف صاف کہہ دیا۔

ماما میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں

ہاں ہاں کہو میں تم سے یہی تو سننے آئی ہوں کہ ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے تم دن بدن زرد پڑتی جا رہی ہو۔

ماما میں عمیر سے پیار کرنے لگی ہوں اور اسے اپنانا چاہتی ہوں۔

وہ مسکرائی اور بولیں۔ بیٹا میں تم کو خوشخبری سناتی ہوں میں اور تمہارے پاپا پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ عمیر کے علاوہ ہماری بیٹی کے لیے کوئی اور اچھا رشتہ ہو ہی نہیں سکتا۔لہذا تمہارے پاپا نے بھائی جاوید سے بات کی تو انہوں نے بھی ہاں کر دی ہے ہم اگلے ہفتے تم دونوں کی منگنی کر رہے ہیں۔

واقعی امی۔ مجھے جیسے انکی بات پر یقین نہ آیا تھا

ہاں بیٹی واقعی۔ ہمیں بھی عمیر بہت ہی اچھا اور پیارا لگا تھا بہت ہی سلجھا ہوا ہے تمہیں بہت خوش رکھے گا۔

ماما یو آر سو سویٹ میں نے ماما کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تو ماما ہنس دی۔

میری خوشی کی انتہا نہ رہی مجھے تو جیسے دو جہاں کی خوشیاں مل چکی تھیں میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے میں ہواؤں میں اڑنے لگی تھی میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی میرے چہرے پر پھر سے بہار آگئی اور میرا چہرہ مہکتی کلیوں اور کھلتے پھولوں کا گہوارہ بن گیا۔

اگلے ہفتے انکل جاوید اور ان کی پوری فیملی آئی اور منگنی کی رسم ادا کی گئی۔ عمیر نے میرے ہاتھوں میں اپنے نام کی آنگوٹھی پہنا دی جو کہ اس نے سپیشل بنوائی تھی اس پر میرا نام ایمان لکھا ہوا تھا میں بہت خوش ہوئی کہ جسے میں نے چاہا اسے پالیا۔ آج عمیر بھی بہت خوش تھا اور مسکرا مسکرا کر سب سے بات کر رہا تھا شام تک وہ سب رکے اور پھر اجازت لے کر چلے گئے رات کو عمیر نے مجھے کال کی اور کہا۔

ایمان میں نے اپنا وعدہ نبھاہ دیا ہے دیکھ لو ہم پیار کے بندھن میں بندھ گئے ہیں۔

ہاں عمیر مجھے پورا یقین تھا کہ ہمارا سچا پیار ایک دن ضرور رنگ لائے گا اور خدا نے ہماری اتنی جلدی سن لی کہ خود کو یقین نہیں آرہا ہے لیکن یہی حقیقت تھی اور حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے خیر ہم نے کافی دیر تک باتیں کیں اور پھر سو گئے۔

کون جانے کہ ہم تنہائی میں کیا کرتے ہیں
تیرے ملنے تجھے پانے کی دعا کرتے ہیں

اس کے بعد ہمارا رابطہ بہت کم ہو گیا کیونکہ یہی فیصلہ طے ہوا کہ اب ہم ایک دوسرے کو دیکھ تو کیا بات بھی نہیں کر سکتے ہیں لیکن پھر بھی ہم چپکے سے باتیں کر لیتے تھے اسی دوران میں نے میٹرک پاس کر لیا اور اچھے نمبروں سے میں پاس ہو گئی تھی سارے محلے میں مٹھائی تقسیم کی گئی لیکن مجھے عمیر کی مبارک باد وصول نہ ہوئی تھی حالانکہ عمیر سے میری کوئی ناراضگی بھی نہ تھی پھر بھی اس نے مجھے دو الفاظ تک نہ کہے تھے پاس ہونے کی خوشی میں مبارک تک نہ دی تھی۔ شام ہو گئی میں نے اس کا نمبر ملایا تو وہ بند جا رہا تھا شام سے رات ہو گئی لیکن عمیر کا نمبر ہی رہا پہلے میں نے سوچا کہ شاید موبائل خراب

ہوا اس لیے نمبر بند ہو لیکن جو بھی تھا اس کو مجھے بتانا چاہیے تھا میں بہت پریشان تھی اور پریشانی میں ہی سو گئی۔ صبح اٹھی تو فریش ہو کر ناشتہ کیا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی میں اٹھی دروازہ کھولا تو ایک بچے نے ایک کاغذ کا ٹکڑا دیا اور بھاگ گیا میں سوچنے لگی کہ یہ کیا ہے اور کس نے بھیجا ہے خیر میں اندر آئی تو اسے کھولا اور پڑھنے لگی۔ تحریر کچھ یوں تھی۔

ایمان تم میرے پیار کے قابل نہیں ہو میں تو فقط تمہارے احساسات تمہارے جذبات کی قدر کرتے ہوئے تمہارے ساتھ دل لگی کرتا رہا مجھے تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے میں اپنی جان اپنی پری سائقہ سے محبت کرتا ہوں میں نے فقط گھر والوں کے کہنے پر مجبور ہو کر تم سے منگنی کی تھی کیونکہ مجھے میرے ابو نے دھمکی دی تھی کہ اگر تم نے ایمان سے شادی نہ کی تو میرا مرا منہ دیکھو گے لہذا میں مجبور تھا اور ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ میں کچھ دن تک واپس انگلینڈ جا رہا ہوں اور اپنی جان سائقہ کو بھی ساتھ لے جاؤں گا لہذا تم یہ بات کسی کو مت کہنا اگر تم مجھے سچا پیار کرتی ہو تو تمہیں اس کی قسم کسی کو بھی مت بتانا اور میں دعا کروں گا کہ تمہیں بھی کوئی اچھا چاہنے والا مل جائے فقط تمہارا نہ ہونے والا عمیر۔

میں یہ خط پڑھ کر اتنا روئی کہ مجھے اپنا آپ ڈوبتا ہوا محسوس ہوا میرا سب کچھ لٹ گیا تھا کچھ بھی نہیں تھا میرے پاس سب کچھ چھین لیا گیا تھا میرے ہاتھ خالی تھے جیسے میں نے اتنا چاہا کہ سب کچھ اپنا اس پر وار دیا تھا اسے اپنا دینا پنا ایمان سمجھا اسی نے مجھے دلدل میں دھکیل دیا مجھے کہیں کا بھی نہیں چھوڑا میں زار و قطار روئے جا رہی تھی آخر کیا کمی تھی مجھ میں میرے سچے پیار میں کیوں میں اس کے قابل نہیں تھی جس کو میں نے خود سے بھی بڑھ کر چاہا تھا یا تو مجھے عمیر سے پہلے ہی بتا دیتے کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا تو میں سنبھل جاتی پر اب تو میں اس سٹیج پر تھی کہ واپسی کا راستہ بھی بھول گئی تھی بس مرے لیے سب کچھ میرا عمیر تھا میری زندگی میری بندگی میری جان میرا ایمان سب کچھ عمیر تھا لیکن اسی نے مجھے اس قدر توڑا کہ اب میں کبھی جڑ نہ سکتی تھی میں سب سے پوچھتی ہوں کہ کیوں انسان کسی کو دھوکہ دے کر اس کے جذبات سے اس کے احساسات سے اس کے جنون اور دل سے کھیلتا ہے صرف اپنی خوشی کی خاطر کیوں انسان سب کچھ بھول جاتا ہے کہ جب کسی کو دھوکہ دیں گے تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں بھی ویسا ہی دھوکہ ملے میں نے وہ خط ماما کو اور ابو کو پڑھ کر سنایا تو ان کے ہوش ہی اڑ گئے ابو کو اچانک ہارٹ اٹیک ہوا دل کا دورہ پڑا اور وہ ہمیں روتا ہوا چھوڑ کر اس فانی دنیا سے چلے گئے ہمارے گھر میں قیامت کا سا سماں تھا میں نے انکل جاوید کو کال کی اور سب کچھ انہیں بتایا تو وہ جلدی سے ساری فیملی آ گئے میں نے ساری بات ان کو بتائی کہ عمیر نے اس طرح خط بھیجا ہے اور اس وجہ سے ابو کو اٹیک ہوا ہے اور وہ چل بسے ہیں میں نے انکل کو یہ نہیں بتایا تھا کہ عمیر کو کسی اور سے پیار ہو گیا ہے اور وہ اسے لیے ہوئے انگلینڈ جا رہا ہے کیونکہ عمیر نے مجھے میری سچی محبت کی قسم دی تھی اور آج تک میں نے اس لاج کو نبھایا تھا ہمارے گھر میں ہر طرف رونا دھونا تھا پڑوسیوں نے ہمیں حوصلہ دیا اور ہم نے ابو کی تدفین کا انتظام کیا شام کو انکل لوگ ہمارے گھر ہی رکے انہوں نے امی سے اس بات کی پاؤں پکڑ کر معافی مانگی اور امی نے قسمت اور تقدیر سمجھ کر انہیں معاف کر دیا۔ مجھے ابو کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ میں نے پندرہ دن تک کھانا نہ کھایا ایک وہی تو ہمارے سر پر سایہ بن کر ہمارے مسیحا تھے انکے علاوہ ہمیں کوئی آسرا نہ تھا حالات کچھ بہتر ہوئے تو میں نے ایک اکیڈمی

میں پرائمری کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیا۔ اس سے کچھ نہ کچھ گھر کے اخراجات بھی نکل جاتے اور عمیر کی یادوں سے بھی کچھ چھٹکارا مل جاتا۔ لیکن جب رات ہوتی ہے تو ہر رات قیامت کی طرح گزرتی میں کس کس یاد کو بھلا پاتی وہ تو میری نس نس میں میری روح میں بسا تھا اور بھلا کسی کو اپنی روح سے نکالا جاتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔

تمہیں بھلانے کو ایک پل چاہئے ارمان
وہ پل کہ جسے موت کہتے ہیں لوگ

ایک دن عمیر کا ایک اور لیٹر آیا کہ ایمان میں اپنی دنیا میں بہت خوش ہوں مجھے سائقہ کی شکل میں تمام جہان کی خوشیاں مل گئیں میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو تم کو پا کر نہیں مل سکتا تھا ایمان تم بھی کوئی اچھا سا لڑکا دیکھ کر شادی کر لو اور مجھے بھی یاد رکھنا اور میری طرف سے سب کو سلام۔

صرف اور صرف سائقہ کا عمیر

خط پڑھ کر میں رو رو کر پاگل ہو رہی تھی کہ عمیر تم نے میرے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا کہ تمہارے بنا میرا کیا ہوگا میں تو آج بھی تمہاری یادوں کے سہارے زندہ ہوں تمہیں ہی سوچتی ہوں تمہیں ہی چاہتی ہوں کہ کہیں سے تم لوٹ آؤ۔ عمیر میں تمہارا ساتھ پا کر کتنا خوش تھی مجھے تمہاری شکل میں سب کچھ مل گیا تھا مجھے کسی چیز کی طلب نہیں تھی تمہارے اور تمہارے پیار کے علاوہ۔۔ عمیر نے تو تمہیں پوجا تھا پر تم نے۔۔۔

کسی کی یاد میرے آس پاس رہتی ہے
بڑے دنوں سے طبیعت اداس رہتی ہے
بچھڑ گیا ہے مگر دل یہ مانتا ہی نہیں
نجانے کیوں تیرے ملنے کی آس رہتی ہے
چراغ دل اگر وہ چل دے تو حیرت کیوں
خوشی یہاں ہمیشہ کس کے پاس رہتی ہے

میں نے عمیر کے اس آخری خط کے بعد ٹیوشن پڑھانے جانا بھی چھوڑ دیا میری حالت دن بدن غیر ہوتی چلی گئی میں چارپائی پر پڑ گئی تھی میرے چہرے سے تمام رونقیں تمام خوشیاں دور چلی گئی تھیں بس دکھوں غموں اداسیوں پریشانیوں اور تنہائیوں نے میرے چہرے میرے دل میرے دماغ پر قبضہ کر لیا تھا میری رنگت زرد پیلی ہو گئی تھی میں اٹھ کر پانی بھی نہیں پی سکتی تھی کچھ عرصہ بعد امی نے ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے کہا کہ مجھے گہرا صدمہ ہے اگر میں اس صدمے کو دل سے نکال دوں تو ٹھیک ہو سکتی ہوں لیکن میں اس ہرجائی اس بے وفا کو کیسے بھلاؤں اس نے نہ سہی میں نے تو اسے پیار کیا ہے لیکن میں اب بھی اس کو دل سے نہیں بھلا پائی آج میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر چارپائی پر پڑی ہوئی ہوں اور صرف اس سنگدل کو یاد کرتی ہوں میں تمام لوگوں سے اپیل کرتی ہوں کہ میرے لیے دعا کریں کہ مجھے موت آ جائے یا پھر موت ہی آ جائے کیونکہ میں اپنی یادوں سے آزاد ہو کر بھی نہیں ہو سکتی میرے دل کی دہلیز پر کبھی تم آتے تو۔ سمجھ لیتے۔ کہ تنہائی کی اذیت سے مجھے۔ موت کیوں آسان لگی۔ یہ تھی ایمان کی کہانی امید کرتا ہوں کہ سب کو پسند آئے گی اس غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

کہیں ملے تو اسے یہ کہنا
فصل نفرت گرا رہی ہوں
گئے دنوں کو بھلا رہی ہوں
وہ اپنے وعدے سے پھر گیا ہے
میں اپنے وعدے نبھا رہی ہوں
کہیں ملے تو اسے یہ کہنا
نہ دل میں کوئی ملال رکھے
ہمیشہ اپنا خیال رکھے
وہ اپنے سارے غم مجھ کو دے دے
تمام خوشیاں سنبھال رکھے

دیوانہ پن

۔۔۔تحریر۔شہزادسلطان کیف۔الکویت۔0344.9192757

شہزادہ بھیاء آج پھرآپ کی محفل میں شامل ہورہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے۔یہ کہانی میرے ایک دوست کی ہے جس نے کسی سے محبت کی اوراس نے بھی اس سے محبت کی ۔لیکن دونوں مل نہ سکے بدنامی کے خوف نے ان کو ایک دوسرے سے دور کردیا اورانہوں نے ایک دوسرے کو بدنام تونہیں ہونے دیا لیکن ہمیشہ کے لیے وہ جدا ہوگئے اورشاید وہ اب کبھی بھی مل نہ پائیں ایسے ہی ترستے ہوئے زندگی بسر کردیں۔ اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کے دل شکنی نہ ہومطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کاذمہ دارادارہ یارائٹر نہ ہوگا۔

میرا نام غلام مرتضٰی ہے میں نے ایک کھاتے پیتے گھرانے میں آنکھ کھولی۔دوسرے بچوں کی طرح وہاں کسی سکول میں مجھے داخل کروادیا گیا۔میرے زندگی کے دن بہت حسین گزر رہے تھے دوسرے بچوں کی طرح میں بہت شرارتی تھا بدقسمتی سے میں آگے اپنی تعلیم جاری تو نہ رکھ سکا اورمیں نے سکول جانا ہی چھوڑدیا۔ اوراپنے باپ کے ساتھ زمینوں میں انکا ہاتھ بٹانا شروع کردیا قارئین میں اپنی زندگی میں بہت خوش تھا کسی بھی چیز کی کمی نہ تھی ۔اوراسی دوران مجھے شوق ہوا اللہ کے گھر کی زیارت کرنے کا اور میں حج وعمرہ کرنے چلاگیا وہاں حج وعمرہ کیا اورواپس آگیا۔ میرے خیال سے کم لوگ ایسے خوش نصیب ہوں گے جن کو اللہ کے گھر کی زیارت نصیب ہوئی ہوگی کم عمری میں اوراب میں آتا ہوں اپنی اصل کہانی کی طرف اکثر میں محبت کے قصے اورکہانیاں سنتا اور مجھے سن کر ہنسی آجاتی کہ دینا میں پیارومحبت نام کی بھی کوئی چیز ہے میں پیارومحبت کے نام کا مذاق اڑاتا تھا اور دوستوں کو بھی تاکید کرتا تھا کہ پیارومحبت نام ہی زندگی برباد کرنے کا۔ پھر کیا بتاؤں آپ لوگوں کو جو پیارومحبت کا نام سنتے ہی ہنس دیتا تھا ایک دن کودلدل میں گرتا چلاجائے گا پھرایک دن ایسا بھی آیا کہ میں نے ایک لڑکی کودیکھا جومیرے گاؤں کی تھی لیکن مجھ سے بہت دورتھی نہ ہمارا ان کے گھر آنا جانا تھانہ ان کا ہم تھے تو ایک ہی گاؤں کے لیکن میلوں دوری تھی میری بے تابی بڑھتی چلی گئی حالانکہ اس کواس بارے میں کچھ بھی خبرنہ تھی کہ کوئی مجھے دیوانوں کی طرح چاہنے لگا ہے میں اس کودوردور سے ہی دیکھ کراپنے دل کوتسلی دیتا تھا میں اپنا سارا وقت اس کا دیدار کرنے یا اس کی یادوں میں گزار دیتا ایک دن ایسا آیا کہ وہ ع گرمیوں کی چھٹیوں میں کسی اورلڑکی کے ساتھ کپڑے دھونے کھال پر آئی اسے دیکھ کرمیرے دل کے آنگن میں اسکی محبت کے پھول لہرانے لگے کیونکہ مجھے اس کا دیدار نصیب ہوا تھا وہاں سے گزر کر میں آگے چلاگیا۔ میں بے چین اور بے تاب تھا کہ میں اپنی محبت کا کس طرح اظہار کروں میں اسی کشمکش میں مبتلا تھا کہ مجھے سامنے ایک درخت نظر آیا۔

اس درخت کے پتے چوڑے اور لمبے تھے میں نے وہ توڑے اور میرے پاس لکھنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ میں نے ایک تنکے کا سہارا لے کر اس پر لکھ دیا آئی لو یو۔ اور پانی میں بہا دیا جو کچھ میں لکھ رہا تھا وہ مجھ کو دیکھ رہی تھیں میں بہت ڈر رہا تھا کہ کیا بنے گا میں دل ہی دل میں ڈرتا اور دعائیں کرتا رہا کہ وہ پتا اٹھا کر گھر والوں کو جا کر نہ دکھا دے لیکن اس نے وہ اٹھا کر پڑھ لیا اور اسے مجھے دکھا کر ایک اچھی سی جگہ پر رکھ دیا اور اوپر تھوڑی سی گھاس رکھ دی۔ یہ سب دیکھ کر میرے دل کو تھوڑا سا قرار آ گیا اور میں نے سوچا کہ اب ہماری محبت کی کشتی کنارے تک ضرور پہنچے گی۔ بس اس کی اسی ادا نے مجھے اس پر مر مٹنے پر کچھ زیادہ مجبور کر دیا یہ میری محبت کی پہلی سیڑھی تھی اور میں نے کسی کا تھوڑا سا سہارا لیا اور اس سے بات کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا لیکن میری محبت بڑھتی چلی گئی وہ جب صبح سکول کے لیے جاتی اور میں ناشتہ کیئے بغیر اس کا دیدار کرنے کے لیے اس سے تھوڑے فاصلہ پر کھڑا ہوتا اور جب وہ میری طرف دیکھتی تو میرے دل کے سنسان راہوں میں جگمگاتی روشنی سی ہو جاتی اور میں اپنی بات بتانے کے لیے اپنے دوستوں کو ڈھونڈ کر انہیں بتاتا کہ آج اس نے میری طرف دیکھا ہے تو اس کے قریب میرے دوست کی لوور بلکہ جان رہتی تھی ہم نے سوچا کہ اگر اس کو کہیں تو ہماری بات ہو سکتی ہے یہ بات میں اچھی طرح جان گیا تھا کہ پیار دونوں طرف برابر ہو چکا تھا لیکن میں بے بس تھا کسی بھی طرح اس سے بات نہیں کر سکتا تھا تو میں نے اپنے دوست کی لوور سے بات کی اور اس نے کہا یہ کام میرے لیے بہت ہی مشکل ہے لیکن میں کروں گی ضرور انکی چھوٹی سی دکان تھی تو میرے دوست کی لوور اس کے پاس گئی اور اس نے میری بات کروائی اور اس نے مجھ سے بات کی میں بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہوں بس آپ ایک مہربانی کریں مجھے موبائل اور سم چاہیئے جو میں صرف اور صرف آپ سے بات کروں گی۔ میں نے یہ سنا تو میں نے اس سے کہا میں یہ کام فوری کر دوں گا اور پھر دوسرے ہی دن میں نے موبائل اس لڑکی کو دے دیا جو وہ اس کو جا کر دے آئی۔ اور اس طرح ہماری باتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہم پوری پوری رات باتیں کرتے کبھی کبھار تو صبح بھی ہو جاتی تھی اور ہم باتیں کرتے رہتے تھے اسی دوران میں باہر جانے کی تیاری میں تھا جب میں نے اسے بتایا تو اس نے مجھے کہا کہ یہ بات میری امی نے مجھے بتائی تھی اور اس رات میں پوری رات روتی رہی تھی اور جب میں صبح اٹھی تھی تو میری ماں نے کہا تھا کہ تمہاری آنکھیں کیوں سرخ ہیں تو میں نے پڑھائی کا بہانہ لگا دیا تھا کہ میں پوری رات پڑھتی رہی ہوں۔ میں نے سچ کو چھپا لیا تھا۔ ہمارے گاؤں میں ایک بہت ہی بڑا میلہ لگتا ہے جو ہر سال لگتا ہے۔ میں وہاں گیا ہوا تھا مجھے پتہ تھا کہ اس کی کال آئے گی اور جب اس کے گھر والے سب سو گئے تو اس نے کال کی مجھ سے پوچھا۔

کہاں ہو۔

میں نے کہا میری جان میں میلے پر ہوں۔

کب تک واپس آئیں گے۔

ابھی آ جاتا ہوں میں نے کہا

اسی طرح بات کرتے کرتے میں اس کے گھر کی طرف چل پڑا اور میں نے مذاق میں کہا۔

میں آپ کے گھر آ رہا ہوں تو کہنے لگی۔

نہیں نہیں ایسا مت کرنا۔

لیکن اس کی باتوں سے مجھے محسوس ہوا کہ وہ مجھے بلانا چاہتی ہے اور جب کوئی دوسری ہوتی تو وہ مجھے پوچھتی کہ کہاں پہنچ گئے پھر مجھے احساس ہوا کہ حقیقت میں ملنا چاہتی ہے مجھ سے۔ پھر میں اسے ٹال دیتا اور پھر دوسری باتوں میں لگا دیتا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ مری چھوٹی سی غلطی سے اس پر کوئی آنچ آئے۔

ایک دن میں بھی خود پر قابو نہ پا سکا اس کے دیدار کی جھلک دیکھنے کے لیے میرے قدم خود بخود اس کی طرف بڑھنے لگے جوں جوں میں اس کی طرف بڑھتا گیا میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی گئی آخر کار میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اس کی نظریں مجھے ہی ڈھونڈ رہی تھیں میں نے اسکی محبت کی شدت کو دیکھ لیا تھا وہ بھی اسی طرح مجھ سے پیار کرتی تھی جس طرح میں اس سے پیار کرتا تھا ہم نے چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھا پھر میں گھر چلا آیا اس رات مجھے نیند نہ آئی اس کا معصوم چہرہ کھلی رنگت اور جھیل جیسی آنکھیں بار بار مجھے یاد کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

شب بھر نہیں سوتا ہوں تیری یاد میں اکثر
بے تاب سا ہوتا ہوں تیری یاد میں اکثر
کم ظرف زمانے کا بہانہ سا بنا کر
میں ٹوٹ کے روتا ہوں تیری یاد میں اکثر

اس کی محبت کو پا کر میں خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا اچانک کسی کی ہماری محبت کو نظر لگ گئی اور ہم ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے اس نے مجھے کہا تھا کہ کسی کو ہم پر شک ہو گیا ہے لہذا مجھے بدنامی سے خوف آنے لگا ہے گھر والوں کو مجھ پر بہت بھروسہ ہے میں ان کا بھروسہ توڑنا نہیں چاہتی ہوں اور کیا تم چاہتے ہو کہ میں بدنام ہو کر گھر والوں کی نظروں سے گروں۔ میں نے کہا نہیں میں ایسا کبھی نہیں چاہوں گا میں تم کو ایک پل کے لیے بھی بدنام نہیں ہونے دوں گا۔ قارئین کرام اس کی جدائی اس کی یادیں اس کی باتیں مجھے بہت یاد آتیں میں خون کے آنسو روتا نہ دوستوں کو ملتا ہوں نہ گھر والوں کو ٹائم دیتا ہوں بس میں اس کی یادوں میں کھویا رہتا ہوں نہ کھانا نہ پینا میں بہت کمزور ہو گیا تھا میری امی میری یہ حالت دیکھ کر بہت روتی کہ ہمارے بیٹے کو کس کی نظر لگ گئی ہے مجھے ڈاکٹروں کے پاس بھی لے گئے مگر کہاں مجھے آرام آتا میرا ڈاکٹر تو میرا وہ تھا اس کی ایک جھلک سے میں ٹھیک ہو جاتا مگر مجھ بدنصیب کو اس کا دیدار کہاں نصیب تھا۔

کیا سوچا تھا کیا پایا کیا دیکھا تھا اے نادان
اے وقت دیکھ تو ہی کیسے برباد کر ڈالا تو نے

قارئین کرام اس کے بعد ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے آج بھی اس کی یادیں اس کی باتیں اس کی مسکان مجھے بہت یاد آتی ہے تو دل بہت روتا ہے اس کو بھولنے کی بہت کوشش کرتا ہوں لیکن ناکام رہتا ہوں۔ اور شاید میں اس کو پوری زندگی بھول نہ سکوں کیونکہ وہ میرا پہلا پیار ہے اور کوئی بھی انسان اپنے پہلے پیار کو نہیں بھول سکتا۔

پھر پکارا ہے درد داستان نے مجھے
درد کی ایک ایسی صدا آئی ہے مجھ پر
ہر طرف ہے گرد اندھیرا ہر طرف تنہائی ہے
اکھٹے کیئے تھے جو تنکے ترتیب آشیاں کے
سزا ملی بھی تو ہم باغبانوں کو
کہ اکثر کلیاں ڈھونڈتی ہیں آشیانوں کو
میرے لیے یہی سزا کافی نہیں کیف
خوشیوں بھرا دامن خود میں نے جلا دیا

وقت کے ساتھ جو بدل جائے اسے پیار نہیں کہتے
مصیبت میں جو چھوٹ جائے اسے یار نہیں کہتے
(عبدالرحمٰن بروہی، ٹنڈو اللہ یار)

ڈرتے ہیں آگ سے کہیں ہاتھ جل نہ جائے
ڈرتے ہیں وقت سے کہیں گزر نہ جائے
ڈرتے ہیں موت سے کہیں ہم بچھڑ نہ جائیں
ڈرتے ہیں آپ سے کہیں پیار نہ ہو جائے
(عبدالرحمٰن بروہی، ٹنڈو اللہ یار)

کیسی ہے یہ دیوانگی

۔۔۔تحریر۔راشد لطیف۔صبرے والا۔0304.7177039

شہزادہ بھیا۔آج پہلی بار آپ کی محفل میں شامل ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے۔یہ کہانی میرے ایک دوست کی ہے جس نے کسی سے محبت کی اور اس نے بھی اس سے محبت کی۔ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں آپس میں مل بھی جائیں لیکن اگر گھر والے چاہیں تو باہر سے کسی کی کوئی بھی رکاوٹ نہیں ہے اگر کوئی رکاوٹ ہے تو اپنے ہی گھر سے ہے اس وجہ سے وہ بہت ہی پریشان ہے اس کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے اس کی نظریں گھر والوں پر لگی ہوئی ہیں۔اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ یا رائٹر نہ ہوگا۔

میرا نام مصدق حیات ہے۔مجھے کم عمری میں ہی محبت ہو گئی تھی میں جس سے محبت کرتا تھا اس کا نام تھا آصفہ وہ بہت ہی مغرور قسم کی لڑکی تھی لیکن حد سے زیادہ حسین تھی کسی حور سے کم نہ تھی اس نے مجھ سے کبھی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا پھر بھی وہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی جب وہ مجھے دیکھتی تو اس کے دیکھنے کا انداز مجھے مدہوش سا کر دیتا تھا میں سب کچھ بھول سکتا ہوں لیکن وہ دن کبھی بھی نہیں بھول سکتا جو میرے ساتھ بیتا ہے۔

گزرے وقت کو بھلا دینا آسان نہیں ہوتا\
غموں کو ہنسی میں چھپا لینا آسان نہیں ہوتا\
ضروری تو نہیں پوری ہو ہر خواہش لیکن\
اپنی خواہشوں کو دل میں دبا لینا آسان نہیں ہوتا\
مانا کہ اور لوگ بھی آ سکتے ہیں زندگی میں\
لیکن ہر کسی کو دل میں جگہ دینا آسان نہیں ہوتا

مجھے آصفہ اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری تھی۔میں کسی بھی قیمت پر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا میں جب بھی اسے لو یو کہتا آگے سے وہ بے رخی سے آئی ہیٹ یو کہہ دیتی میری تو جان ہی نکل جاتی۔میں اس امید سے کہ کبھی تو اسے میری محبت پر اعتبار آئے گا اور وہ میری محبت کا جواب محبت سے دے گی۔اسی امید کے ساتھ میں زندہ ہوں۔مجھے تو اس کی نفرت سے بھی بہت محبت تھی کیا میں عجیب دیوانہ تھا ایسی دیوانگی کسی کی نہ ہوگی جو میری تھی مجھے تو اس کی جوتی تک محبت تھی میں جب تک اس کے گھر کے دروازے کو ہاتھ نہ لگا لیتا تھا مجھے نیند نہیں آتی تھی مجھے اس کے راستے سے محبت تھی جہاں سے وہ گزرتی تھی میں اس کی پوجا کرتا تھا مجھے اس کے کپڑوں کے جوڑوں کا پتہ تھا اس کے کتنے کپڑوں کے جوڑے ہیں ہر جوڑے کا رنگ میرے ذہن میں جما ہوا تھا اور جب بھی اس کے کپڑے دھوپ میں سوکھ رہے ہوتے تو میں بہانے بہانے سے اس کے کپڑوں کو اپنے منہ سے لگاتا تو مجھے بہت سکون ملتا۔مجھے جب بھی وہ دیکھتی بے رخی سے دیکھتی تھی میں اس امید سے کبھی تو اسے میری محبت پر ترس آئے گا۔

روتے ہیں جن کی یاد میں آنسو بہا بہا کر
وہ سامنے جا رہے ہیں نظریں جھکا جھکا کر
ہم ان سے محبت اور وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں
پھر بھی ہم دعائیں کرتے ہیں ان کے لیے ہاتھ اٹھا اٹھا کر

وہ آتے تھے جب بھی میرے غریب خانے پر
کرتا تھا میں روشنی اپنے دل کو جلا جلا کر

جب بھی آصفہ ہمارے گھر آتی میرا اسے محبت بھری نظروں سے دیکھنا اچھا نہ لگتا تھا اور وہ میری بہن سے کہتی۔

تمہارا بھائی کوئی پاگل دیوانہ تو نہیں جو مجھے عجیب عجیب سی نظروں سے دیکھتا ہے میری بہن پھر اسے کہتی۔

تم کیسی باتیں کرتی ہو آصفہ وہ تمہارا دیوانہ ہے تمہیں چاہتا ہے تمہارے عشق میں آوارہ ہو گیا ہے ایک تم ہو جو اس کا پیار نہیں سمجھ سکتی میری بہن اسے بار بار کہتی میرا بھائی تمہیں دل و جان سے چاہتا ہے تم اس سے شادی کر لو وہ تمہیں زندگی میں خوش رکھے گا جتنا میرا بھائی تم کو خوش رکھ سکے گا کوئی اور اتنا خوش نہیں رکھ سکے گا۔ لیکن وہ میری بہن کی کسی بھی بات کا نوٹس نہ لیتی تھی بلکہ اس کا رویہ ویسا ہی میرے ساتھ تھا جیسے پہلے دن سے تھا اس کے دل میں میرے لیے اتنی نفرت کیوں تھی یہ میں بھی نہیں جانتا تھا میں تو بس اتنا جانتا تھا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور بے انتہا کرتا ہوں اتنی کہ مجھے ہر طرف اس کا ہی حسین سراپا دکھائی دیتا تھا اس کے علاوہ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔

کسی کو مل جائے وفا نصیبوں کی بات ہے
کوئی روتا رہے تنہا نصیبوں کی بات ہے
کسی کو چاہنا خود سے بڑھ کر
نہ بن سکے وہ اپنا نصیبوں کی بات ہے
کوئی کسی کی یاد میں رویا کرے بہت
کوئی کرے نہ پرواہ نصیبوں کی بات ہے
اپنی جان بھی وار دیتا ہے کسی پر کوئی
پھر بھی رہے کوئی خفا نصیبوں کی بات ہے

آصفہ نے کسی کی بات دل پر نہ لی اور اس نے مجھ غریب کو چھوڑ کر کسی اور جگہ شادی کر لی۔ اور میں بے چارہ تڑپتا رہا۔ آخر جب بالکل مایوس ہو گیا تب میں لاہور آ گیا اور بے وردی سی زندگی گزارنے لگا اور لاہور آ کر اللہ نے ایسا کرم کیا میں جس شکل کی پوجا کرتا تھا مجھے اس شکل کا ایک لڑکا مل گیا اب وہ لڑکا میرا گہرا دوست ہے ہم اکٹھے زندگی گزارتے ہیں اور میں اللہ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں ہاں آصفہ میں تم سے ایک بات کہہ دیتا ہوں کہ میں زندگی میں تمہیں کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔ کیونکہ تم میری پہلی اور آخری محبت ہو بلکہ میرا عشق ہو۔

آنکھ میں ملال کی شام

آنکھ میں بے کراں ملال کی شام
دیکھنا عشق کے زوال کی شام
میری قسمت ہے تیرے ہجر کا دن
میری حسرت وصال کی شام
دہکی دہکی تیرے جمال کی صبح
مہکی مہکی میرے خیال کی شام
روپ صدیوں کی دوپہر پر محیط
اوڑھنی ہے کہ ماہ وسال کی شام
پھر وہی در وہی صدا ہے جاناں
پھر وہی میں وہی سوال کی شام

انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ

سکوت شب سے پوچھا ہے
تمہارا سب سے پوچھا ہے
میرا دل کیوں نہیں لگتا ہے
دعا میں رب سے پوچھا ہے

انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ

مل کے بھی ہم نہ ملے

تحریر: نثار احمد حسرت، نور جمال شمالی، گجرات 0333-8454980

محترم چیف ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم! آج پھر اپنے بہت ہی پیارے دوست کی تحریر لے کر آپ کے در پر دستک دی ہے امید ہے پہلے کی طرح اسے بھی شائع کر کے شکریہ کا موقع دیا جائے گا۔ اور امید ہے کہ پہلے کی طرح یہ تحریر بھی قارئین بہن بھائیوں کو پسند آئے گی اور ان دوستوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں جن میں ایم انور ساجد صاحب، ایم اشفاق بٹ، ایم شفیع تنہا، مقصود احمد بلوچ، اللہ دتہ مخلص، ایم ارشد وفا، کاشف عرف کاشی، حسن رضا میری دعا ہے کہ ادارہ دن دگنی رات چگنی ترقی کرے ادارے کے سٹاف کو میری طرف سلام۔

لاتا ہے کوئی تنکے چمن کے کہاں کہاں سے
اے بجلیاں گرانے والے کچھ تو سوچ لیا کر

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں

ہم جیسے تنہا لوگوں کا رونا کیا مسکانا کیا
جب چاہنے والا کوئی نہیں بھر جینا کیا مر جانا کیا
سو رنگ میں جس کو سوچا تھا سو روپ میں جس کو چاہا تھا
حسرت وہ جان غزل تو روٹھ گئی اب اس کا حال سنانا کیا

میرے کزن محمد ارشد کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں سب گھر والے یہ سوچ رہے تھے شادی پر کس کو بھیجا جائے کیونکہ بارات میں صرف ایک آدمی کو انوائٹ کیا گیا تھا آخر کافی سوچ و بچار کے بعد ابا جان نے مجھے کہا کہ بیٹا تم ارشد کی بارات کے ساتھ جاؤ گے یہ سن کر میں بہت خوش ہوا کیونکہ مجھے ایسے فنکشن میں جانے کا بڑا مزہ آتا تھا۔ آخر دو دن بعد میں اپنے کزن کی شادی میں شرکت کے لیے تیار ہو کر یہاں لکھنا پسند نہیں کروں گا وزیر آباد تک تو میں بس کے ذریعے پہنچ گیا اور آگے کا سفر تانگے پر کرنا تھا تھوڑی دیر بعد مجھے ایک تانگے والے نے گاؤں تک پہنچا دیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی پتہ چلا کہ اور بھی کافی مہمان آئے ہوئے ہیں سب بڑی گرمجوشی سے ملے اور پھر آج مہندی کی رات بھی تھی گھر میں بہت سی مہمان لڑکیاں بھی آئی ہوئی تھیں میں صحن میں ادھر ادھر چلتے ہوئے جان بوجھ کر منہ آسمان کی طرف کر لیتا کہ شاید کسی حسینہ سے ٹکر ہو جائے مگر ایسے حادثے اکثر بڑی بوڑھیوں کے ساتھ ہوئے جنہوں نے جواب میں میری اچھی خاصی عزت افزائی بھی کی تھی مگر میں بھی بڑی ڈھیٹ مٹی کا بنا ہوا تھا اور میں نے اپنا کام جاری رکھا پھر اچانک ایک حسینہ سے ٹکر ہو گئی یعنی

خوبصورت حادثہ ہو ہی گیا وہ نیلے رنگ کے لباس میں ملبوس ہلکا میک اپ کیے اور ہلکا پھلکا زیور پہنے میرے سامنے کھڑی تھی اتنی خوبصورت لڑکی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی میں تو جیسے اس کے حسن میں کھو گیا تھا پھر اس نے ہونٹوں کو جنبش دی اور کہا آپ راستہ چھوڑیں گے یا نہیں میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی راستہ چھوڑتے ہوئے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ آپ رہتی کہاں ہیں ڈھونڈ لو تو جانیں۔ یہ کہتی ہوئی وہ تیزی سے آگے چل دی اب تو میری نظریں اس پری نما چہرہ کو ہی تلاش کر رہی تھیں وہ جدھر جدھر جاتی میری نظریں اس کا ہی تعاقب کر رہی تھیں۔

گھر میں شادی کی افراتفری شروع تھی اور میں چھوٹے موٹے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا اور اسی بہانہ اس مہ جبیں کا دیدار بھی ہوتا رہتا بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ اکثر کسی بہانے سے اس سے مخاطب بھی ہو جاتا چونکہ یہ میرے کزن کا گھر تھا اس وجہ سے اس کی امی مجھ پر مکمل بھروسہ کرتی تھیں اور میں سارے گھر میں علی اعلان گھوم پھر رہا تھا اسی دن شام کو مہندی کی رسم پر پتہ چلا کہ اس حسینہ کا نام کرن تھا رات گئے تک گہما گہمی جاری رہی اور پتہ بھی نہ چلا کہ صبح ہو گئی پھر سب بارات کے ساتھ جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

کرن بھی اپنی تیاری میں مصروف تھی اور پتہ نہیں اس نے کونسا جادو کر دیا تھا کہ جب وہ میری آنکھوں کے سامنے رہتی تو مجھے سکون سا محسوس ہوتا جونہی وہ نظروں سے اوجھل ہوتی تو دل بے قرار ہو جاتا ایسا لگتا جیسے مجھ سے کوئی قیمتی چیز گم ہو گئی ہے مجھ کو شاید اس سے محبت ہو گئی تھی اور وہ بھی بہت کم وقت میں ابھی میں اس کے بارے میں زیادہ جانتا بھی نہیں تھا کہ وہ کہاں رہتی ہے محبت چیز ہی ایسی ہے کہ یہ کس سے پوچھ کر نہیں ہوتی اگر دنیا میں محبت نہ ہوتی تو دنیا بے رونق ہوتی جس طرح شبنم کے چند قطرے ایک پتے کو تروتازہ کرتے ہیں بالکل اسی طرح سچی محبت کے چند الفاظ ایک انسان کے دل کو تروتازہ کر دیتے ہیں محبت وہ مرض ہے جس نے انسان کی روح بھی بے چین ہو جاتی ہے اور جب کسی کے لیے روح بے چین ہو جائے تو اسی کو سچی محبت کہتے ہیں اور مجھے بھی کرن سے سچی محبت ہو گئی تھی اور میں محبت کا اظہار جلد سے جلد کر دینا چاہتا تھا اور پھر مجھے وہ موقع مل ہی گیا ہوا کچھ یوں کہ میں اتفاق سے کمرے میں اکیلا ہی بیٹھا تھا اور باقی سب باہر تیاریوں میں مصروف تھے اچانک کرن بھی کوئی چیز لینے اسی کمرے میں آئی جہاں میں بیٹھا تھا میں نے موقع اچھا سمجھا اور ہمت کر کے کہہ دیا کہ کرن میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں میری زبان سے وہ اپنا نام سن کر ایک لمحے کو حیران سی ہوئی اور میری طرف غور سے دیکھنے لگی پھر میں نے دھڑکتے دل سے کہہ ہی دیا کرن میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں جب سے تم کو دیکھا ہے میرے دل میں اک ہلچل سی مچی ہوئی ہے اور میری بے قراری کا سبب صرف اور صرف تمہاری ذات ہے کرن آئی۔ لو یو۔ میں یہ بات کہتے ہوئے بالکل سنجیدہ تھا۔

وہ کچھ دیر تو خاموش رہی پھر بولی سب سے پہلے تو میں آپ کا نام جاننا چاہتی ہوں جی میرا نام نثار احمد ہے میں سر کھجاتے ہوئے اپنا نام بتایا۔

تو مسٹر نثار احمد میرے خیال سے تمہارا یہ جذباتی فیصلہ ہے اور پہلے تمہیں مجھے پرکھ لینا چاہیے کہ میں کون ہوں کیا ہوں اور ویسے بھی مجھے اس آج کل کی محبت پر کوئی یقین نہیں سب بڑے بڑے دعوے تو کرتے ہیں مگر نبھاتا کوئی نہیں سب بے وفا ہیں اور صرف جسم کی حد تک محبت کرتے ہیں آج کل کے اکثر لوگ محبت صرف جسم سے کرتے ہیں روح سے محبت کرنے والے مر گئے ہیں۔

اس کی یہ سب باتیں سن کر میں تھوڑا جوش میں آ گیا اور بولا نہیں کرن جی تمہارا یہ نظریہ بالکل غلط ہے بلکہ روح سے محبت کرنے والے لوگ ابھی زندہ ہیں اس کی ایک مثال میں خود آپ کے سامنے ہوں اگر نہیں یقین تو آزما کر دیکھ لو اور سب سے اہم چیز جسے محبت کہا جا سکتا ہے وہ ایک دوسرے کو مکمل طور پر تمام خوبیوں اور خامیوں سمیت سمجھ جانا اور قبول کر لینا ہے ہمیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ کوئی ہے جو صرف ہمارے لیے ہے اور جو ہمارا بہت اپنا ہے محبت ایک ایسا جادوئی بول ہے جو زندگی کی تمام مشکلات کا سامنا کرنے کی ہمت دیتا ہے اور ہوس جسے آپ جسم کی محبت کہہ رہی تھیں ہوس بھی ایک احساس ہے یہ سب سے گندی برائی ہے یہ کسی کو بھی حد سے برا بنا سکتی ہے مگر یہی محبت کا ایندھن بھی ہے یہ دو انسانوں کو جوڑنے کے لیے گوند کا کام کرتی ہے یہ ایک فطری تقاضا ہے اس سے انکار ممکن نہیں مگر جائز اور ناجائز میں بہت فرق ہے اللہ تعالیٰ نے نفس کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا ہے گویا محبت اور ہوس میں صرف آرڈر کا فرق ہے غلط اور صحیح کا تعین کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ پہلے محبت ہے یا پہلے ہوس اور کرن تم مجھ پر شک مت کرو میں تم سے صرف اور صرف سچی محبت کرتا ہوں۔

اندھیری رات کے لمحے تمام ہونے تک
تجھے ہی سوچتے ہیں صبح سے شام ہونے تک
ہم ایسا جسم ہیں کہ جس کی روح بھی تم ہو
ادھوری ذات ہیں ہم تیرے نام ہونے تک
تیری آواز سن نہ لوں تو دل نہیں لگتا
تڑپتے ہیں ہم تم سے ہم کلام ہونے تک
تیری اک نظر کی قیمت پر بک رہے ہیں ہم
خرید لو تم مہنگے دام ہونے تک
عشق کی آگ جو سینے میں لگا بیٹھے ہیں
سلگتی رہتی ہیں نیندیں حرام ہونے تک

کرن اری او کرن کہاں ہے تو باہر سے کسی عورت کی آواز پر کرن فوراً کمرے سے نکل گئی اور میں اپنا سامنہ لے کر بیٹھ گیا مگر میں مایوس نہیں تھا مجھے پورا یقین ہے کہ کرن میری محبت کو قبول ضرور کرے گی۔

پھر بارات روانہ ہوئی اور اپنی مطلوبہ جگہ پہنچی اور میں تمام بارات میں کرن کو تلاش کرتا رہا مگر کرن مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دی ایسا لگتا تھا کہ وہ بارات کے ساتھ آئی ہی نہیں ہے خیر جب شام کو بارات واپس دلہن کو لے کر گھر پہنچی تو مجھے کرن وہیں گھر میں موجود نظر آئی تو میں بے دھڑک ہو کر اس کے پاس چلا گیا اور پوچھا تم بارات کے ساتھ کیوں نہیں گئی میرے اس سوال پر وہ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگی جیسے میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہو۔

نثار صاحب میں بارات کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی کیونکہ مجھے یہاں گھر کے کام کرنے کے لیے بلایا گیا ہے اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ جو تمہارے سر پر عشق کا بھوت سوار ہو گیا ہے اس کو اتار پھینکو کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے۔

مگر کیوں ممکن نہیں ہے آخر کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے کرن میرا یقین کرو میں کوئی تم سے وقت گزاری نہیں کرنا چاہتا بلکہ تم سے سچی محبت کرنے لگا ہوں خدا کیلئے مجھے اوروں کی طرح نہ سمجھو پھر وہ کام کرتے کرتے رک گئی اور کہنے لگی نثار صاحب آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں۔

ہاں ہاں مجھے پتہ ہے آپ ایک خوبصورت اور حسین و جمیل لڑکی ہو میں نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

مذاق مت کرو میں تم کو بتاتی ہوں کہ میں کون ہوں اور سننے کی ہمت ہے تو سنو میں ایک کرسچن ہوں اور تم مسلمان اور میں صرف یہاں گھر کے کام کرنے کے لیے دو چار دن آئی ہوں اور پھر اپنا معاوضہ لے کر چلی جاؤں گی اور ہم غریب لوگ ہیں ان محبتوں کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہتے۔

کرسچن کا نام سنتے ہی میرے پورے جسم کو اک شدید جھٹکا لگا مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی سچ بول رہی ہے۔

ت تت تو کیا تم کرسچن ہو۔ میری زبان لڑکھڑا رہی تھی ہاں ہاں میں کرسچن ہوں اور کتنی بار پوچھو گے تم۔

کرن مان لیا کہ تم کرسچن ہو مگر میں نے کہا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے اور اگر تم میری محبت کو قبول کرلو اور...... اور تم مسلمان ہو جاؤ اسلام قبول کر لو تو میں تم سے شادی بھی کروں گا۔

نہیں نثار صاحب نہیں ہمارے خاندان میں جو لڑکی مسلمان ہوتی ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے سارے رشتے ناطے ختم کر دیئے جاتے ہیں اور اپنی پسند کی شادی کرنے والے لڑکی اور لڑکے دونوں کو جان سے مار دیتے ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ اس محبت کے چکر میں ہماری جان جائے۔

کرن میری ایک بات تو سنو اگر تم میرا ساتھ دو تو میں زمانے بھر سے ٹکرا سکتا ہوں تم اچھی طرح سوچ لو کل ولیمہ کی تقریب کے بعد میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔ کہ تم میرا ساتھ دو گی یا...... نہیں۔

یہ کہہ کر میں وہاں سے چلا گیا۔ رات بھر جاگتا رہا طرح طرح کے خیالات ذہن میں آتے رہے یہ محبت بھی انوکھی چیز ہوتی ہے اس کے تیور نرالے ہیں مگر ہر رنگ دوسرے رنگ سے چونکا دینے والا ہوتا ہے جہاں یقین ہونے لگے کہ یہی موڑ آخری ہے وہیں محبت ایک اور موڑ لے کر دل کو اور نئے وسوسوں میں ڈال دیتی ہے پھر اتنی ہی بے یقینی میں گھیر دیتی ہے دل مایوس سا ہو جاتا ہے کبھی کبھی تو ہم جن خواہشوں کو پورا ہونے کی دعائیں کرتے ہیں جن کے پورا ہونے کی منتیں مانگتے ہیں جب وہ پوری ہوتی ہیں تو وقت گزر گیا ہوتا ہے خواہشیں مدفن ہو جاتی ہیں اور جب دل خواہشوں سے خالی ہو جاتا ہے تو وہ دل دل نہیں رہتا بلکہ گوشت کا ایک لوتھڑا رہ جاتا ہے جس میں رواں دواں دھڑکنیں زندگی کا پتہ دیتی ہیں صرف زندہ ہونے کا پتہ دیتی ہیں مگر میرے دل کی خواہش نے ابھی جنم لیا ہے کہ مجھے کرن کا پیار ملنا چاہیے اگر وہ نہ ملی تو میرا کیا ہو گا الغرض کہ تمام رات سوچوں میں گزر گئی صبح اٹھا ہاتھ منہ دھو کر ناشتہ کیا اور باہر گلیوں میں گھومنے نکل گیا سہہ پہر تقریباً تین بجے ولیمہ کی تقریب سے فارغ ہو کر مجھے کرن کے جواب کا انتظار تھا اس وقت میں کمرے میں موجود تھا کہ اچانک کرن بھی آ گئی کچھ دیر تو وہ خاموش کھڑی رہی پھر بولی نثار صاحب نہیں میں تم سے محبت نہیں کر سکتی یہ سن کر جیسے میرا دل ڈوب سا گیا۔

نثار صاحب نمبر ون تو میری منگنی بچپن میں ہی میرے کزن سے ہو گئی تھی اور دوسری بڑی وجہ کہ میں کرسچن ہوں۔

کرن تو تم ان فرسودہ رسم و رواج کو توڑ دو اور سلام قبول کر لو نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے ہمت پیدا کرو تم کم ہمتی کا مظاہرہ کرو گے تو برباد ہو جاؤ گی کم از کم اسلام قبول کر کے اپنے اوپر جنت کو تو واجب کر لو۔

تم مجھے مشکل میں ڈال رہے ہو وہ پریشان سی ہو گئی میں تمہیں بالکل مشکل میں نہیں ڈال رہا بلکہ میں تو تمہیں سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں میرے دن اور رات کانٹوں بھرے ہو گئے ہیں مجھے ایک پل بھی چین نہیں ہے جب تک فیصلہ میرے حق میں نہیں ہو جاتا میں یونہی بے قرار رہوں گا میں کسی بھی قیمت پر تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔

ہم کافی دیر وہاں باتیں کرتے رہے پھر جاتے ہوئے کرن نے مجھ سے میرا فون نمبر لیا اور چلی گئی اور پھر میں واپس اپنے گھر آ گیا اور اس کی فون کال آنے کا انتظار کرنے لگا آخر تین دن کے جان لیوا انتظار کے بعد کرن کا ایک میسج میرے فون پر آیا جو کچھ یوں تھا۔

جناب نثار صاحب میں نے کافی سوچنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ کی محبت قبول کرتی ہوں اور آپ کا ساتھ دیتی ہوں اور انشاء اللہ میں آپ کے کہنے پر اسلام قبول کروں گی ابھی آپ کو واپس گئے چند دن ہوئے ہیں اور میرا دل آپ سے ملنے کو ترس گیا ہے اگر ہو سکے تو پلیز ایک بار آ کر اپنی صورت دکھا جانا اب اجازت چاہتی ہوں اور ہاں آپ اس نمبر پر ایس ایم ایس یا کال مت کرنا کیونکہ یہ میرا نمبر نہیں ہے ابھی تھوڑے دن تک میں اپنا موبائل اور سم لے لوں گی پھر بے شک کال کر لینا او کے خدا حافظ۔

یہ تھا کرن کا میسج اور اسے پڑھنے کے بعد میں خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کرنے لگا آج میں بہت خوش تھا میری دلی خواہش پوری ہو رہی تھی میں نے زندگی میں پہلی بار جس کو چاہا وہی مجھے مل گئی تھی کرن نے ملنے کا کہا تھا مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ وہاں جانے کے لیے بہانہ کونسا بنایا جائے امی جان اس وقت چاول صاف کر رہی تھیں میں دھیرے دھیرے چلتا ہوا ان کے پاس جا کر رک گیا تھوڑی دیر بعد امی خود ہی بھانپ گئی کہ میں کوئی بات کہنا چاہتا ہوں بیٹا نثار کیا بات ہے کیا پھر پیسوں کی ضرورت پڑ گئی ہے جو منہ لٹکائے کھڑے ہو نہیں امی جان دراصل وہ مجھے......

وہ مجھے کیا آگے بھی بولو امی مجھے ایک ضروری کام کے سلسلے میں وزیر آباد جانا ہے کل تو واپس آ جاؤں گا اگر آپ اجازت دیں تو میں ابھی چلا جاؤں ارے نکمے تجھے کیا ضروری کام پڑ گیا ہے ذرا بتا تو سہی میں امی کے اس سوال پر سوچنے لگا کہ کیا بہانہ کروں پھر یک لخت خیال آیا اور بولا امی وہ میرا دوست ارشد ہے ناں اس کے ساتھ جانا ہے اس کو ہی کوئی کام ہے پلیز میری پیاری امی مجھے ابھی جانے کی اجازت دیں ناں۔

اور آخر امی نے مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں خوشی سے اچھلتا کودتا ہوا جانے کی تیاری کرنے لگا۔

تمہیں پا کر کھونا میرے بس میں نہیں
اب کوئی زخم پرونا میرے بس میں نہیں
اک عمر تک دھویا ہے دل کے داغوں کو
اب یہ داغ دھونا میرے بس میں نہیں
جاگ چکے ہیں بہت شب کی تنہائیوں میں
کہ اب راتوں کو سونا میرے بس میں نہیں
خوشیوں کی آخری امید لے کر آیا ہوں تیرے در پر
دکھوں میں اب اور رونا میرے بس میں نہیں
تیرے بعد مجھے نظر آتی نہیں کوئی بھی منزل
کسی اور کا ہونا اب میرے بس میں نہیں

اس دن شام سے پہلے ہی میں اپنی محبوبہ کرن کے گاؤں پہنچ چکا تھا کیونکہ کرن نے رات کو ملنے کا کہا تھا اس وجہ سے میں اپنے کزن کے گھر چلا گیا میری اس اچانک آمد پر وہ سب گھر والے حیران تھے سلام دعا کے بعد سب میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور سب کا ایک ہی سوال تھا کہ آج اچانک کیسے آنا ہوا خیر تو ہے پہلے تو تم سال میں ایک آدھ بار وہ بھی کسی خاص کام کی وجہ سے آتے تھے تو میں نے ان کو جواب میں کہا کہ میں کسی کام سے گوجرانوالہ گیا ہوا تھا واپسی پر لیٹ ہو چکا تھا اور پھر ہمارے گاؤں میں جانے کیلئے رات گئے کوئی سواری نہیں جاتی تھی سوچا آج رات آپ کے ہاں ہی گزار لیتا ہوں میری اس بات سب مطمئن ہو گئے۔

کرن نے رات ٹھیک گیارہ بجے ملنے کا کہا تھا اور کرن کا گھر ہمارے گھر سے چند گز چھوڑ کر اور اسی لائن میں اور چونکہ گاؤں میں اکثر سب کی چھتیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں اور اس وجہ سے میں کرن کے گھر کی چھت تک جانا بہت آسان تھا میں مقررہ وقت پر مطلوبہ جگہ پر موجود تھا تو میں نے دیکھا کہ کرن وہاں

پہلے سے ہی موجود تھی۔
اس رات مدھم مدھم چاندنی تھی اور ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی تھی موسم بہت خوشگوار تھا آخر موسم کیوں نہ اچھا ہوتا میرا محبوب جو میرے سامنے تھا بالکل میرے قریب کہتے ہیں جب دل کا موسم اچھا ہو تو سبھی موسم اچھے لگتے ہیں ہم ہاتھ میں ہاتھ لیے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائیں اور کرن نے سچے دل سے کہا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلے گی جس کی مجھے بے حد خوشی تھی اور باتوں باتوں میں پتہ بھی نہ چلا اور صبح کے چار بج گئے پھر ہم نے نا چاہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے اجازت لی اور جدا ہو گئے دوسرے دن میں گھر چلا آیا ہر وقت اسی کا چہرہ ذہن کی سکرین پر چلتا رہتا تھا یہ محبت بھی اچھے بھلے آدمی کو دیوانہ بنا دیتی ہے محبوب کی یاد ہو تو ٹھیک سے کھانے کا بھی ہوش نہیں رہتا میں جلد سے جلد کرن کو حاصل کر لینا چاہتا تھا مگر اس کے لیے کوئی مناسب راہ نہیں نکل رہی تھی میں کسی طریقے سے اس بات سے امی جان کو آگاہ کرنا چاہتا تھا اور ڈر بھی تھا کہ امی سخت ناراض ہوں گی اور مجھے اچھی طرح ڈانٹیں گی وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزر رہا تھا اور ہماری محبت مضبوط سے مضبوط ہو رہی تھی آخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک دن میں نے امی جان سے اپنے دل کی بات کہہ ڈالی۔
امی جان میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں ہاں ہاں بلا جھجک کہو کیا بات ہے امی دراصل مجھے ایک لڑکی پسند ہے اور میری خواہش ہے کہ میں اس کو اپنی زندگی کا ہمسفر بنا لوں۔
کچھ دیر سوچنے کے بعد امی بولیں تو فکر کیوں کرتا ہے تو جہاں کہے گا شادی اسی جگہ کریں گے تیری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا مگر امی ایک اور بڑی وجہ بھی ہے کہ وہ لڑکی ابھی کرسچن ہے مگر آپ فکر نہ کریں وہ مجھ سے شادی کرنے کے بعد مسلمان ہو جائے گی

کرسچن کا نام سن کر امی پتہ نہیں کیوں اچانک غصے ہو گئیں اور مجھے ڈانٹنے لگیں اور کہا تیری شادی تو کسی بھی جگہ ہو سکتی ہے مگر کرسچن لڑکی سے ہرگز ہرگز نہیں چاہے وہ مسلمان ہو بھی جائے مگر امی وہ مسلمان ہو جائے تو پھر شادی میں رکاوٹ کیسی؟
میں نے کہا ناں کہ نہیں ہو سکتی بس چل اب اس سے آگے میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی جاؤ جا کر اپنے کمرے میں لیٹ جاؤ اور اس کرسچن کے خواب دیکھنا چھوڑ دو کیا مسلم لڑکاں کم ہیں جو تم اس سے شادی کی خواہش رکھتے ہو میں کمرے میں چلا تو گیا مگر نیند کوسوں دور تھی امی جان نے میرا رشتہ منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا اور میں کرن سے بے دوسری کا سوچ کر رو رہا تھا مگر اپنی ضد پر قائم رہا اور کمرے میں قید ہو کر رہ گیا امی جان نے رات کو کھانے کو کہا مگر میں نے نہیں کھایا اور صبح بھی دیر تک بستر میں منہ چھپائے آنسو بہاتا رہا میری اس حالت سے گھر والے خوب واقف تھے اور پتہ نہیں امی نے کیا سوچا اور میرے پاس آ کر کہنے لگی کہ بیٹا نثار میں تمہاری ماں ہوں اور ماں کبھی بھی اپنی اولاد کا برا نہیں سوچتی مجھے پتہ ہے کہ تم کو وہ پسند ہے مگر دیکھو بیٹا یہ ضروری نہیں جس کو پسند کرو شادی بھی اسی سے ہو فی الحال سب کچھ بھلا کر تم کسی کام میں لگ جاؤ اور ہاں تمہارے ماموں جو ڈنگہ میں رہتے ہیں ان کا ابھی تھوڑی دیر پہلے فون آیا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ نثار کو ڈنگہ بھیج دو وہاں ایک ہسپتال میں تمہارے لیے جاب تلاش کی ہے اور تنخواہ بھی اچھی ہے ویسے بھی فارغ بیٹھنے کا کیا فائدہ اور کل تم ڈنگہ شہر ماموں کے پاس چلے جاؤ اور اٹھو اب کھانا کھاؤ اور شہر سے گھر کے لیے سودا سلف لے آؤ امی جان مجھے نصیحت کرتی ہوئی باہر چلی گئیں۔
اور پھر میں نہ چاہتے ہوئے بھی ڈنگہ شہر میں جاب کرنے آ گیا اس دوران کرن نے بھی اپنا ذاتی موبائل لے لیا تھا اور ہماری روزانہ فون پر بات ہوتی

رہتی تھی اور میں نے اپنے تمام گھر کے حالات سے کرن کو آگاہ کر دیا تھا۔

تنہا ہوں اور یاد تیری آئی ہے
کیا خوب سزا دیکھ محبت میں پائی ہے
تجھ سے بچھڑ کے جاؤں تو کہاں جاؤں
زنجیر چاہت کی تو نے میرے پاؤں میں پائی ہے
میری سوچوں پہ پہرے ہیں تیری یادوں کے
میرے چہرے پر تیرے پیار کی رعنائی ہے
مر جاؤں اگر تجھ کو بھلا دوں اک پل بھی
میں نے چاہت کو نبھانے کی قسم کھائی ہے
لے لے جان اے خدا نہیں جینا اس بن
بن تیرے جینا میری چاہت کی رسوائی ہے

اگلے دن میرے ماموں جان جن کا نام محمد اکبر تھا مجھے اپنے ساتھ لیا اور پہلے دن ہسپتال میں جاب کرنے کے لیے چوہدری جاوید اقبال سے ملاقات کروائی جو کہ اس ہسپتال کے چیف ایگزیکٹو تھے انہوں نے مجھے سارا کام سمجھایا اور ساتھ گارڈ کو بھی حکم دیا کہ نثار احمد کو ایک بار پورے ہسپتال کے بارے میں بتاؤ اور ان کو کام سمجھاؤ کہ کیسے استقبالیہ کاؤنٹر پر آنے والے مریض کی رہنمائی کرنی ہے۔
ڈنگہ شہر میں یہ ہسپتال جس کا نام عامر جاوید میڈیکل کمپلیکس ہے سب سے بڑا ہسپتال ہے اور تمام سہولیات میسر ہیں مجھے یہاں کام کرتے اب تقریباً ایک ماہ ہونے کو تھا اس دوران میں صرف کرن سے فون پر بات کرتا اور اب آنکھیں کرن کی صورت دیکھنے کو ترس گئی تھیں چونکہ ان دنوں ہسپتال میں میری ڈیوٹی رات کی تھی سو میں صبح آٹھ بجے وزیر آباد جانے کی تیاری کرنے لگا۔
دن دن بجے کے قریب میں کرن کے گاؤں جو وزیر آباد کے قریب ہے وہاں پہنچ گیا اور دن کو چونکہ ملاقات کرنا مشکل تھا ڈر تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے میں نے کرن کو کال کی اور اپنی آمد کا بتایا اور کہا کہ تم گھر سے

باہر کھیتوں میں لگے ٹیوب ویل کے کمرے کے قریب آؤ میں تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں میرے کہنے پر کرن تھوڑی دیر بعد مقررہ جگہ پر پہنچ گئی وہاں ہم کافی دیر باتیں کرتے رہے اور اپنے اپنے دل کا احوال ایک دوسرے کو سنایا کرن نے کہا کہ نثار اب تمہارے بن جینا مشکل ہے جب تک تمہاری کال نہیں آتی میں بے چین رہتی ہوں پتہ نہیں آپ نے کیا جادو کر دیا ہے کہ ہر وقت تمہارے ہی خیال آتے رہتے ہیں نثار اس سے پہلے کہ مجھے کوئی اور لے جائے تم مجھے اپنا بنا لو میں اب مزید دوری برداشت نہیں کر سکتی تم اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ کہ میں تمہاری خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں اگر نہیں یقین تو تم ابھی مجھے کسی عالم دین کے پاس لے چلو اور میں اسلام قبول کر لوں گی اب میں صرف اور صرف تمہاری ہونا چاہتی ہوں۔
میں نے اس سے وعدہ کیا کہ بہت جلد میں تمہیں اپنا بنا لوں گا اس لیے چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے مگر کرن تم کو حاصل کر کے ہی رہوں گا وقت کافی نازک تھا اور شام کو ڈیوٹی پر بھی جانا تھا سو میں نے کرن سے اجازت لی اور واپس آ گیا جب ماموں کے گھر پہنچا تو پتہ نہیں ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں وزیر آباد گیا تھا انہوں نے مجھے خوب ڈانٹا اور آئندہ مجھ پر سختی سے پابندی لگا دی کہ میں ان سے اجازت لیے بغیر کہیں بھی نہیں جا سکتا الغرض تمام پابندیوں کے باوجود ہماری محبت پر کوئی فرق نہیں پڑا بلکہ بقول شاعر۔

جب سے تجھ کو پا لیا سب کچھ کما لیا ہے کرن
اب کوئی تمنا نہیں تجھ کو پا لینے کے بعد

اب زیادہ تر میں فون پر ہی کرن سے بات کر لیا کرتا تھا اور ماموں جان نے وزیر آباد جانے پر سخت پابندی لگا دی تھی ہماری چوری کی ملاقات کا گھر والوں کو بھی پتہ چل گیا تھا اور انہوں نے ہسپتال کے چیف ایگزیکٹو کو کہہ دیا کہ نثار کو اب کہیں بھی نہ جانے دیا جائے اور اس پر کڑی نظر رکھیں ہر طرف سے یہ کوشش

تھی کہ میں کسی بھی طریقے سے کرن سے نہ مل سکوں وقت گزرتے گزرتے دو ماہ کا عرصہ ہو گیا تھا کرن سے ملاقات کیے ہوئے اس دوران کرن نے بتایا کہ اس کے گھر رشتہ لینے والے لوگ آئے تھے اور امی ابو نے ہاں کر دی ہے نثار اگر تم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو پلیز جلدی کچھ کرو ورنہ میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گی۔مگر کسی اور کی دلہن نہیں بنوں گی۔

جواب میں میں نے کرن کو مکمل یقین دلایا کہ زمانہ چاہے ہم پر کتنی ہی پابندیوں کے جال بچھائے مگر ہم ضرور ملیں گے ضرور ایک ہوں گے۔

اس دن شام کو جب میں ڈیوٹی پر آیا تو معمول کے مطابق سب کو سلام کیا اور استقبالیہ کاؤنٹر پر آ کر اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے لگا اس دن رات تقریباً گیارہ بجے کے قریب ایک ایمرجنسی آئی مریض ایک لڑکا تھا جس کی عمر 25 یا 27 سال تھی مریض انتہائی تشویشناک حالت میں تھا میں نے ان کی انٹری کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب کو بلانے ان کے روم میں دوڑا۔

ڈاکٹر نعیم چوہدری صاحب جو کہ ایک قابل ڈاکٹر ہیں انہوں نے مریض کو چیک کیا تو ہارٹ کا پرابلم بتایا مرض کو کافی سخت ہارٹ اٹیک ہوا تھا ڈاکٹر صاحب نے ایمرجنسی روم سے باقی تمام غیر متعلقہ آدمیوں کو باہر گیلری میں لگے صوفوں پر بیٹھنے کو کہا ڈاکٹر صاحب نے مریض کے لواحقین کو بتایا کہ کافی سخت اٹیک ہوا ہے اس وقت مریض کی حالت کافی سیریس ہے آپ سب دعا کریں ہم آخری حد تک کوشش کریں گے کہ جان بچ جائے باقی زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے مریض کے ساتھ آئے ہوئے لوگوں میں دو عورتیں بھی تھیں جو یہ بات سن کر رونے لگیں ڈاکٹر نعیم چوہدری صاحب جو انتہائی محبت کرنیوالے اور ملنسار آدمی ہیں انہوں نے سب کو حوصلہ دیا اور ایمرجنسی روم میں آئے اور سب سے پہلے کارڈک مشین لگانے کو کہا مشین کی سکرین پر آڑھی ترچھی لائنیں تیزی سے حرکت کر رہی تھیں اور کسی لمحہ رک جاتیں اور سیدھی ہونے کو آتیں۔

اٹیک اتنا شدید تھا کہ ایک دفعہ تو مریض کی سانس اور دھڑکن رک گئی ڈاکٹر پریشان ہوئے اور بڑی پھرتی سے کارڈک مشین کے ساتھ لگی دستیاں اُٹھ کر مریض کے سینے پر لگا دیں یہ بجلی کا شارٹ تھا جو شارٹ لگتے ہی مریض بیڈ سے اچھلا اور دوبارہ سانس کے ساتھ دھڑکن بھی چل گئی تقریباً اڑھائی گھنٹے کی جدوجہد کے بعد مریض کی حالت خطرے سے باہر ہوئی تو ڈاکٹر صاحب مطمئن ہوئے اور ایمرجنسی روم سے باہر آئے اور سب کو مبارکباد دی کہ اللہ کا شکر ہے کہ مریض کی حالت اب بہتر ہے اور آپ اس سے مل سکتے ہیں مگر کوئی بھی آدمی مریض سے بات چیت نہیں کرے گا۔

اس ایمرجنسی سے فارغ ہو کر جب میں نے موبائل چیک کیا تو دس کے قریب کرن کی مسڈ کال تھیں چونکہ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ایمرجنسی روم میں تھا اور موبائل کی ٹون بند تھی میں نے کرن کا نمبر ڈائل کیا تو اس کا نمبر آف آ رہا تھا میں ایک گھنٹہ لگاتار ٹرائی کرتا رہا مگر اس کا نمبر مسلسل آف ملتا رہا میں پریشان ہو گیا کیونکہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ کرن کا نمبر آف ملے لگتا تھا کوئی بہت بڑی پرابلم ہو گئی تھی شاید۔

اگلے دن دس محرم الحرام تھا اور مجھے ہسپتال سے چھٹی تھی اور میرا دل بار بار کرن کا نام لئے جا رہا تھا کاش کہ رب نے میرے پر بنائے ہوتے تو میں اڑ کر اپنی جان کرن کے پاس جا پہنچتا آج میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں کرن سے ضرور ملنے جاؤں گا ماموں جان سے چوری چوری میں وزیر آباد جانے کے لیے بس میں سوار ہو گیا راستے میں طرح طرح کے خیال آتے رہے کہ پتہ نہیں ایسی کیا وجہ ہے کہ کرن رات پہلے تو مجھے کالز کرتی رہیں لیکن بعد میں نمبر آف ہو گیا وزیر آباد شہر تو میں پہنچ گیا مگر گاؤں جانے کے لیے مجھے کوئی سواری نہیں مل رہی تھی میں پیدل ہی چل پڑا کرن کا گاؤں وزیر آباد سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جس کا نام میں یہاں لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔

پیدل چلتے ہوئے بھی میں کرن کے نمبر پر کال کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر نمبر آف مل رہا تھا میں سیدھا اپنے کزن کے گھر چلا گیا وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد میں نے باتوں باتوں میں بھابھی سمیرا سے کرن کے بارے میں پوچھا کیونکہ کرن ان کے گھر اکثر آیا کرتی تھی اور کام کاج بھی کرتی تھی بھابھی نے بتایا کہ کرن کل رات کسی لڑکے کو کال ملا رہی تھی کہ اس کے بھائی کو پتہ چلا اور انہوں نے کرن سے موبائل چھین اور کرن کو مارا بھی یہ سن کر میرا خون کھول اٹھا میں کسی نہ کسی طریقے سے کرن سے بات کرنا چاہتا تھا مگر کوئی مناسب راہ نہیں نکل رہی تھی ابھی میں اس سے ملنے کی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا کہ کرن خود وہاں آ گئی لگتا تھا اس نے مجھے یہاں آتے دیکھ لیا تھا یا پھر خود کسی کام سے آئی تھی خیر جیسے بھی ہوا وہ آئی تو تھی اور میری ساری پرابلم حل ہو گئی تھی بھابھی اس وقت چائے بنا رہی تھی اور ہمیں بات کرنے کا موقع مل گیا کرن نے بتایا کہ میرے گھر والوں کو ساری بات کا علم ہو گیا ہے اور انہوں نے کل میری منگنی اور دو دن بعد شادی بھی طے کر دی ہے یہی بات بتانے کے لیے رات میں آپ کو کال کر رہی تھی کہ بھائی نے فون دیکھ لیا اور فوراً موبائل چھین لیا پلیز نثار صاحب کچھ کرو ورنہ میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔

میں نے کرن سے کہا یہ زمانے والے بہت ظالم ہیں چلو کہیں دور بھاگ چلیں جہاں ہم اور صرف ہماری محبت ہو جہاں صرف خوشیاں ہوں بات کرتے کرتے میری آنکھیں بھی نم ہو گئیں تھیں اور پھر ہم نے ایک فیصلہ کر لیا کہ ہم گھر سے بھاگ جائیں گے کرن کو میں نے اگلے دن شام کا وقت دے دیا کہ تیار رہنا میں آؤں گا اور تمہیں لے جاؤں گا ہمیشہ کے لیے اگلے دن شام سے ذرا پہلے ہی میں رکشہ والے کے ساتھ آ گیا تا کہ ہمیں گاؤں سے نکلنے میں ذرا بھی دیر نہ لگے کرن کا گھر سڑک سے تھوڑا دور تھا اور رکشہ والے کو میں نے وہاں سڑک پر ہی کھڑے رہنے کو کہا میں نے کرن کو اطلاع دی کہ میں آ گیا ہوں تھوڑی دیر بعد وہ بھی گھر سے نکلتی نظر آئی شام ہو چکی تھی اندھیرا پھیل رہا تھا کہ کرن رکشے میں آ کر بیٹھ گئی کرن پر بھی شاید سخت کڑی نظر تھی اس کے ابو نے اس کو رکشے میں سوار ہوتے دیکھ لیا اور دور سے ہی پکارنے لگا کرن رک جاؤ کہاں جا رہی ہو اس اچانک صورتحال سے میں گھبرا گیا تھا میں نے رکشہ ڈرائیور کو کہا کہ جلدی کرو رکشہ چلاؤ اور کہیں بھی رکنے کی کوشش بھی نہ کرنا تو پھر کیا تھا رکشہ گاؤں کی کچی پکی سڑک پر تیزی سے دوڑنے لگا وہ بھی شاید ساری کہانی سمجھ چکا تھا اور رکشہ تیز چلا رہا تھا ہم وزیر آباد شہر پہنچ گئے اب میں نے اس کو کرایہ دیا اور فارغ کر دیا اب ہماری منزل لاہور تھی ہم کسی بھی طریقے سے بچتے بچاتے لاہور پہنچ گئے اور سکون کا سانس لیا۔

آج میں بہت خوش تھا کہ دنیا والوں کی لاکھ رکاوٹ کے باوجود میں نے کرن کو حاصل کر لیا تھا کوشش اگر سچے دل سے کی جائے تو کبھی رائیگاں نہیں جاتی دو دن آرام کرنے کے بعد کرن کو ایک عالم دین کے پاس لے گیا اور اس نے کلمہ پڑھا اور مذہب اسلام قبول کر لیا اور پھر کورٹ جا کر ہم نے شادی بھی کر لی کرن کو پا کر ایسا لگتا تھا کہ میں نے دینا و جہاں کی خوشیاں حاصل کر لی ہیں۔

جیون کی ہر پریم کہانی تیرے نام
میری ہر اک درد نشانی تیرے نام
میرے ہر ایک لفظ میں تیری صورت ہے

لمحہ لمحہ شام سہانی تیرے نام
میرا ہر اک نقش تمہارا اجلا پن
جذبوں سے بھرپور جوانی تیرے نام
میری سوچ یہ کہتی ہے تم میرے ہو
میرے پیار کی کہانی تیرے نام
کمرے میں خاموش پڑا سا رہتا ہوں
ان آنکھوں سے بہتا پانی تیرے نام
میں نے حسرت اب یہ اکثر لکھنا ہے
دریا کی ہر اک روانی تیرے نام

لاہور شہر میں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا جس میں ہم ہنسی خوشی رہ رہے تھے ضروریات زندگی کی ہر چیز تھی اب تو کوئی بھی لمحہ ایسا نہیں تھا جو ہمارے پیار سے خالی ہو ہم ایک دوسرے کو جان سے بھی زیادہ چاہتے تھے وقت گزرتا گیا اور تقریباً ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک چاند سا بیٹا عطا کیا اور اب تو ہماری خوشیاں دوبالا ہو گئی تھیں ہر طرف خوشیوں کا راج تھا۔

مگر کہتے ہیں کہ خوشیاں زیادہ دن نہیں رہتیں یہ خوشیاں عارضی ثابت ہوئیں ہوا کچھ یوں ایک روز ہم کچھ چیزیں لینے بازار گئے ہوئے تھے کہ وہاں کسی گاؤں کے آدمی نے ہمیں دیکھ لیا اور کرن کے ابو کو بتا دیا کہ ہم لاہور میں رہتے ہیں لاہور میں جس جگہ میں رہتا تھا وہ جگہ مجھے ایک کلاس فیلو نے کرایہ پر لے کر دی تھی اور میرے اس کلاس فیلو جس کا نام وحید تھا کو کرن کا ابو اچھی طرح جانتا تھا وہ وہاں کسی طریقے سے پہنچ گیا اور وحید نے ہماری رہائش کا بتا دیا کہ فلاں جگہ پر ہے میں اس وقت گھر پر ہی تھا کہ دستک ہوئی جب میں نے دروازہ کھولا تو میرا رنگ اڑ گیا سامنے کرن کا ابو تھا انہوں نے مجھے دیکھتے ہی سلام کیا جواب میں میں نے بھی سلام کہا تو میں ان کو اندر کمرے میں لے آیا کرن اس وقت کچن میں ہانڈی بنا رہی تھی جب میں نے اس کو خبر دی کہ تمہارے ابو آئے ہیں وہ ابو کا سن کر پریشان ہو گئی اور ڈرتے ڈرتے اٹھی اور کہنے لگی ان کو کیسے پتہ مل گیا اور ہم تک پہنچ گئے خیر وہ ابو سے ملنے کمرے میں آئی اس کا جسم کسی کمزور شاخ کی طرح کانپ رہا تھا۔

کرن کو دیکھتے ہی اس کا ابو اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کو گلے لگا کر پیار کیا پھر بہت سی باتیں ہوئیں اور کرن کے ابو نے ہمیں یقین دلایا کہ آپ واپس آجاؤ ہم آپ کی شادی کو قبول کرتے ہیں اور دل سے تمہیں معاف کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہم نے وعدہ کر لیا کہ بہت جلد ہم گاؤں واپس آجائیں گے ابھی چند ضروری کام ہیں وہ نمٹا لیں کرن کا ابو تو اسی وقت بضد تھا کہ ابھی میرے ساتھ چلو مگر ہم نے کام کا کہا تھا کہ ان کو ختم کرتے ہی ہم واپس گاؤں آجائیں گے وہ ہم دونوں کو گاؤں جلد آنے کا کہہ کر چلا گیا بعد میں ہم سوچ میں پڑ گئے کہ ہم واپس جائیں یا کہ نہیں کافی سوچنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اب تو کرن کے سب گھر والے راضی ہیں اور انہوں نے خود کہا ہے کہ واپس آجاؤ ہم کچھ نہیں کہیں گے تو ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔

کرن تو خوش نظر آرہی تھی مگر میرا دل نہیں مان رہا تھا مجھے یہ سب کوئی بڑی چال محسوس ہو رہی تھی خیر ہم چند دنوں بعد گاؤں جانے کے لیے کوچ میں سوار تھے تمام راستہ کرن بچے کو گود میں لیے باہر تیزی سے پیچھے نکلتے منظر کو دیکھتی رہی پتہ نہیں کن سوچوں میں گم تھی میں نے بھی پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔

گھر پہنچ کر بظاہر تو سب کچھ ٹھیک لگ رہا تھا مگر میرا دل نہیں مان رہا تھا کہ سب ٹھیک ہے اس وقت سب شام کا کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ کرن کے بھائی نے پہلا سوال کیا۔ آپ یہاں کیوں آئی ہو کرن یہ سنتے ہی میں نوالہ منہ لیتے ہوئے رک گیا وہ کرن کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں بتائیے ناں تم یہاں کیا لینے آئی ہو تمہاری وجہ سے

ہماری جگ ہنسائی ہوئی ہے ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے اور تمہاری وجہ سے امی صدمے سے چل بسیں اس سے پہلے کہ ہم کوئی جواب دیتے کرن کا بھائی آپے سے باہر ہو گیا۔

آج میں تم کو نہیں چھوڑوں گا دونوں کو یہاں زمین پر ختم کر دوں گا آج تم کو اگلے جہاں پہنچا کر ہی رہوں گا۔

بس کرو خرم تم ہوش میں ہو میں نے کرن کے بھائی کو کھانا چھوڑ کر اٹھتے ہوئے کہا تم اپنی زبان بند رکھو ابھی پہلے مجھے کرن سے نمٹ لینے دو بعد میں تم کو دیکھتا ہوں معاملہ حد سے زیادہ بگڑ چکا تھا پھر میں اس کے ساتھ ہاتھا پائی کرنے لگا اور کرن کو میں نے کہا کرن اٹھو چلو یہاں سے بھاگو ہمیں نہیں رہنا یہاں ان لوگوں نے ہمیں یہاں دھوکے سے بلوایا ہے صرف ہمیں قتل کرنے کے لیے اٹھو کرن میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو اپنے بچے کو ساتھ لو اور اپنی جان بچاؤ میں اس کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھا اسی دوران کرن کا ابو شور مچانے لگا کہ بچاؤ بچاؤ شور سن کر محلے کے چار پانچ آدمی گھر میں داخل ہوئے تو وہ سب بھی کرن کے بھائی کو یہ حرکت کرنے کے لیے روکنے لگے تو کرن کے ابو نے مجھے کندھے سے پکڑ کر پیچھے کیا اور کہنے لگا تم یہاں سے چلے جاؤ یہ لڑکا تمہاری شادی کو نہیں مان رہا اور ایسا نہ ہو کہ تمہارے ساتھ دو اور جانیں بھی ضائع ہو جائیں جلدی کرو اور الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ میں بھی یہی چاہتا تھا اور جلدی سے باہر گلی میں نکل آیا کرن گلی میں کھڑی میری ہی منتظر تھی ہم تیز تیز قدم چلتے ہوئے گھر سے دور ہو رہے تھے کہ گلی کا موڑ مڑنے ہی والے تھے کہ خرم نے اپنے گھر سے گلی میں نکلتے ہوئے دور سے للکارا آج تم نہیں بچ سکتی اور وہ بھی اپنی آواز میں رو رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ مت مارو میری ماں کو مت مارو میری ماں کو اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر بھی گولی چلاتا محلے کے لوگوں نے اسے مضبوطی سے قابو کر لیا تھا اور اندر لے جا کر کمرے میں بند کر دیا تھا میری کرن میری آنکھوں کے سامنے زمین پر پڑی تڑپ رہی تھی اس کا کافی خون بہہ چکا تھا گاؤں میں اس وقت سوائے رکشے تانگے کے کوئی گاڑی نہیں مل رہی تھی جس کے ذریعے کرن کو جلد سے جلد ہسپتال پہنچایا جائے۔

پھر کرن کی سانسیں رکنے لگیں اور وہ زندگی کی بازی ہار گئی محبت کے دشمنوں نے اسے ابدی نیند سلا دیا، اور میں اس کی لاش کے پاس کھڑا زاروقطار رو رہا تھا اور یہ آنسو زندگی بھر کے لیے میرا مقدر بن گئے اب میں زندہ تو ہوں مگر بے جان لاشے کی طرح میں چاہتا تو تھا کہ میں بھی کرن کے ساتھ مر جاتا اور اس کے ساتھ جینے مرنے کی قسم پوری ہو جاتی مگر میرے پاؤں کی زنجیر کرن کی نشانی ہے میرا اپنا بچہ ہے جس کی خاطر میں ان اشکوں کی آگ میں زندہ ہوں اور یہ اشکوں کی آگ ہی میرا مقدر ہے۔

۞۞۞

مجھے تم سے محبت ہوگی

اس نے شرارت کی تھی
یا پھر دل سے کہا تھا......
میرے کان کے پاس
اپنے یاقوتی لبوں کو لے کر
سرگوشی کرتے ہوئے
بڑے پیار بھرے
انداز میں
اس نے مجھ سے کہا تھا......
سنو جاناں......
مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے

(قراۃ العین عینی، تاندلیانوالہ)

طلوع محبت

---تحریر-فرقان-0334.9789402

شہزادہ بھیاء آج پہلی بار آپ کی محفل میں شامل ہورہا ہوں امید ہے کہ آپ مجھے اپنی محفل میں ویلکم کہیں گے۔ یہ کہانی میرے ایک دوست کی ہے جس نے کسی سے محبت کی اور اس نے بھی اس سے محبت کی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں آپس میں مل بھی جائیں لیکن اگر گھر والے چاہیں تو باہر سے کسی کی کوئی بھی رکاوٹ نہیں ہے اگر کوئی رکاوٹ ہے تو اپنے ہی گھر سے ہے اس وجہ سے وہ بہت ہی پریشان ہے اس کو کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے اس کی نظریں گھر والوں پر لگی ہوئی ہیں۔ اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کے دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ یا رائٹر نہ ہوگا۔

میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا میرے والد ملازمت تھے میرے پانچ بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ میں بھائیوں میں سے تیسرے نمبر پر ہوں یعنی دو بھائی مجھ سے بڑے اور دو چھوٹے ہیں میرے والدین کی امیدیں مجھ سے وابستہ ہیں کیونکہ میں تمام بھائیوں اور بہنوں سے ذہین ہوں اور خوبصورت بھی ہوں میرے والدین مجھ پر اعتماد کرے ہیں یں اب ایف ایس سی کا سٹوڈنٹ ہوں مگر میں کسی کے پیار میں گرفتار ہوں ہے کوئی جو مجھے س دلدل سے نکال سکے۔

جی ہاں یہ میرے والدین ہی ہیں جو مجھے نکال سکتے ہیں مگر ان دونوں کی ایک الگ الگ پسند شاید مجھے پاگل کردے گی اس کی تمام وجہ اور اسباب اس پیار بھری کہانی میں آپ سن سکیں گے۔

میں چہارم کلاس میں پڑھتا تھا اچانک میرے الدین کا موڈ ماموں کی شادی پر جانے کا بنا میں بھی ن کے ساتھ ہولیا شادی کی رات بہت سارے گ ڈانس کررہے تھے مرد حضرات دوسرے پورشن بں جبکہ خواتین اور لڑکیاں الگ پورشن میں ڈانس کررہی تھیں میں کیونکہ اس وقت چھوٹا تھا اور لڑکیو ں کے پورشن میں جا کھڑا ہوا میں ان کے رقص سے لطف اندوز ہورہا تھا۔

اچانک اس دوران ایک کیوٹ سی لڑکی اس ڈانس کرنے والوں کے درمیان آکر ڈانس کرنے لگی وہ خوبصورت سی لڑکی مجھے بہت ہی اچھی لگی یہ پری چہرہ لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ میری خالہ کی بیٹی تھی لیکن اس وقت میں اور اسما چھوٹے تھے اس لیے پیار و محبت کے لفظ سے نا آشنا تھے شادی ختم ہوتے ہونے کے بعد ہم لوگ ایک ہفتے تک شادی والے گھر میں رہے اور ہم دونوں کھیل کود میں مصروف رہے اور پھر اگلے ہفتے ہم لوگ واپس اپنے شہر آگئے چار سال تک ہمارا رابطہ منقطع رہا ان چار سالوں میں وہ اور بھی نکھر گئی تھی دوبارہ ہماری ملاقات ایک اور میری چھوٹی خالہ کی شادی پر ہوئی ان چار سالوں کے وقفہ کے دوران ہماری ملاقات میسج یا کال کے ذریعے ہوتی رہی ہم دونوں ایک دوسرے کی پڑھائی وغیرہ کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے کبھی وہ آگے نکل جاتی تو کبھی میں اس سے آگے نکل جاتا

شادی کے موقعہ پر اس نے پنک کلر کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور گلے میں نیکلس تھا جو اسے اور پرکشش بنائے ہوئے تھا اور میں اس کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا جا رہا تھا اور وہ بھی مجھے چور نظروں سے دیکھ رہی تھی اس شادی پر میری دو بڑی بہنیں اور میں آیا ہوا تھا۔ لڑکیاں ڈانس کر رہی تھیں وہ بھی انہیں مین شامل تھی اس کی ہر ادا میرے دل مین گھر کرتی جا رہی تھی ڈانس کے دوران وہ مجھے دیکھتی رہی اور میں اس کو دیکھتا رہا اچانک میرے اس پیار کے نشے میں کسی نے خلل ڈال دیا جی ہاں یہ میرے والد صاحب تھے جو یہ فرما رہے تھے کہ بیٹا پرسوں واپس جانا ہے تا کہ تمہارے سکول میں ناغے نہ ہوں میں نے ہونہہ ہاں میں جواب دیا اور کال منقطع کر دی مجھے اپنے والد صاحب پر بہت غصہ آ رہا تھا میں نے پھر موبائل آف کر دیا دو گھنٹے تک انہوں نے آپس میں خوب بھنگڑے ڈالے جب وہ تھک گئی تو پھر کچھ دیر گپیں لگانے کے بعد سو گئیں میں پوری رات عشق کے نشے میں گرفتار رہا۔ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح میری آنکھ دیر سے کھلی میں نے نہا دھو کر کپڑے چینج کیے اور اپنی کیوٹ صنم کو تلاش کرنے لگا میں کافی دیر اپنی محبوبہ کو تلاش کرتا رہا مگر بے سود وتب میں اپنی خالہ سے دریافت کیا۔

خالہ اسما نظر نہیں آ رہی ہے۔

میری بات سن کر انہوں نے کہا۔ بیٹا وہ تو صبح سویرے ہی اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے ہیں۔

اوہ یہ کر دیا میں نے مجھے یوں اتنی دیر تک سونا نہیں چاہیے تھا جاگتے رہنا چاہئے تھا تا کہ صبح اٹھتے ہی میں اپنی محبوبہ کا دیدار تو کر لیتا پورا دن میں اداس رہا کیونکہ میری جان بھی میری طرح آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی اس لیے سکول گئی تھی ان کا گھر شادی والے گھر سے دو کلومیٹر دور تھا اسما اور اس کے والدین شام کو دوبارہ شادی والے گھر آ گئے میری خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ میں نے موقع دیکھ کر اس کو اپنے پاس بلایا اور کہا تم نے مجھے بتایا نہیں تھا کہ تم نے جانا ہے میری بات سن کر وہ بولی۔

میری جان میں تو سکول گئی تھی تمہیں تو معلوم ہے کہ میرے والد بھی تمہارے ابو کی طرح تھوڑے سخت مزاج کے ہیں۔

میں نے کہا۔ ہاں یہ بات تو ہے۔

پھر وہ چلی گئی اور شادی کی دوسری رات وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ جیسے چودھویں کا چاند چمک رہا ہو رات گئے تک لوگ آپس میں باتین کرتے رہے میری بہن بھی میری صنم سے باتیں کر رہی تھی اس دوران اس نے تمام باتیں میرے بارے میں ہی کیں۔ جب میری نگاہ اپنی محبوبہ پر پڑتی تو مسکرا دیتی اس کی یہی مسکراہٹ میرے دل میں اترتی چلی گئی۔ مجھے اس کی ہر ادا بہت اچھی لگ رہی تھی بالآخر میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور میری آنکھوں میں آنسوؤں کا دریا بہنے لگا۔

اب رات کے بارہ بج رہے تھے ہمیں گھر جانا تھا ہمیں ماموں خالہ اور نانی اماں نے بہت روکا مگر میری مجبوری تھی کیونکہ اگلے دن میں نے اپنی اسائنمنٹ لاہور بھیجنی تھی جو کہ میرے کمپیوٹر میں سیو تھی ہم بارہ بجے اپنے شہر پہنچ گئے اور وہاں سے اپنی بس کا انتظار کرتے رہے لیکن کوئی بھی بس ہمیں نہ مل رہی تھی بالآخر ہم لوگ تھک ہار کر واپس نانی اماں کے گھر آ گئے تمام لوگ سونے کی تیاریاں کر رہے تھے ہم بھی پہنچ گئے میری ممانی نے میری بہنوں کے لیے بستر کا انتظام کیا اور وہ سو گئیں میرے لیے وہاں پر جگہ نہ بچی اس لیے میں چند گز دور ماموں کے ہاں سو گیا صبح میں چار بج کر دس منٹ پر اٹھا اور اپنا موبائل اٹھا کر سیدھا اپنی جان کے کمرے میں پہنچ گیا وہ ابھی سوئی ہوئی تی میرے پاس فلش لائٹ موبائل تھا جن کے ذریعے میں نے اس کی ہر زاویہ تصویریں بنائی تھیں۔ اچانک میری ممانی کی آنکھ کھلی میں وہاں سے کھسکنے لگا میں نے ممانی سے کہا کہ وہ میری بہنوں کو اٹھا دیں تا کہ دیر نہ ہو جائے جب میں نے اسما کی آخری تصویر لی تو وہ جاگ رہی تھی مجھے دیکھتے ہی وہ مسکرا دی لیکن مجھے جلدی تھی میں نے اپنی بہنوں کو ساتھ لیا اور پھر اپنے گھر سفر کرنے کے بعد پہنچ گئے۔

راستے میں سفر کے دوران مجھ سے ایک غلطی ہو گئی تھی میں نے جلدی میں موبائل میں موجود تصویروں کو دیکھنا چاہا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا میرے ہاتھ سے میموری کارڈ فارمیٹ ہو گیا مجھے بہت دکھ ہوا۔ وہ میرا پیار تھی میرا پیار ہے اور میرا پیار رہے گی لیکن بات یہاں ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ مجھے ایک انوکھے موڑ پر لا کھڑا کر دیا ہے جو میرے راستے مین آتے ہیں وہ میرے والدین ہیں میرے ابو چاہتے ہیں کہ میری شادی ان کے بھائی کے گھر میں ہو جب کہ میری امی چاہتی ہیں کہ میری شادی ان کی بہن کے گھر میں ہو جو کہ میری پسند تھی۔ میری پسند ہے۔ میں نے اپنی ماں سے کہہ دیا ہوا ہے کہ میں اگر شادی کروں گا تو اسما سے ہی کروں گا ورنہ کسی سے نہیں کروں گا اور میری ماں بہت خوش ہیں کہ میں ان کے ساتھ ہوں لیکن ابو کسی بھی طرح اس رشتے پر خوش نہیں ہیں ان کی ضد ہے کہ وہ میری شادی اپنے بھائی کی بیٹی سے کریں گے۔ اب میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے مجھے کچھ بھی خبر نہیں ہے لیکن میں آپ قارئین کے سامنے ہوں آپ مجھے مشورہ دیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اگر ابو ای کی بات مان جاتے ہیں تو میری زندگی خوشیوں سے بھر سکتی ہے لیکن اگر ابو اپنی منواتے ہیں تو پھر مجھے کیا کرنا ہو گا اپنی رائے سے ضرور نوازیئے گا۔

کوئی جگنو چاہیے

ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے
ہر طرف خاموشی ہے
سکوت ہے۔ ہر آہٹ پر
موت جاگ جاتی ہے
مجھے کوئی ہنر ایسا دو
کہ میں تجھے مل سکوں
اگر ہنر نہیں تو
مجھے کوئی جگنو چاہیے
جو تیری محبت کا
راستہ دکھائے

انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ

مجھے تم سے محبت ہے

میری جان مجھے تم سے محبت ہے
تم میری سوچوں کی
آخری منزل ہو
میری محبت کی منزل
تمہاری چاہتیں ہیں
مجھ سے بچھڑ کر تم نے کبھی سوچا ہے
کہ میری زندگی کا ایک ایک

انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ

پل

تمہارے بن کیسے گزر رہا ہے
ارے تم کو کیا معلوم
تم نے تو ایک نئی دنیا
بسا لی ہے
مجھے صرف اتنا تو بتاؤ
کہ محبت دوسری مرتبہ بھی ہو جاتی ہے
اگر نہیں تو
تم میری پہلی محبت ہو
تم میری محبت ہو

انتظار حسین ساقی۔ تاندلیانوالہ

میری زندگی کی ڈائری

سانول کی ڈائری سے

میرے بچپن کے دن کتنے اچھے تھے دن
آج بیٹھے بٹھائے کیوں یاد آ گئے
میرے بچھڑوں کو مجھ سے ملا دے کوئی
میرا بچپن لٹا دے لٹا دے کوئی
میری ڈائری بچھڑے ہوئے
دوستوں سے بھری پڑی ہے

میرے دوست بچھڑ گئے ہیں میں اپنے بچھڑے دوستوں کو اکثر یاد کرتا ہوں مگر میرے بچھڑے ہوئے دوست شاید مجھے بھول گئے ہیں میں صرف اپنے بچھڑے ہوئے دوستوں کے لئے دعا ہی کر سکتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کو خوش و خرم رکھے، خاص کر بی اے کے ایس کو۔

ایم خالد محمود، مروت

رضوان عباسی کی ڈائری

اس وقت میرے یہ الفاظ تمہاری نظروں کے سامنے گردش کر رہے ہیں میں تمہیں اس بے زبان ورق کے سہارے زیادہ نہیں لیکن اتنا کچھ سمجھا سکتا ہوں کہ تم میری محبت کا یقین کر لو تمہیں شاید نہیں معلوم کہ مجھے جواب عرض پڑھتے ہوئے تقریبا بارہ سال کا عرصہ ہو گیا ہے میں نے زندگی میں بہت ہی زیادہ دکھ دیکھے بلکہ میری زندگی ہی دکھوں کا مجموعہ ہے لیکن میں نے کبھی جواب عرض میں لکھنے کی کوشش نہیں کی میں نے ہر دکھ کا مقابلہ بڑی بہادری سے کیا میں اندر سے بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا تھا لیکن کبھی خود کو بکھرنے نہیں دیا میں اکثر سوچتا تھا کہ بڑے سے بڑا دکھ بھی میرے قدموں کو نہیں ڈگمگا سکتا کیونکہ میں ہمیشہ سے تنہائی پسند ہوں کوئی کیا کر رہا ہے مجھے اس سے غرض نہیں میں اپنے کام سے کام رکھنے والا انسان ہوں کسی چیز کی بھی ضرورت محسوس ہو تو میں اپنے گھر والوں کے آگے بھی ہاتھ نہیں پھیلاتا بلکہ ہر چیز اپنے رب سے مانگتا ہوں میرا خدا گواہ ہے کہ اس نے کبھی مایوس نہیں کیا تمہیں بھی میں نے اپنے رب سے دن رات مانگا اتنا کہ رات رات نہیں رہتی تھی اس کا تمہیں بھی علم ہو گا کہ میں نے یہاں آ کر کئی کئی راتیں بغیر سوئے گزار دیں کراچی جسے روشنیوں کا شہر کہا جاتا ہے میرے دل کو روشن نہ کر سکا کتنی دفعہ میں نے تمہارے نام خط لکھ کر پھاڑ دیا کیونکہ میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا مجھے اپنے رب پر مکمل بھروسہ تھا اور پھر جلد ہی تم نے اظہار کر کے ثابت کر دیا کہ واقعی کراچی روشنیوں کا شہر ہے کیونکہ تمہاری محبت نے میرے دل کو روشن کر دیا تھا یہ روشنی بھی بہت ہی کم وقت میرے پاس رہی لیکن مجھے اس کا دکھ شاید زیادہ نہیں کیونکہ ہم دونوں ہی کمزور تھے ہماری کمزوریوں کی وجہ سے زمانے نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا لیکن محبت ختم نہیں ہوئی کیونکہ میں باوجود کوشش کے بھی تمہارا شہر نہیں چھوڑ سکا تم سے بچھڑے مجھے تین سال ہونے والے ہیں یہ تین سال میں نے کیسے گزارے یہ میرا اللہ ہی جانتا ہے یہ تمہارا دکھ ہی تو ہے جسے مٹانے کے لئے میں نے جوابعرض کا سہارا لیا ہے تمہارے دکھ نے تو مجھے بالکل ہی بکھیر دیا تھا اب جواب عرض ہی ہے جس میں میں خود کو تلاش کر رہا ہوں۔ سمٹ رہا ہوں تم بولتی ہو کہ میں بدل گیا ہوں میں کیسے بدل سکتا ہوں تم دنیا کے کسی بھی کونے پر بھی جاؤ جواب عرض کہ یہ چند صفحات میری سچی محبت کے ہمیشہ گواہ رہیں گے یہ زندگی میں نے تمہارے نام کی ہوئی ہے ان ہونٹوں پر اس دل پر آخری سانس تک صرف تمہارا نام ہو گا ہاں صرف تمہارا نام ہو گا ایس غلطیاں معاف کر دینا۔

میری زندگی سے لے کر میری موت تک
ذکر ہو گا تیرا
میری ڈائری میں لکھی شاعری میں تیرا ذکر ہو گا
تو میرے سامنے نہیں تو غم نہیں اس بات کا
میری نظر میں نہ سہی میرے دل میں تیرا ذکر ہو گا

رضوان عباسی، کراچی

رضوان عباسی کی ڈائری

دوستو، انسان کی زندگی میں کئی دن کئی لمحات ایسے بھی آتے ہیں جنہیں وہ ساری عمر فراموش نہیں کر سکتا وہ دن وہ لمحات اسے ساری عمر کسی امر بیل کی طرح اندر ہی اندر چاٹتے رہتے ہیں جس طرح امر بیل درخت کو ڈھانپ لیتی ہے اور آہستہ آہستہ اسکا سارا رس چوس لیتی ہے اور آخر اسے بالکل ختم کر دیتی ہے ایسا ہی میرے کزن نے صبح 4 بجے اٹھایا کہ تمہارے والد کی طبیعت بہت ہی خراب ہے جو کہ راولپنڈی پولی کلینک میں زیر علاج تھے میں جلدی جلدی اٹھ کر ان کے ساتھ روانہ ہو گیا کیونکہ میرے دو چھوٹے بھائی بھی میرے ساتھ کراچی میں تھے اس لئے ان کے بھی ٹکٹ لینے تھے کراچی کی یخ ٹھنڈی صبح میں موٹر سائیکل پر ائیر پورٹ پہنچے تو ٹکٹ بھی نہیں مل رہے تھے بڑی مشکل سے شام چار بجے کے ٹکٹ ملے خدا خدا کر کے شام چار بجے اور ہم جہاز پہ بیٹھ گئے لیکن ساتھ ساتھ ہم والد کی طبیعت کا بھی معلوم کرتے رہے جو کہ بدستور تشویش ناک تھی خدا کسی دشمنی کو بھی ایسا دن نہ دکھائے، آمین۔ جہاز ابھی نواب شاہ کے اوپر ہی گیا تھا کہ اعلان ہو گیا کہ جہاز میں خرابی کی وجہ سے واپس کراچی لے جایا جا رہا ہے اس وقت ہماری کیا حالت تھی یہ میرا خدا ہی جانتا ہے بہر حال جہاز کو واپس کراچی اتار لیا گیا اور ہمیں چار گھنٹے مزید ائیر پورٹ پر بیٹھنا پڑا۔ رات آٹھ بجے ہمیں دوسرے طیارے پر بٹھایا گیا جس نے ہمیں رات پونے دس بجے راولپنڈی ائیر پورٹ پر اتارا جب ہم ہسپتال پہنچے تو ہمارا والد ہمیں ہمیشہ کے لئے روتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا تھا اس نے ہمارا بہت انتظار کیا لیکن پندرہ منٹ مزید انتظار نہ کر سکا۔ ہسپتال کے بیڈ پر آج ہمارا والد آنکھیں بند کیے سویا تھا لیکن آج وہ ہمیں اٹھ کر مل نہیں سکتا تھا اور نہ ہم اسے اٹھا سکتے تھے کیوں کہ یہ تو تقدیر کے فیصلے ہیں اسے جہاز کی خرابی کہوں یا اپنی قسمت پر روؤں بہر حال آج ایک سال کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن یہ پندرہ منٹ آج بھی مجھے رلاتے ہیں اور ساری عمر رلاتے رہیں گے خدا تعالیٰ کسی پر بھی ایسے لمحات نہ لائے، آمین۔ آخر میں قارئین سے عرض ہے کہ وہ میرے والد کیلئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت عطا فرمائے اور ہمیں صبر دے اور اتنا کہنا چاہوں گا کہ والدین کی خدمت کریں ان کے فرمانبردار بن کر رہیں نماز اور قرآن پڑھیں خود بھی اچھے کام کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں ورنہ بعد میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں جب ماں باپ نہیں ہونگے اسلئے کوشش کریں کہ والدین کو خوش رکھیں خدا تعالیٰ دنیا بھر کے والدین کو خوش و خرم رکھے اور جواب اس دنیا میں نہیں ہیں انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

رضوان عباسی، کراچی

فیضان کی ڈائری سے

محبت کیا ہے؟ محبت ایک پاکیزہ جذبے کا نام ہے محبت کرنا مشکل نہیں ہوتی مگر اس کو نبھانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے محبت میں ایک انوکھی لذت ملتی ہے مگر دکھ بھی محبت ہی میں ملتے ہیں ہم چاہتے ہیں ہم جس سے محبت کرتے ہیں وہ بھی ہم سے محبت سے اتنی ہی محبت کرے جتنی ہم اس

سے کرتے ہیں مگر یہ ناممکن بات ہے۔ ذرا سوچیے جس طرح ہم کسی کو چاہتے ہیں اگر اس طرح کوئی ہم کو چاہے تو کیا ہم جسے چاہتے ہیں اس کے علاوہ کسی سے محبت کر سکتے ہیں اس طرح جسے ہم چاہتے ہیں ہوسکتا وہ کسی اور کو چاہے تو کیا وہ ہم سے اتنی ہی محبت کرے گا جتنی ہم اس سے کرتے ہیں نہیں ہرگز نہیں وہ تو ہم ہی اس کی یاد میں تڑپتے ہیں اسی تڑپ کو محبت کا نام دیا جاتا ہے۔ میری تو محبت شبنم کی طرح پائی تھی میں نے تو اسے دل کی گہرائیوں سے چاہا مگر افسوس کے اس نے میری محبت کا جواب محبت سے نہ دیا میں تو اسے پانے کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں اگر وہ ایک بار میرا ہاتھ تھامے تو میں اسے پانا چاہتا ہوں میری تو یہ خواہش ہے کہ وہ بھی مجھ سے پیار کرے مگر وہ مجھ سے پیار نہیں کرتی مجھ میں کسی چیز کی کمی ہے مگر وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اسے بھولنا چاہتا ہوں مگر بھلا نہیں پاتا وہ اور شدت سے یاد آنے لگتا ہے۔

میری تو دعا ہے کہ کسی کو کسی سے محبت نہ ہو اگر ہو تو یکطرفہ محبت نہ ہو، اب تو یہ خواہش ہے کہ وہ مجھے ملے نہ ملے صرف ایک بار کہہ دے آئی لویو، صرف ایک بار کہہ دو ایف کہ تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو پلیز صرف ایک بار صرف ایک بار کہہ دو۔

فیضان انصاری، چوٹالہ

آتش کی ڈائری سے

میری زندگی کی ڈائری میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے شمیم کے میری صبح بھی وہ میری شام بھی وہ رات بھی وہ دن بھی وہ غرض یہ کہ میری زندگی شروع بھی اسی سے ہوتی ہے اور ختم بھی اسی پر۔ روک دیتے ہیں شریعت کے تقاضے ورنہ میں تیرے ذکر کو ہر ذکر سے افضل کر دوں۔ میں نے تو اپنی زندگی تیرے نام کر دی ہے لیکن تم نے آج تک میری ہر بات کو مذاق میں اڑا دیا لیکن میں پھر بھی تمہیں ہی چاہتا رہوں گا کیونکہ جب کوئی ایک بار دل میں بس جاتا ہے تو پھر وہ دل سے نہیں نکلتا کیونکہ پیار کیا نہیں بلکہ ہو جاتا ہے میں تم سے اور کچھ نہیں مانگتا صرف ایک التجا ہے کہ میں جب بھی تیرے شہر میں آؤں تو کبھی کبھی اپنی جھلک دکھا دیا کرو۔ میں تیری یادوں کے سہارے زندگی گزار لوں گا بس اس سے زیادہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا میری دعا ہے کہ تم جہاں رہو خوش رہو اور تمہارے حصے کے سارے غم خدا مجھے دے دے، آمین۔

بس جی رہے ہیں اتنا غنیمت ہے آتش کس طرح ہو رہی ہے بسر کچھ نہ پوچھیے

ظفر حیات آتش، فیصل آباد

عرفان کی ڈائری سے

مجھ سے ملیے میرا نام محمد عرفان ہے میں نے ایک جولائی 1985ء کو اس عالم ورنگ بو میں قدم رنجہ فرما کر یہاں کی رونق کو دوبالا کیا میری سب کے ساتھ دوستی ہے کسی کے ساتھ کسی قسم کی دشمنی نہیں ہے میرے سب سے اچھے دوست محمد عارف جو کہ کراچی میں کام کر رہا ہے اور دوسرے دوست کا نام محمد علی ہے جو کہ پڑھ رہا ہے اپنے دوست دوست عارف سے شکوہ ہے کہ جب وہ کراچی کام کرنے چلا جاتا ہے تو وہ اپنے گھر کئی کئی ماہ فون نہیں کرتا میں پورے ملک میں موجود لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا چاہتا ہوں میں ان لڑکوں میں سے نہیں ہوں جو دوستی کا اشتہار دے دیتے ہیں لیکن آگے سے جواب نہیں دیتے مجھے شکوہ ہے میں عالیہ پروین انجم سے آپنے سحر انٹرنیشنل میں اپنا تعارف تو دیا تھا اور میں نے آپ کو خط بھی لکھا تھا جس کے جوابمیں آپ کا ایک خط مجھے ملا اس کے بعد میں نے آپ کو عید کے موقع پر عید گفٹ کروایا جو کہ آپکو نہیں ملا اور واپس آ گیا اسکے بعد میں نے آپ کو کئی خط لکھے لیکن وہ شاید

پانی کا اک قطرہ ہے لیکن ایسے نہیں آنسو سونا نہیں چاندی نہیں لیکن ہیرے سے بھی زیادہ قیمت رکھتے ہیں بلکہ انمول ہیرا ہیں جتنی چمک آنسوؤں کو ہے شاید کوئی سمجھے تو چاند بھی اس کے مقابل میں نہیں آنسو بے آواز ضرور بہتے ہیں لیکن اس کا احساس کوئی دل والا ہی بہتر جانے۔

جیسے سمندر کا پانی نمکین ہے ویسے آنکھ کا پانی بھی نمکین ہے اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ آنکھ ایک سمندر کی مانند ہے لیکن سمندر کا پانی سمندر سے نکل کر ساری دنیا کو ڈبو کر لے جائے گا لیکن دل کو نہیں جب آنکھ کا پانی بہنا شروع ہو جائے تو دل کو ڈبو کر روح سے ناطہ توڑ دیتا ہے اس لیے سمندر کا پانی اپنی جگہ ہے لیکن آنکھ کا پانی سمندر کے پانی سے بڑھ کر ہے تو بھی آنسوؤں کے بھیتر یہی آنسو ہیں مرتے دم تک انسان کا ساتھ دیتے ہیں اگر آنکھوں سے یہی آنسو بہاتے ہوئے دعا مانگی جائے تو آسمان کو چیرتے ہوئے عرش الٰہی پر پہنچ جاتے ہیں۔

آنسو دو معنی پیدا کرتے ہیں ایک خوشی کا تو دوسرا غم کا۔ خوشی کے آنسو بہتے بہتے رک جاتے ہیں لیکن غم کے آنسو تا عمر ساتھ دیتے ہیں لوگ شاید آنسوؤں کو اس لیے پسند نہیں کرتے کہ ان کی صدا کوئی نہیں سنتا۔ لیکن بے وفا دوست سے خوشی جیسی شے سے غم کے آنسو بہترین ذریعہ ہیں۔ آسمان کے آنسو شبنم ہیں پھول کے آنسو بھی شبنم ہیں شبنم کو برستے دیکھو پھولوں پہ گرتی ہے ایسے آنسوؤں کو پھول ہی سمجھتے ہیں کاش کوئی انسان بھی آنسوؤں کی قدر جانے اور ان کے جذبات کو سمجھے کہ آنسو کیا ہیں؟

عاجز جمالی، اوستہ محمد

عاجز جمالی کی ڈائری سے

میری زندگی کی ڈائری اکثر زیادہ محبت سے تعلق رکھتی ہے اس موقع پر محبت کے بارے میں لکھی ایک تحریر آپ قارئین کے نام کرتا ہوں بندھن دھڑکن اور الجھن آپس میں تینوں دوست ہیں اور اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں وہ گھرانہ محبت ہی ہے رہتے ہیں اک ہی گھر میں لیکن ادائیں تینوں کی الگ الگ ہیں اور ملیں گے ہمیشہ آپس میں محبت کی چوکھٹ پر۔ وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ آپ کو کہیں کسی سے بھی محبت ہوتی ہے محبت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے میں ایک ایسا بندھن بندھ جاتا ہے کہ سانسوں کا واسطہ بھی زندگی کے کسی لمحہ میں کم نہیں ہوتا مگر وہ اپنی پہلی محبت کو بھلا کیوں نہ دے بھلانے کا ذکر آیا ہے تو بتاتا چلوں جدائی کے لمحوں میں اکثر دل پر دھڑکن زیادہ تیز ہو جاتی ہے دل میں دھک دھک صدا اور سدا زخموں کی بارش برساتی ہے دکھ ہمیشہ چار دیواری کی طرح گھیر لیتے ہیں اور اشکوں کی اک ندیا سی بہنے لگتی ہے لبوں پر تشنگی آنکھوں میں اداسی کے دیئے جلتے ہیں زندگی ہمیشہ کے لئے انجانی سی بن جاتی ہے جتنے تک جند ہے ہر رات ہجر فراق میں چراغ غم جلانا پڑتا ہے اور سانس بھی الجھن میں پڑ جاتی ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے زندگی کی آخری موڑ تک یہ تینوں دوست محبت کے ساتھ نبھائے رہتے ہیں لیکن عاشق سسک سسک کر جان دے دیتا ہے اور اندھیری کوٹھی میں جا کر دفنایا جاتا ہے آخر میں ان تینوں دوستوں کے نام ایک عدد شعر۔

جوڑتا ہوں بندھن بڑھتی ہے دھڑکن
جدائی اچھی ختم ہو گئی ہے ہر الجھن

عاجز جمالی، اوستہ محمد

آفتاب کی ڈائری سے

زندگی میں کبھی خوشی اور کبھی غم ہوتے ہیں لیکن شاید اللہ تعالیٰ نے میری زندگی میں ہمیشہ دکھ ہی دکھ رکھے ہیں جو بھی مجھے ملا مطلب پرست میں نے جس پر بھی اعتماد کیا

اس نے مجھے دھوکہ کیا ہر کوئی گہرا گھاؤ لگا کر چلتا بنا کسی نے گھر جا کر لوٹا اور کسی نے دوست بن کے لوٹا کسی نے باپ بن کے لوٹا اور کسی نے اپنا بنا کے لوٹا میں نے آج تک جس پر بھی اعتبار کیا اسی نے مجھے دھوکہ دیا اور میرے زخموں پر نمک چھڑکا میں نے جس کو بھی جان سے زیادہ چاہا اس نے مجھے دھوکہ دیا مجھے ایسے لوٹا گیا اور ایسے ٹھکرایا گیا جیسے راستے میں کوئی پتھر پڑا ہو میں نے پھر بھی ہر کسی کو دعا دی کہ اللہ اس کو خوش رکھے لیکن کبھی کبھی میرا دل اداس ہو جاتا ہے کہ میں اتنے زخم کھانے کے باوجود میں کیسے زندہ رہوں اور کیوں زندہ ہوں یا پھر اسلئے زندہ ہوں کہ میں دھوکے کھاتا رہوں مجھ کو زخم دے کر لوگوں کو کیا ملتا ہے میں سب لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ابھی بھی سنبھل جاؤ ورنہ روز قیامت حساب دینا پڑے گا پھر تم لوگ پچھتاؤ گے اس لئے کسی کو دکھ مت دو اور کسی کو مت لوٹو شکریہ۔

خوشیوں کی آرزو میں مقدر بھی سو گئے
ایسی چلی ہوا کہ اپنے بھی کھو گئے

محمد آفتاب۔ شاد۔ کوٹ ملک روکوٹھ

عمران کی ڈائری سے

لڑکھڑا جاتا ہوں میں باد صبا کے آگے
ٹھہر جاتا تھا کبھی کوہ ندا کے آگے
ٹوٹ جاتے نہ کہیں تار رباب ہستی
بیٹھ جاتا ہوں ہر اک شاخ حنا کے آگے
ساری دنیا کو سنانے گیا دل کی بات
کوئی سنتا نہیں اب جاؤں خدا کے آگے
مجھ کو لے ڈوبی میری تنگی داماں عمران
ورنہ وقعت نہ تھی کم میری خدا کے آگے
ان کی محفل میں پیدا محبت کا ساماں نہیں ہوتا
ہم ان کے سامنے پھر بھی جائیں تو ان کو گماں نہیں ہوتا
ان کے نقش قدم پر چل کر چل کر منزل پر پہنچ جائیں
مگر رستے میں ان کے قدموں کا نشاں نہیں ہوتا
ایک ایک لمحہ ان کو یاد کیا کرتے ہیں ہم مگر
کیسے یاد کرتے ہیں یہ ہم سے بیاں نہیں ہوتا
سولی پر چڑھنا پڑتا ہے ہم کو ہر اک نئے روز
کون کہتا ہے محبت میں امتحاں نہیں ہوتا
محبت سے نفرت کرنے والے شاید یہ نہیں جانتے
محبت نہ ہوتی تو سارا جہاں نہیں ہوتا
محبت کے پھول لگا دنیا کے اس چمن میں
کہ پھولوں کے بغیر یقیناً کوئی بھی گلستاں نہیں ہوتا
یہاں ہر چیز کی حد مقرر ہوتی ہے عمران
جو حد سے بڑھ جائے وہ انساں نہیں ہوتا

عمران اشرف۔ گونی سیدان

خدا بخش کی ڈائری سے

زندگی کی اداس راہوں میں آج میں اپنے غموں کے ساتھ کسی تپتی صحرا میں اکیلا چل رہا ہوں نہ کوئی میرے ساتھ ہے اور نہ کوئی مجھے دور سے دکھائی دے رہا ہے میرے پاؤں کے آبلے ہو گئے ہیں اب مجھ میں چلنے کی ہمت نہیں ہے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اور دل کی دھڑکن بند ہو گئی ہے اب میں خاموشی سے بیٹھ کر موت کا انتظار کر رہا ہوں مگر کمبخت موت مجھ سے بہت دور بھاگ جا رہی ہے میرا نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ کوئی منزل ہے میرے چاروں طرف میرے دل کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں یہاں کوئی ساتھ دینے والا نہیں ہے یہاں کوئی پیار کرنے والا نہیں ہے یہاں پیار اور محبت صرف نام و نہاد کا نام ہے کوئی کسی سے سچا پیار نہیں کرتا جب جی چاہے دل کو دور بلکہ اک گہرے کنویں میں پھینک دینا۔ یہی دنیا کی ریت ہے یہاں کوئی کسی کو سہارا نہیں دیتا آج میں بہت تڑپ رہا ہوں میرے آنسو سیلاب کی طرح بہہ رہے ہیں میری آنکھیں برسات کی طرح برس رہی ہیں میرا دل غموں سے چور چور ہے میرا دل میرے کلیجے سے نکل کر اک کونے میں تڑپ رہا ہے میں سسک رہا ہوں میں تڑپ رہا ہوں نہ مجھے کوئی ساتھ دینے والا ہے اور نہ کوئی سہارا دینے والا ہے۔

کامیابی کے اقوال

☆ اونچے پہاڑ پر جانے کے لئے آہستہ آہستہ چڑھنا چاہیے۔
☆ میں نے شجر علم کا میوہ توڑ لیا ہے جس پر لکھا ہے کامیابی ان کے لئے ہے جو کوشش کرتے ہیں۔
☆ شکست نہ کھانے والا ارادہ پریشان نہ ہونے والا خیال اور ختم نہ ہونے والی جدوجہد یہ کامیابی کا ضامن ہیں۔
☆ زندگی میں میری کامیابی کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ میں ہمیشہ وقت سے کچھ منٹ پہلے اپنے کام کی جگہ پر موجود ہوتا ہے۔
☆ کامیابی سے ہم کنار ہونے کے لئے تمہیں اپنے آپ پر اور اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ ہونا چاہیے بھروسہ ناممکنات کی ہنسی اڑاتا ہے اور چیختا ہے، یہ ہونا چاہیے۔

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

دور رہے گا

☆ بے دین خدا کی رحمت سے دور رہے گا۔
☆ بدمزاج محبت سے دور رہے گا۔
☆ بدمعاملہ عزت سے دور رہے گا۔
☆ بے ادب خوش نصیبی سے دور رہے گا۔
☆ لالچی اطمینان سے دور رہے گا۔
☆ بخیل سچے دوست سے دور رہے گا۔
☆ آرام طلب ترقی سے دور رہے گا۔
☆ دولت جمع کرنے والا دل کے چین سے دور رہے گا۔

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

ارشادات نبوی ﷺ

☆ شرک کے بعد بڑا گناہ ایذا رسانی خلق ہے۔
☆ ایمان کے بعد افضل ترین نیکی خلق کو آرام دینا ہے۔
☆ جو شخص سلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب مت دو، جب تک پہلے سلام نہ کر لے۔
☆ سلام میں سبقت کرنے والے کو تمیں اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔
☆ جب دو بھائی مصافحہ کرتے ہیں تو ان میں ستر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔
☆ قیامت کے دن غریب ہمسایہ امیر ہمسائے کا دامن گیر ہوگا۔
☆ پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے اگرچہ تمام رات عبادت کرلے اور دن بھر روزہ رکھے۔
☆ پیٹ سے بڑھ کر کوئی بدترین برتن نہیں۔
☆ علم بغیر عمل اور بغیر علم گمراہی ہے۔
☆ مومن کا چہرہ بشاش رہتا ہے اور دل غمگین۔
☆ اپنے آپ کو تمنا سے بچا کہ وہ بیوقوفوں کی وادی ہے۔
☆ سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا مرض۔
☆ جو بازار سے چیز لاتے ہو پہلے لڑکی کو دو پھر لڑکے کو دو۔
☆ جس نے جنگل میں سکونت اختیار کی علم و عقل سے خالی رہا جو شکار کے پیچھے لگا رہا وہ غافل ہوا۔

مشتاق احمد ملک۔ دربٹہ

انمول موتی

☆ اس واقعے کی گواہی دو جو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔
☆ سنی سنائی باتوں پر یقین کر لینا سب سے بڑی حماقت اور کم عقلی ہے۔

☆ محفل میں بات ایسی نہ کرو جس کی بعد میں تمہیں ندامت ہو۔
☆ بزرگوں کے پاس کثرت سے جایا کرو کیونکہ وہاں سے گوہر نایاب ملتے ہیں۔
☆ محبت کرو تو سچے جذبے سے کیونکہ محبت میں تھوڑا سا شک بھی زہر کی مانند ہے۔
☆ سب سے بڑا بدقسمت وہ ہے جو ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا۔
☆ اگر محبت قربانی مانگتی ہے تو دے دو کیونکہ محبت کا مطلب ہی قربانی ہے۔
☆ اگر تم لوگوں سے محبت کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے ان کے بنانے والے سے کرو۔
☆ اگر تم دوسروں کا کردار دیکھنا چاہتے ہو تو پہلے ان کو اپنا کردار دکھاؤ تاکہ وہ جان سکیں کہ تم کیسا اخلاق رکھتے ہو۔
☆ بعض لوگ حسن اخلاق اور دلنشین گفتگو سے دوسروں کے دل جیت لیتے ہیں۔

عظمت علی محسن۔ ملکوال

محبت

☆ محبت کے بغیر انسان ادھورا ہے۔
☆ بے چینی محبت کا ایک حصہ ہے۔
☆ محبت کی ابتداء آنکھوں سے ہوتی ہے۔
☆ محبت کا حسین ترین لباس آنسو ہے۔
☆ محبت کرنا مشکل اور نفرت کرنا آسان ہے۔
☆ محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے۔
☆ محبت انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔
☆ محبت میں دھوکا دینے والا انسان حیوان ہے۔
☆ جس سے محبت کی جائے اس کا احترام کرنا چاہیے۔
☆ محبت جس سے بھی ہو محبت ہوتی ہے۔
☆ محبت زندگی کی ضرورت اور انسان کا حق ہے۔

خالد اصغر۔ ڈام بندر

قرآنی معلومات

☆ قرآن پاک کے نزول کی کل مدت تقریباً 44 سال 5 ماہ ہے۔
☆ قرآن پاک میں سات سو جگہ نماز کی تاکید کی گئی ہے۔
☆ قرآن میں میں بائیس نبیوں کا ذکر ہے۔
☆ قرآن پاک میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔
☆ قرآن پاک میں چار دفعہ محمد ﷺ کا لفظ آیا ہے۔
☆ قرآن پاک میں بارہ دفعہ امام کا لفظ آیا ہے۔
☆ قرآن پاک میں ایک دفعہ احمد کا نام آیا ہے۔
☆ قرآن پاک میں سورہ اخلاص میں صرف ایک زیر ہے۔

خالد اصغر۔ ڈام بندر

نمائندگی

امریکہ کی ایک سڑک پر ایک جنازہ جا رہا تھا، ایک ہندوستانی کو یہ دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ تابوت کے ہمراہ گولف کھیلنے کا سامان رکھا ہوا تھا، اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس جنازے میں شریک ایک شخص سے دریافت کیا، یہ شخص زندگی میں گولف کا بہت اچھا کھلاڑی رہا ہوگا؟ رہا ہوگا سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا، وہ اچھا کھلاڑی ہے تبھی آج کا فائنل کھیلنے کی وجہ سے وہ اپنی بیوی کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکا اس لئے اس کے گولف کا سامان ہمراہ ہے۔

محمد ظفر اقبال۔ رحیم یار خان

اہم معلومات

☆ انسانی بال ایک سال میں

سولہ انچ بڑھتا ہے۔
☆ انسانی ناخن ایک سال میں اڑھائی انچ بڑھتا ہے۔
☆ انسان کی آنتیں تیس فٹ لمبی ہوتی ہیں۔
☆ تین ماہ تک بچوں کے آنسو نہیں نکلتے وہ روتے نہیں چیختے ہیں۔
☆ ایک چیونٹی اپنے وزن سے پچاس گنا زیادہ وزن اٹھا سکتی ہے۔
☆ گھوڑے کی عمر عام طور پر پچیس یا تیس سال ہوتی ہے۔

ڈاکٹر شبیر اقبال۔ بہاولنگر

معلومات عام

☆ اڑنے والی مچھلی بحر الکاہل میں پائی جاتی ہے جو تھوڑے سے پانی میں پانی ختم ہونے پر کیچڑ میں مسلسل کئی گھنٹے تک تڑپتی ہے اس تڑپنے سے ان کی کھال پھٹ جاتی ہے اور نیچے سے دو پر نکل آتے ہیں جن سے وہ اڑ کر دوبارہ پانی میں چلی جاتی ہے۔
☆ شہد کی مکھی کی پانچ آنکھیں ہوتی ہیں۔
☆ سمندر میں ایک عجیب و غریب مچھلی پائی جاتی ہے جسے پودا مچھلی کہتے ہیں اس کی دم بالکل پودے جیسی ہوتی ہے۔
☆ کٹل فش کے تین دل ہوتے ہیں۔
☆ دنیا کا سب سے زیادہ کند ذہن پرندہ بوقلموں کو کہا جاتا ہے اس لئے کہ اگر یہ پرندہ بارش میں کھڑا ہو تو ڈوب جائے گا مگر بھاگے گا نہیں۔
☆ برازیل کے علاقے میں ایک عجیب و غریب تتلی پائی جاتی ہے یہ تتلی دیکھنے میں بہت خوبصورت ہوتی ہے اس کی رنگت چاکلیٹ جیسی ہوتی ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ تتلی میں سے چاکلیٹ ہی کی خوشبو نکلتی ہے۔
☆ دنیا کا سب سے چھوٹا پرندہ کیوبا کے جنگلوں میں پایا جاتا ہے اس کا وزن دو گرام ہے اسے ہمنگ دی برڈ کے نام سے پکارتے ہیں یہ پھولوں کے ارد گرد منڈلاتی پھرتی ہے یہ پرندہ ایک سیکنڈ میں اسی مرتبہ پر ہلاتا ہے اس کی لمبائی فقط دو انچ ہے اس کا گھونسلہ چائے کی چھوٹی سی پیالی سے بڑا نہیں ہوتا۔

گل حمید خان۔ عیسیٰ خیل میانوالی

خوش رہنے کا اصول

اگر آپ خوش رہنا چاہتے ہیں تو اپنا مقابلہ اپنے سے بہتر لوگوں سے نہ کیا کریں اس سے آپ میں احساس کمتری پیدا ہوگا اور آپ پریشان ہو جائیں گے دوسروں کی اچھائیاں اور خوبیاں ضرور دیکھیے اور انہیں اپنانے کی کوشش کیجئے اپنی خامیاں دور کیجئے اپنے آپ کو ان سے کمتر سمجھ کر اداس اور پریشان نہ ہوا کیجئے مشہور مفکر جی ڈوکان نے لکھا ہے، جس طرح گھاس کی پتی یا پھول کی زندگی ہوتی ہے، ایسی ہی زندگی آپ بھی گزاریں، گھاس کی پتی یا پھول اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ اس سے بڑی گھاس یا خوبصورت اس باغ میں اور بھی موجود ہیں اور وہ اپنے آپ سے مطمئن رہتے ہیں دوسروں سے مقابلہ کر کے پریشان نہیں ہوتے یہی بات ان کی سرسبزی اور تازگی کا راز ہے۔

ڈاکٹر زاہد جاوید۔ وہاڑی

☆ منہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں جو غلطی سے بار بار کھل جاتی ہے۔
☆ دوسروں پر کیچڑ اچھالنے سے پہلے سوچ لو کہ اس سے تمہارے ہاتھ بھی گندے ہوں گے۔

محمد ہارون اسلم۔ ہڑپہ

☆☆☆

★ جینا چاہتے ہو تو دوسروں کے لئے جیو۔
☆......انتخاب: محمد عمران بٹ۔ جہلم

اِک سوچ

ایک بس ڈرائیور کی سیٹ کے پیچھے لکھا تھا۔ ”اگر رب نے چاہا تو منزل تک پہنچا دوں گا، اگر آنکھ لگ گئی تو رب سے ہی ملا دوں گا“۔
☆......بشیر سانول۔ لساں نواب

اقوالِ زرّیں

★ ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے۔
★ بے نمازی سے خنزیر بھی پناہ مانگتا ہے۔
★ سادگی ایمان کی علامت ہے۔
★ عورت حیا کا مجموعہ ہے، خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔
☆......امان اللہ خان۔ اڈہ شریف آباد

اقوالِ زرّیں

★ بخل اور ایمان ایک ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے۔ (حضور اکرمﷺ)
★ زبان کو شکوہ سے روکو، خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔ (حضرت ابوبکرؓ)
★ جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے لیکن انسان اپنے رب کو نہیں پہچانتا۔ (حضرت عثمان غنیؓ)
★ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔ (حضرت علیؓ)
★ انسان کے لئے بہتر ہے کہ وہ گناہ کرے مگر خدا کے دلیس میں نہیں۔ (حضرت امام جعفرؒ)
★ دنیا کی عزت مال ہے اور آخرت کی عزت اعمال ہیں۔ (حضرت عمر فاروقؓ)
★ گری ہوئی چیز کا اطلاع کئے بغیر قبضے میں کر لینا لوٹنے کی مانند ہے۔ (امام غزالیؒ)
★ دوست ہزار بھی کم ہیں مگر دشمن ایک بھی زیادہ ہے۔ (نصیر الدین طوسیؒ)
★ اتنا کھاؤ جتنا ہضم کر سکو اور اتنا پڑھو جتنا جذب کر سکو۔ (بوعلی سینا)
★ آزادی کا ایک لمحہ غلامی کے ہزار سال سے بہتر ہے۔ (ٹیپو سلطان)
☆......عدنان خان۔ سادھوکی

پھلبہری

فرعون کی ایک بیٹی تھی جس کو پھلبہری کا مرض تھا۔ فعون نے اس کا بڑے اطباء سے علاج کروایا لیکن وہ ٹھیک نہ ہوئی۔ آخر فرعون نے کاہنوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کو شفا دریا سے ملے گی۔ چنانچہ ایک دن فرعون اس کی بیوی آسیہ اور بیٹی دریا کے کنارے بیٹھے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق بہتا ہوا آیا۔ جب صندوق فرعون کے سامنے لایا گیا اور کھولا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نظر آئے جو اپنے انگوٹھے کو چوس رہے تھے۔ فعون کی بیوی آسیہ کو موسیٰ علیہ السلام بڑے پیارے لگے اور اس نے آپ کو اٹھا لیا اور فعون کی بیٹی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اسے بھی یہ نورانی بچہ بڑا پیارا لگا اور اُس نے آپ کے دہن مبارک کی تھوک لے کر اپنے بدن پر مل لی۔ اس تھوک مبارک کے اثر سے فرعون کی بیٹی کا مرض جاتا رہا۔
☆......رانا محمد شاہد۔ بورے والا

فضائی معلومات

1959ء سے لے کر 2010ء تک پاکستان کی تاریخ کے المناک فضائی حادثات۔ 18/مئی 1959ء میں اسلام آباد کے انٹرنیشنل ائرپورٹ پر پی آئی اے کا طیارہ اے پی پی A.J.C لینڈنگ کرتے ہوئے تباہ ہوا۔ 14/اگست 1959ء کو پی آئی اے کا طیارہ A.J.E کراچی انٹرنیشنل ائرپورٹ پر انجنوں کی خرابی کی وجہ سے حادثہ کا شکار ہوا، 3 سوار میں دو جاں بحق ہوئے۔ 1970ء میں اسلام آباد پی آئی اے کے زیر استعمال فوکر طیارے کو حادثہ پیش آیا جس میں تیس مسافر جاں بحق ہوئے۔ 1972ء میں اسلام آباد میں دوسرا حادثہ ہوا جس میں 36 افراد جاں بحق ہوئے۔ 1986ء میں پشاور میں گر کر تباہ ہونے والا فوکر طیارہ جس میں 13 افراد ہلاک ہوئے۔ 17/اگست 1988ء کو بہاولپور کے قریب پاکستان کی تاریخ کا حادثہ ہوا جس میں خصوصی طور پر تباہ کردہ ہرکولیس سی ون تھرٹی 30 طیارہ P.A.K-1 فضا میں بلند ہونے کے تین منٹ بعد قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر گیا، اس وقت کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق، امریکی سفیر آرنلڈ رابن رافیل اور پاک افواج کے اعلیٰ افسران جان بحق ہوئے۔ 1989ء میں اسلام آباد سے گلگت کے لئے جانے والی پی آئی اے کی پرواز پراسرار طور پر پہاڑی سلسلے میں گر کر تباہ ہوگئی، مسافروں کا تا حال پتہ نہ چل سکا۔ پاکستان کا تاریخی حادثہ بیرونی ملک 20/مئی 1965ء کو پیش آیا، حادثے کا شکار ہونے والی پی آئی اے کی فلائٹ نمبر 705 بوئنگ 720 براستہ قاہرہ لندن کے افتتاحی روٹ پر تھی، یہ جہاز قاہرہ ائرپورٹ پر لینڈنگ کے دوران پیش آیا، اس حادثے میں چوبیس افراد جاں بحق ہوئے جس میں چوبیس صحافی شامل تھے۔ جہاز کی کمان پائلٹ اے کے خان کے ہاتھ میں تھی، تمام ہلاک شدگان کی تدفین قاہرہ کے مقامی قبرستان میں ہوئی۔ 6/اگست 1970ء فوکر طیارہ F-27 جیسے ہی اسلام آباد ائرپورٹ سے بلند ہوا تو طوفان کے گھیرے میں آ گیا اور راولپنڈی سے گیارہ میل دور روات کے مقام پر گر کر تباہ ہو گیا، اس حادثے میں تمام تیس افراد جاں بحق ہو گئے۔ 8/دسمبر 1972ء کو فوکر طیارہ F-27 فلائٹ 631 اسلام آباد سے پرواز کے بعد راولپنڈی کے قریب گر کر تباہ ہو گیا، جہاز میں چھبیس مسافر جاں بحق ہوئے۔ 26/نومبر 1979ء کو پی آء اے کا بوئنگ طیارہ 707 فلائٹ نمبر 740 جدہ ائرپورٹ سے حاجیوں کو لے کر واپس وطن آ رہا تھا کہ طائف کے قریب اس کے کیبن میں آگ لگ گئی، جہاز جل کر تباہ ہو گیا، 145 مسافر اور عملہ کے گیارہ افراد جاں بحق ہوئے۔ 25/اگست 1989ء کو پی آئی اے فوکر طیارہ P.K-404 گلگت کے قریب برف پوش پہاڑوں میں لاپتہ ہو گیا۔ اکیس سال گزرنے کے باوجود نہیں مل سکا۔ جہاز کی تلاش میں تیرہ امدادی مشن بھیجے گئے جو ناکام رہے۔ 23/اکتوبر 1986ء پی آئی اے کا فوکر طیارہ F-27 پشاور کے قریب گر کر تباہ ہو گیا، 54 افراد میں سے تین افراد جاں بحق ہوئے۔ 28/ستمبر 1992ء کو پی آئی اے کا طیارہ A-300 فلائٹ نمبر 268 نیپال کے دارالحکومت کھٹمنڈو ائرپورٹ سے صرف چند منٹ کی دوری پر بادلوں کے ڈھکے ہوئے پہاڑوں سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا۔ عملہ کے بارہ افراد سمیت ایک سو پچپن مسافر ہلاک ہوئے۔ حادثے کی وجہ مقرر کردہ بلندی سے سولہ سو سے نیچی پرواز تھی، پاکستان کی تاریخ کا بیرون ملک مسافر بردار ہوائی جہاز کس سب سے بڑا حادثہ تھا۔ 20/فروری 2003ء میں پاکستان ائرفورس کے وی آئی پی فوکر طیارہ حادثے کا شکار ہوا، پاکستان ائرفورس کے سربراہ ائر مارشل مصحف علی میر اور اُن کی اہلیہ سمیت سترہ افراد لقمہ اجل بنے۔ یہ پرواز چکلالہ ائرپورٹ سے اڑنے کے پینتیس منٹ بعد کوہاٹ کے قریب گر کر تباہ ہو گیا۔ 19/فروری 2003ء کو چارٹرڈ طیارے فراہم کرنے والی پاکستان کی نجی کمپنی ”سٹار ائر“ کا جہاز ڈورنائر کراچی کے انٹرنیشنل ائرپورٹ دوران لینڈنگ حادثے کا شکار ہوا۔ 10/جولائی 2006ء کو پی آئی اے کا فوکر طیارہ F-27 فلائٹ نمبر 688 فضا میں بلند ہونے کے دس منٹ بعد ملتان کے قریب گندم کے کھیتوں میں گر کر تباہ ہو گیا، لاہور جانے والی اس فلائٹ میں عملے کے چودہ ارکان، اکتالیس مسافر ہلاک ہوئے۔ حادثے کی وجہ فنی خرابی بتائی جاتی ہے۔
☆......عارف شاہ۔ جہلم

زبانِ حیوانات

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت سلیمان کے دربار میں حاضر ہے اور حضرت سلیمان سے بار بار کہتا ہے کہ مجھے جانوروں کی بولیاں سکھائیں جب اس کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حضرت سلیمان نے اسے کتے اور مرغ کی بولی سکھا دی۔ اتفاق سے یہ دونوں جانور اس کے گھر میں موجود تھے۔ وہ گھر آ کر کان لگا کر ان کی باتیں سننے لگا۔ مرغ کتے سے کہہ رہا تھا۔ مبارک ہو کل خواجہ صاحب کا گھوڑا مر جائے گا اور

تمہارے مزے ہو جائیں گے۔ جونہی اس نے یہ بات سنی گھوڑے کو بیچ دیا اس پر کتا اداس ہو گیا۔ مرغ نے کہا۔ اے کتے اداس نہ ہو پرسوں اس کا اونٹ مرے گا اور ترسوں اس کا غلام مرے گا۔ غلام کے مرنے پر بہت بڑی دعوت ہو گی اور تمہیں بے شمار ہڈیاں ملیں گی۔ خواجہ صاحب فوراً اونٹ اور غلام بیچ ڈالے۔ دو چار دن بعد جب کتے نے پھر بھوک کا رونا رویا تو مرغ نے کہا کہ کل خواجہ صاحب کی اپنی وفات ہو گی، دعوتوں کا سلسلہ چالیس دن تک جاری رہے گا اور تمہارے سارے گلے شکوے ختم ہو جائیں گے۔ یہ سنتے ہی خواجہ صاحب کے ہوش اڑ گئے وہ بھاگتا ہوا حضرت سلیمان کی خدمت میں پہنچا اور دعائے زندگی کا طالب ہوا۔
آپ نے فرمایا موت برحق ہے اور ہر شخص نے ایک دن مرنا ہے اگر تم ہمیشہ زندہ رہنا چاہتے ہو تو سنو اگر تم ایمان اس دنیا سے لے گئے تو ہمیشہ زندہ رہو گے ورنہ مر جاؤ گے۔

☆......ایم اشفاق بٹ-لالہ موسیٰ

سچی باتیں

★ اگر دکھوں کا دریا عبور کرنا چاہتے ہو تو پھر آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھو۔
★ دنیا کو جیتنا چاہتے ہو تو پھر آواز میں نرمی پیدا کرو۔
★ کسی کو پانے کی تمنا مت کرو بلکہ اس قابل ہو جاؤ کہ لوگ آپ کو پانے کی تمنا کریں۔
★ محبت کی آزمائش محبت کی توہین ہے۔
★ روٹھنے والے کو اتنا بھی نہیں روٹھنا چاہئے کہ منانے والا خود ہی روٹھ جائے۔
★ پھول اچھے لگتے ہیں جن میں خوشبو ہو۔
★ محبت اچھی لگتی ہے جس میں ملن ہو۔
★ انسان اچھے لگتے ہیں جن میں انسانیت ہو۔
★ دوست اچھے لگتے ہیں جن میں وفا ہو۔
★ موت اچھی لگتی ہے جس میں نام خدا ہو۔

☆......جمیل فدا خیر پوری-خیر پور میرس

انمول موتی

★ غم ملے تو صبر کرو، خوشی کی دولت عطا ہو گی۔
★ بے شک دل کا سکون اللہ تعالیٰ کے ذکر میں پوشیدہ ہے۔
★ کسی کی حالت اور اس کے پھٹے پرانے کپڑوں کی وجہ سے اسے حقیر مت سمجھو، کیوں کہ اس کا اور تمہارا رب ایک ہی ہے۔
★ ہر کسی سے عاجزی سے ملو کیونکہ برتن کتنا چھوٹا کیوں نہ ہو صراحی اسے جھک کر بھرا کرتی ہے۔
★ ہمیشہ صندل کی طرح رہو جو کلہاڑے کے کاٹنے پر بھی اس کا منہ خوشبو سے معطر کر دیتا ہے۔

☆......راجہ فیصل مجید-کراچی

ہنسئے تو ذرا!

★ ایک بچے نے کمرہ امتحان میں سو سو کر دیا۔ ٹیچر: یہ کیا کیا؟ بچہ: آپ نے ہی تو کہا تھا اِدھر اُدھر نہ دیکھو جو آتا ہے کر دو۔
★ ایک صاحب اپنے بچوں کے ساتھ چڑیا گھر اور گائیڈ سے کہا۔ ہمیں زرافہ دکھایئے، عجیب جانور ہوتا ہے۔ گائیڈ نے بچوں کی گنتی کر کے پوچھا۔ کیا یہ بیس بچے آپ کے ہیں۔ جی ہاں۔ اس نے جواب دیا۔ خوب تو پھر میں زرافہ کو لے کر آتا ہوں وہ آپ دیکھنا پسند کرے گا۔

☆......اعجاز ساحل-کوٹ رادھا کشن

بہترین اصول اپناؤ

نماز: اس طرح پڑھو جیسے اللہ کا دیدار کر رہے ہو۔
دُعا: اس طرح مانگو جیسے اللہ سے بھیک مانگ رہے ہو۔
دولت: ایسے رکھو جیسے ایک ایک پیسے میں پسینے کی بو آ رہی ہو۔
روضہ: ایسے رکھو جیسے زندگی کے گناہ ایک ہی روزے میں ختم ہو رہے ہیں۔
قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم: لوگ پیار کے لئے ہوتے ہیں اور چیزیں استعمال کے لئے۔ بات تب بگڑتی ہے جب چیزوں سے پیار اور لوگوں کو استعمال کیا جائے۔

☆......نثار احمد حسرت-نور جمال شالی

مختصر اشتہارات

محمد سلیم بلوچ میاں چنوں کے نام

سلیم بھائی پلیز آپ دوبارہ جواب عرض کی دکھی نگری میں واپس آ جائیں۔ آپ کے بغیر بالکل جی نہیں لگ رہا۔ (مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

راؤ زاہد حسین کے نام

زاہد بھائی پورے سٹاف کی طرف سے آپ کو بہت بہت مبارک ہو، کیوں کہ بہت دیر بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کی لمبی زندگی کرے۔ (آمین) (مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

اپنے ابو کے نام

ابو جان آپ کیوں ہم سب کو اکیلا کر کے چلے گئے ہیں ابو جان معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کو اتنی جلدی کیوں تھی آپ کو اپنے پاس بلانے کی اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (عابد علی آرزو، سانگلہ ہل)

قارئین کے نام

آپ سب سے دعا ہے دعا کرے گا کہ میں اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں اللہ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔ (صباء ملک، دیپالپور)

اے آر راحیلہ کے نام

آپ کی سٹوری خاموش محبتیں پڑھی بہت پسند آئی مدتوں بعد ایسی سٹوری پڑھنے کو ملی۔ لکھتے رہیے گا۔ (حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤالدین)

نوشین کے نام

آپ سے دوستی کر کے بہت اچھا لگا نوشی یو آر گریٹ۔ (حسن رضا، رکن سٹی)

قارئین کے نام

پرانے جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ کے شمارے لو اور دو کی بنیاد پر رابطہ کریں۔ کن مہینہ لکھیں آپ کے پاس جو شمارے ہیں لسٹ ضرور بھیجیں شکریہ۔ (بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

زخمی دل والوں کے نام

میں تمام زخمی دل والوں سے قلمی دوستی کرنا چاہتا ہوں جو بھی مجھے خط لکھے گا اسے میں خلوص سے جواب دوں گا۔ (سیف الرحمٰن زخمی، سیالکوٹ)

انعم چاندو ہاڑی کے نام

میری پیاری بہن میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن آپ نے بہت غلط لکھا ہے میری دعا ہے آپ خوش رہیں۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

قارئین کے نام

ایک ہی درخواست اور ایک ہی گزارش ہے اپنے قارئین سے میں لاکھوں کا مقروض ہوں اگر مجھ غریب کے حال پر رحم فرمائیں تو آپ کی بہت مہربانی ہو گی۔ (محمد صفدر دکھی، کراچی)

ملک علی رضا کے نام

بھائی آپ نے جون 2013ء میں مجھے یاد کیا آپ کا بہت شکریہ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ (عبدالرشید صارم اوڈ سعودی عرب)

عبدالحکیم والو کے نام

اللہ آپ سب کو خوش رکھے کبھی عبدالحکیم شہر میرا ہوا کرتا تھا عبدالحکیم کے سب دوستوں کو سلام۔ (عبدالرشید صارم اوڈ، سعودی عرب)

علی رضا کے نام

بھائی آپ نے مجھے جواب عرض میں یاد کیا آپ کا بہت شکریہ مجھے بہت اچھا لگا اللہ آپ کو خوش

رکھے۔ (عبدالرشید صارم اوڈ، سعودی عرب)

مجید احمد جائی کے نام

جناب میں آپ کو بھولا نہیں میں صرف یاد کرنے والوں کو یاد کرتا ہوں آپ نے کبھی یاد کیا ہے۔ (عبدالرشید صارم اوڈ، سعودی عرب)

این کے نام

ملی تو کیا ملی زندگی میں ملی تو ایک وفا کی دیوی ملی ایک بار کرنے والی بیوی ملی۔ (سردار اقبال خان، سردار گڑھ)

ملک فرمان اور محمد طلحہ کے نام

میری خواہش ہے کہ آپ پڑھ لکھ کر ملک اور قوم کی خدمت کرو قائد اعظم کے پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرو۔ (ملک فضل الرحمن، صادق آباد)

شازیہ وقاص کے نام

شازی تو نے اچھا نہیں کیا مجھے سیڑھی پر چڑھا کر نیچے سے کھینچ لی شازیہ تجھے خدا ہی پوچھے گا میرا تو صبر ہے۔ (آصف سانول، بہاولنگر)

قارئین کے نام

میں سب قارئین سے دوستی کرنا چاہتا ہوں انشاء اللہ مخلص پاؤ گے ایک بار آزما کر تو دیکھئے۔ (نوید ملک، گوادر چی)

قارئین کے نام

مجھے سمجھ نہیں آتی مردوں کی جن کے اپنے گھروں میں عورت ذات موجود ہوتی ہے پھر بھی دوسروں کی عورت ذات پر بری نگاہ رکھتے ہیں اس یوں ترقی کرتا دیکھ نہیں سکتے لعنت ہے ایسے نامرادو مردوں پر۔ (آستر، کراچی)

دوستوں کے نام

بہت سے دوست موسم کی نظر ہو گئے ہم آج بھی بہت یاد کرتے ہیں۔ سیف الرحمن زخمی، رمضان پریمی، اے ڈی ناز، لوٹ آئیں۔ (منیر رضا، ساہیوال)

مہوش جان اور کنزا آپی کے نام

پلیز مہوش میرے حال پہ کچھ رحم کرو تمہاری یہ آنکھیں میری جان لے لیں گی آپی کنزا تم ہی سمجھاؤ مہوش کو تم تو میری آپی ہونا۔ (غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم)

قارئین کے نام

میں حد سے زیادہ دکھی لڑکا ہوں میرے دل میں غم نے ٹھکانہ بنایا ہوا ہے مجھے ایسا ساتھی چاہیے جو میرے غم سنے میری زندگی کو دکھوں سے نکالے میری زندگی حسین بنائے ورنہ میں مر جاؤں گا۔ کوئی تو آ جائے۔ (منظور اکبر خان تبسم، منڈی شاہ جیونہ)

قارئین کے نام

آپ سب دوستوں کی فرمائش پر میں اپنا نام تبدیل کر لیا ہے اب بے درد کی جگہ مخلص (اللہ دتہ مخلص، راولپنڈی کینٹ)

صبا جان کلر سیداں کے نام

ہم نے تجھے اتنی بار اپنے رب سے مانگا ہے صبا کہ ہم ہاتھ اٹھاتے ہیں فرشتے سوال خود لکھتے ہیں۔ (عمران بلوچ، حب ڈیم)

کشور کرن پتوکی کے نام

زندگی میں پہلی دفعہ تیری کہانی ویران زندگی بہت پسند آئی اچھی کہانی لکھنے پر مبارکباد قبول ہو۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

قارئین کے نام

میں ضلع حافظ آباد کے لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا چاہتا ہوں حافظ آباد کے اچھے اخلاق والے لوگ جو دوستی کا مطلب سمجھتے ہیں وہ رابطہ کریں۔ (آصف سانول، منڈی بہاؤالدین)

حکیم زوار ابصار حیدر کے نام

پلیز ہمیشہ مسکراتے رہا کریں آپ کی شاعری جان نکال دیتی ہے لگتا ہے مجھے مار ہی دیں گیں آپ۔ (سعدیہ انور بلوچ، اسلام آباد)

رانی کے نام

رانی میں آج بھی تمہیں اتنا ہی چاہتا ہوں میری محبت کو سمجھنے کی کوشش کریں کچھ مجبوریاں ہیں جن کی وجہ

A کراچی کے نام

کوئی بدلنا تم سے سیکھے کوئی محبت کرنا تم سے سیکھے محبت کر کے کسی کی زندگی برباد کرنا تم سے سیکھے یہ ہنر کہاں سے سیکھا ہے کبھی کسی کو کبھی کسی کو اپنے جال پر پھنسا لینا رحم کرو (رائے اطہر مسعود آکاش، فورٹ عباس)

تمام بہن بھائیوں کے نام

تمام بہن بھائیوں سے ریکویسٹ ہے کہ اخلاق کے دائرے میں لکھیں۔ (ذاکرہ سجاد، [illegible] روڈ، پشاور)

تمام دوستوں کے نام

مجید احمد جائی، بڑے بھائی انتظار حسین ساقی، دوست محمد خان، عاشق حسین ساجد، پیارے احمد نجمی، نائلہ طارق جی اور راحت وفا اچھے رائٹر ہیں ان کی ہر ماہ سٹوریاں آنی چاہیے۔ (عمر دراز آکاش خیالی، فیصل آباد)

خدارا لڑکیوں کو تنگ نہ کرو

میں گزارش کرتا ہوں ان لوگوں سے جو لڑکیوں کو تنگ کرتے ہیں اور ان کی پڑھائی میں پریشانی کا باعث بنتے ہیں پلیز ان کا مستقبل تاریک مت کیجئے۔ (عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

پیارے عدیل کے نام

میں آپ کو بہت زیادہ مس کرتا ہوں لیکن شاید میں آپ کو یاد تک بھی نہیں آتا تمہارے پاپا بے وفا ہیں انہوں نے مجھے بھلا دیا ہوا ہے۔ (عمر دراز آکاش، فیصل آباد)

جان کے نام

میرا تمہارے خواب میں آنا کیا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مجھے تمہاری کتنی تڑپ ہے تمہارے ساتھ اتنی محبت ہے کہ میری بیقراری سے مجھے محبت کے مطلب کا پتہ چل گیا ہے۔ (محمد افضل اعوان، محلہ طارق آباد ٹوبہ ٹیک سنگھ)

ریاض احمد لاہور کے نام

پیارے بھیا آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی پر زندگی کا یادگار دن رہے گا آپ نے جواب عرض اور خوفناک گفٹ کیا یقین سے بہت خوشی ہوئی۔ (ایم جبرائیل آفریدی، کمر مشانی ناصر آباد)

دوستوں کے نام

سدرہ تم بہت جذباتی ہو اور کہیں جذبات میں آ کر کوئی غلط فیصلہ نہ کر لینا۔ اقرا مریم کبھی تو آ جایا کرو ملنے کو بہت یاد کرتی ہوں آپ دونوں کو۔ (انعم نذیر چاند، وہاڑی)

سب کے نام

اگر کسی کو چاہو تو اس طرح چاہو کہ وہ زندہ تو رہے مگر صرف تمہارے لیے۔ (ایس انمول، بھابڑہ شریف)

آپی تسلیم وہاڑی کے نام

آپی میری مدد کرو آپ نے پہلے کہا تھا لیکن تب وقت نہیں تھا لیکن اب آپ کی مدد کی ضرورت ہے آپی تسلیم جلدی کریں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ (انعم نذیر چاند، وہاڑی)

اپنے دوستوں، شہزاد، طاہر، ماجد

شہزاد، طاہر، ماجد، حماد، مظہر بوستان، عبدالمجید، بدر الدین اور ثاقب کو محبتوں بھرا سلام۔ (مظہر نظیر مانسہرہ)

ناز صاحبہ کے نام

ناز جی کہاں گم ہو گئی ہو آپ نے تو بھلا دیا اتنی جلدی کمال ہے ہو سکے تو رابطہ کرو انتظار رہے گا۔ (جبرائیل آفریدی، کمر مشانی ناصر آباد)

شادی کا خواہش مند

میں ایک زمیندار ہوں بیرون ملک شادی کا خواہشمند ہوں مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور رابطہ کریں گے۔ (ملک محمد ہاشم، ایران، پاکستان)

اداکار غلام محی الدین کے نام

غلام محی الدین صاحب آپ میرے پسندیدہ اداکار ہیں میں نے آپ کی فلمیں موم کی گڑیا آج اور کل نقش قدم وغیرہ وغیرہ بہت

سے دور ہوں۔ (ایم وکیل عامر جٹ، ساہیوال)

صبا مدثر کے نام

دل میں سما گئیں ہیں قیامت کی شوخیاں، دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں۔ (رائے اطہر مسعود آکاش، فورٹ عباس)

رحیم شاہ کے نام

آپ میرے پسندیدہ گلوکار ہیں آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں آپ سے ملنے کی میری خواہش ہے اور میں نے اپنے موبائل میں آپ کی بہت سی تصویریں رکھی ہیں۔ (مس صبا، کلرسیداں)

دوستوں کے نام

الطاف حسین دکھی، احسان جٹ، کریم بخش، صدا حسین صدا، ایم وائی سچا، امجد حسین تبسم سب کو سلام آفتاب حسین نے میرے نام شعری پیغام لکھا شکریہ۔ (شہزادہ سلطان کیف، الکویت)

نصر شیر گوندل کے نام

ہم سب مطلب ممریز شیر گوندل اینڈ گوندل برادران آپ کو آپ کی منگنی پر دل کی گہرائی سے مبارک باد دیتے ہیں۔ (ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

ایس کے نام

تم جانتے ہو کہ تم میرے نہیں ہو سکتے تو پھر مجھے کیوں تنگ کرتے ہو، خدا کے لیے اپنے رب پر بھروسہ کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ (ایم یعقوب اعوان، چکوال)

قارئین کے نام

این میری محبت ہے میری تمام رائٹر پڑھنے والوں سے اپیل ہے کہ دعا کرو کہ میرا محبوب مجھ کو مل جائے۔ امید ہے کہ رشتہ مل جائے گا دیکھئے قسمت میں اس کا پیار ہے کہ نہیں۔ (پرنس عبدالرحمن گجر، نین رانجھا)

قارئین کے نام

میں تمام جواب عرض پڑھنے والوں سے دوستی کرتا ہوں پلیز آپ سب مجھے جواب ضرور دینا، جواب عرض کے ذریعے آپ سب کو عید مبارک قبول ہو۔ (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

فنکار شیر زمان، پشاوری کے نام

بھائی آپ سدا خوش رہو اور اسی طرح جواب عرض کے صفحات کی زینت بنتے رہو آپ کا ذوق دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ (محمد انور ساجد، لاہور)

کسی بے نام کے نام

زندگی کو ہمیشہ پھولوں کی طرح گزارو کیوں کہ جو ہاتھ پھولوں کو مسل دیتے ہیں پھول ان ہاتھوں کو بھی مہکا دیتے ہیں۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

مقصود احمد بلوچ میاں چنوں کے نام

بھائی آپ اتنی زیادہ لڑکیوں سے دوستی کرنی چھوڑ دو ایک دن پچھتاؤ گے میرا مشورہ ہے کہ اپنے بیوی بچوں کی طرف دھیان اللہ آپ کو خوش رکھے اور عمل کی توفیق دے۔ (محمد انور ساجد، لاہور)

ایم گھنگوال کے نام

دیکھا نے جائے گا ہم سے جدائی کا منظر مسعود، کاش چلی جائے جان ہماری اس وقت سے پہلے۔ (محمد مسعود احمد، سرگودھا)

ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال

بھائی آپ کو سالگرہ مبارک ہو اور سدا ہنستے مسکراتے رہو۔ اللہ آپ کو لمبی عمر دے لوگوں کو تنگ کرنے کے لیے۔ (محمد انور ساجد، لاہور)

مہناز کے نام

مہناز گل آئی لو یو میری جان میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں پلیز مجھ سے رابطہ کر لو۔ (شکیل احمد یار ساجن، بلوچستان)

مس ماہا کے نام

میں آپ کے خلوص کی قدر کرتا ہوں لیکن افسوس کہ میں آپ کو وہ محبت نہیں دے سکتا جو آپ مجھ سے مانگتی ہو۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

شوق سے دیکھی ہیں اور اللہ آپ کو اور کامیابیاں دے۔ (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

جنید جانی کے نام

اگر آپ نے میٹرک پاس کیا ہے تو میں تیرے لیے نوکری کی کوشش کرتا ہوں امید ہے آپ کو نوکری مل جائے گی۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

محبت کے پجاریوں کے نام

جب تک دنیا زندہ قائم ہے محبت رہے گی محبت کل بھی زندہ تھی آج بھی ہے اور زندہ رہے گی۔ (ڈاکٹر سجاد، پشاور)

دوستوں کے نام

جن دوستوں نے اپنے خطوط میں مجھے سلام عید اور جنہوں نے دست مبارک سے میرا ذکر بھی کیا میں ان کا بہت بہت شکر گزار ہوں۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ منڈی بہاؤالدین)

قارئین کے نام

تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ کبھی کسی کا دل مت دکھاؤ کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچاؤ۔ (خالد فاروق آسی، علی پورہ ملت کالونی فیصل آباد)

تمام قارئین کے نام

دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے جو لوگ آخری ی تیاری میں لگے ہوئے ہیں وہی عقل مند ہیں وہ بے وقوف ہیں جو اس فانی دنیا میں دل لگائے بیٹھے ہیں۔ (بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

وکیل عامر آف ساہیوال کے نام

یار آپ سے ملنا چاہتا ہوں ملنے کا کوئی طریقہ نکالو آپ پشاور آ جائیں یا مجھے ساہیوال آنا پڑے گا۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

نہیں ریساں میرے شہر دیاں

میرا شہر دوکوٹہ کہنے کو تو خوبصورت ہے مگر ہر شخص ظالم ہے سچے کا ساتھ کوئی نہیں دیتا اور جھوٹے کو سچا بنا دیتے ہیں سب بے وفا لوگ ہیں۔ (محمد آفتاب شاہ، دوکوٹہ)

قارئین کے نام

یاد کرنا اور یاد آنا دو الگ الگ باتیں ہیں یاد میں انہیں کرتا ہوں جو میرے اپنے ہیں اور میں یاد انہیں آتا ہوں جو مجھے اپنا سمجھتے ہیں۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

دوستوں کے نام

نفرت کو ہزار موقع دو کہ وہ محبت بن جائے لیکن محبت کو ایک موقعہ بھی نہ دو کہ وہ نفرت بن جائے۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

قارئین کے نام

ایک درخواست پیش کی تھی جو کہ مالی امداد کے سلسلے میں تھی افسوس ابھی تک کسی بھی مخیر حضرات نے توجہ نہیں دی اللہ بھلا کرے۔ (محمد صفدر دکھی، کراچی)

کسی اپنے کے نام

میرے دل و دماغ پر ایک انجان سی بے خودی طاری ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں یہ کہنا موزوں ہو گا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ (ممریز بشیر گوندل، منڈی بہاؤالدین)

کسی بے وفا کے نام

وہ تو کہتی تھی کہ اسے بہت سی دعائیں یاد ہیں کیا بچھڑ کر پھر سے ملنے کی دعا اسے یاد نہیں ہے۔ (رانا محمد احمد، گاؤں لنڈے والا)

اپنے دوست R کے نام

اے دوست R میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں آپ بھی میرا خیال کیا کرو میں چاہتا ہوں کہ ہماری دوست سدا قائم رہے اور زیادہ بڑھتی رہے کبھی فون بھی کر لیا کرو۔ (محمد عبدالسلام، عبدالحکیم خانیوال)

اپنے دوستوں کے نام

اس بار پاکستان گیا تو بہت ہی مس کیا اپنے دوست کو ہر جگہ مدھو ہی نظر آتی رہی خدا اسے خوش رکھے آمین دعا گو سچا۔ (ایم وائی سچا۔ جدہ)

نیورائٹرز کے نام
میں جناب رانا نذر عباس زخمی صاحب کو جواب عرض میں لکھنے پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ (حماد ظفر بادی، منڈی بہاؤالدین)

آپی راحیلہ منظر کے نام
زندگی کے کسی لمحے میں جب امید کی روشنی کم پڑنے لگے تو گھبرانا نہیں یاد رکھنا کہ زمین کے کسی کونے میں میرے دو ہاتھ آپ کے لیے دعا گو ہیں۔ (عمران فنا بلوچ، بلوچستان)

جان جی کے نام
جان جی کیسے گزر رہی ہے ہم آپ کے بغیر بہت اداس ہیں جدہ ویران ہے آپ کے بغیر پلیز لوٹ آؤ۔ (ایم وائی سچا، جدہ)

مس صبا کلر سیداں کے نام
ہاں محبت کے حوالے سے بہت ظالم ہو تم جان توڑ دیتی ہو مجھے تم اپنے وعدہ کی طرح۔ (عمران فنا، کسبیلہ)

تمام دوستوں کے نام
سب دوستوں کا شکریہ جنہوں نے میری سٹوری کو پسند کیا۔ (اللہ دتہ بے درد، پھلروان)

تمام قارئین کے نام
میرے پیارے قارئین آپ تمام دوستوں کو میرا بہترین انعامی سٹوری سلسلہ کیسا لگا ہے آپ مجھے لیٹر لکھ سکتے ہیں کیونکہ میرا ایک بھائی منظور اکبر تبسم آپ کے لیٹر وصول کر کے مجھے انفارم کر دے گا۔ شکریہ۔ (عبدالرشید صارم اوڈ، سعودی عرب)

ایس دریام کے نام
ایس دریام آپ سے دوستی کر کے مجھے کونسی زندگی مل گئی پلیز کیا ہے جو پیار تو اس کو نبھانا بھی غصہ کم کیا کرو اور آپ سے کہا کہ آپ کی تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں تو بہت شکریہ آئی مس یو۔ (پرنس عبدالرحمن گجر، گاؤں نین رانجھا)

اپنے دوست کے نام
سید خرم وقار مجھے معاف کر دو میں آپ کی خاطر جان بھی دے دوں گا مجھے آپ سے محبت ہے اور اچھی دوستی ہے دل چاہتا ہے آپ کا دیدار کرتا رہوں۔ (ڈاکٹر ذوالفقار تبسم، میاں چنوں)

قارئین کے نام
چاہتوں اور محبتوں کا بھوکا ہوں اس بھری دنیا میں تنہا ہوں اچھے دوستوں کی تلاش میں ہوں جن کی کمی میں زندگی کے ہر موڑ پر محسوس کرتا ہوں۔ وفادار اور سچے دوست رابطہ کریں۔ (بھائی جس کا اس بھری دنیا میں کوئی نہ ہو وہ تنہا ہوتے ہیں آج کے بعد توبہ کروں اور ایسے الفاظ کہنا چھوڑ دو اللہ سے ڈرو اور اللہ کرو۔) (ندیم عباس ڈھکو اداس، ساہیوال)

منظور اکبر بلوچ کے نام
یار آپ میرے تنقید سے پریشان ہوں گئے دوبارہ تنقید نہیں کروں گا اگر تنقید میں عمر دراز آکاش پر کروں تو وہ بھی ناراض ہوگا۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

قارئین کے نام
میں فیصل آباد اور لاہور کے لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا چاہتا ہوں صرف باوفا حضرات رابطہ کریں بے وفاؤں سے معذرت ہے۔ انشاء اللہ وفادار پاؤ گے اور کبھی کسی سے دھوکہ نہیں کروں گا۔ (محمد ایوب تنہا، سرگودھا کینٹ)

سونو کے نام
یہاں کوئی نہیں میرا بغیر تیرے، فقط راز داں میرے غم خوار ہو تم میرا گلشن آباد ہے تیرے دم سے میرے چمن کی ساری بہار ہو تم، سونو تم بہت اچھے ہو۔ (مس صبا، کلر سیداں راولپنڈی)

ریاض حسین تبسم چوہان کے نام
میں آپ سے رابطے کا خواہشمند ہوں آپ جواب عرض میں بھی لکھیں، عمر دراز آکاش آپ کے جڑانوالہ کے ہیں پلیز ان سے رابطہ کریں پھر مجھ سے رابطہ کریں۔ پلیز پلیز (منظور اکبر خان تبسم، منڈی شاہ جیونہ)

ملاقات

حافظ فیاض احمد کنول
عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب کا مطالعہ کرنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: سکنہ بہاول داس، ڈاک خانہ خاص، تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

غلام مصطفیٰ بھٹی
عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا اور لکھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: کوٹ متہ سردار، ڈاک خانہ محمدی پور، تحصیل چونیاں، ضلع قصور

ملک عبدالرحمان ساحل
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: معرفت عمران کریانہ سٹور، پرانا کارخانہ، ناز سینما روڈ، محلہ شریف پورہ، خان پور، ضلع رحیم یار خان

محمد عمران بٹ
عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: رسائل پڑھنا لکھنا
پتہ: ڈھوک ڈل، ڈاکخانہ چھمیہ داہیمال، تحصیل سوہاوہ، ضلع جہلم

سید نادر علی شاہ فراق
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی، اخبار پڑھنا، چھوٹوں سے پیار کرنا
پتہ: معرفت ریحان میڈیکل سٹور، کالج روڈ، شاہ پور چاکر، ضلع سانگھڑ

مدثر سعید تبسم
عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: دکھی لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: گاؤں ماڑی، تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک

واصف علی آرائیں
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، دکھی لوگوں سے ہمدردی کرنا
پتہ: سندھ ڈینٹل کلینک اینڈ آپٹیکل، بھریا روڈ، ضلع نوشہرو فیروز

بشیر سانول
عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: لساں نواب، ضلع مانسہرہ

جنید اقبال
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: بیڈ منٹن اور کرکٹ کھیلنا
پتہ: محلہ خانگی نزد حبیب بنک نور بخشی، تحصیل و ضلع اٹک

مصطفیٰ گل بلوچ
عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: گلی نمبر 1، جامع مسجد روڈ، جاکیواڑہ، لیاری، کراچی

ایم وکیل عامر جٹ
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: خدمت خلق کرنا
پتہ: چک نمبر 152/9L، تحصیل وضلع ساہیوال

محمد حمزہ
عمر: 14 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک 9 ب عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

نوید اقبال
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: بمقام جھنڈوں، ڈاک خانہ گھیسٹ پور، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

سید محسن رضا
عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: محلہ صادق آباد، کھاریاں روڈ، نزد نیوغلہ منڈی جلالپور جٹاں، ضلع گجرات

عبدالوحید ابرار بلوچ
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: ضلع آواران نونڈہ، بلوچستان

عبدالرشید بزنجو
عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: ہر انسان سے محبت کرنا
پتہ: معرفت بزنجو گولڈ ڈرنک اینڈ جنرل سٹور، ڈاک خانہ شیخ آباد، تحصیل گڈانی، ضلع اٹک

محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ
عمر: 46 سال
تعلیم:
مشغلے: صوبہ ہزارہ والوں سے دوستی کرنا
پتہ: معرفت بابو ارشاد سبزی والا، گاؤں بیج پور، ڈاک خانہ لساں نواب، تحصیل وضلع مانسہرہ

ندیم جان گوپانگ
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا، کرکٹ کھیلنا
پتہ: سونا پی سی او، علی آباد روڈ، اوستہ محمد، ضلع جعفر آباد

فنکار شیر زمان پشاوری
عمر: 32 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، پرانی پاکستانی فلمیں دیکھنا
پتہ: محلہ توحید کالونی نمبر 1، شاہین مسلم ٹاؤن، پشاور شہر

فیصل حیات
عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: بچوں سے پیار کرنا، دوستی کرنا
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک 9 ب، عبدالحکیم

محمد شعیب مجبور
عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور جواب عرض پڑھنا
پتہ: نزد گورنمنٹ ہائی سکول، بگمن کورم ایجنسی، پارہ چنار، ڈاک خانہ ٹل

راجہ نعمان کیانی
عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا
پتہ: گاؤں کوٹلی لیپاں، ڈاک خانہ خاص، تحصیل وضلع سوہاوہ

ملک محمد طاہر
عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: نیلم بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

مظہر عباس تنہا
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے دوستی کرنا۔
پتہ: شیخ سائیکل ورکس، چک نمبر 9 ب عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

غلام مصطفیٰ عرف موجو
عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی دوستی کرنا
پتہ: تحصیل شاہ پور ہدو، ضلع سرگودھا

ساجد علی زاہد سیال
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: موضع کابلی، ڈاک خانہ رجانہ P/S من، تحصیل وضلع جھنگ

مختیار احمد چنڈور
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: یونین بک سینٹر، جلہ جیم، تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی

جواد احمد آکاش
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستی کرنا، کتابیں پڑھنا
پتہ: ساجد موبائل اینڈ ریپئرنگ شاپ، نزد حبیب بنک مکھڈ روڈ جنڈ، تحصیل وضلع اٹک

محمد اشرف زخمی دل
عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: جانے والوں کا انتظار کرنا
پتہ: ننکانہ صاحب

عبدالصمام
عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور لڑکیوں سے دوستی کرنا
پتہ: شہر جنڈ، تحصیل جنڈ، ضلع اٹک

محمد محسن ساغر
عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: گلی نمبر 3، شاہنواز کالونی، عارفوالہ، ضلع پاک پتن شریف

محمد حسن اقبال للقادری
عمر: 60 سال
تعلیم: ایف اے
مشغلے: صوتیاتی و بصریائی علم کی روشنی میں عوام الناس کے مسائل کا حل تلاش کرنا
پتہ: 223 سٹیج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

ملک ظفر مشی
عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، دوستی کرنا
پتہ: عبدالحکیم، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

سہیل آصف

عمر: 17 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکوں اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 129/RB، رنجیوال، تحصیل چک جھمرہ، ضلع فیصل آباد

میاں محمد عرف دکھی

عمر: 28 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا اور کرکٹ کھیلنا
پتہ: بمقام میروی چوک نوشہرہ، ڈاک خانہ نوشہرہ، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

محمد عظیم علی پردیسی

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: مکان نمبر 850، محلہ ڈھب والا، قلعہ دیدار سنگھ

امین مراد انصاری

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: ایس ایم ایس کرنا
پتہ: 33- سنگل بـ... سٹوری، ایریا 5/F، لال مارکیٹ، نیو کراچی

نثار احمد حسرت

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ کرنا اور جواب کے لئے لکھنا
پتہ: نور جمال شمالی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات

ریاض احمد

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: نئے دوست بنانا
پتہ: ڈاک خانہ رحیم آباد، تحصیل صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

چوہدری نثار احمد

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ بینی
پتہ: گھت، ڈاک خانہ گڑھی دوپٹہ، تحصیل و ضلع مظفر آباد، آزاد کشمیر

ظہیر عباس انجم

عمر: 19 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا اور دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 69/F فتح، ڈاک خانہ 71/F فتح، تحصیل حاصل پور، ضلع بہاولپور

محمد طیب کنول

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی
پتہ: معرفت ظفر اصغر ٹینٹ فیکٹری، 21 کلومیٹر فیروز پور روڈ، لاہور

عبداللہ خان
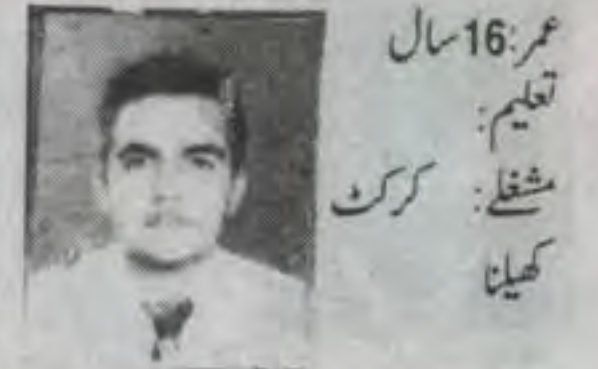
عمر: 16 سال
تعلیم:
مشغلے: کرکٹ کھیلنا
پتہ: مکان نمبر 190، سیکٹر نمبر 4، محلہ انورہ، کھلابٹ، ٹاؤن شپ

شاہد اقبال خٹک

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: باوفا دوست کی تلاش
پتہ: گاؤں مرکی خیل SK، ڈاک خانہ جندری، تحصیل و ضلع کرک

قربان علی ایری

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: شاعری لکھنا اور شاعری پڑھنا
پتہ: غلام رسول ٹیکنالوجی سائیکل ورکس، بھاگ شہر، ضلع بولان

اللہ دتہ بے درد

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: صرف جواب عرض رائٹر
پتہ: ذوالفقار کالونی، پھلروان، بھلوال

مدثر علی مدثر

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے دوستوں سے بے پناہ محبت کرنا
پتہ: معرفت حاجی خادم الیکٹریشن ورکس، اگو چک، حافظ آباد روڈ، گوجرانوالہ

ساجد اعوان ساجد

عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: تنہائی پسند، اچھے دوست کی تلاش
پتہ: سرینا انڈسٹری، 22 کلومیٹر شیخوپورہ روڈ، قلعہ ستار شاہ، شیخوپورہ

امجد وکی کوروٹانہ

عمر: 26 سال
تعلیم:
مشغلے: بے وفا لوگوں سے نفرت کرنا
پتہ: بمقام لکڑیانوالہ، ڈاک خانہ سکھیکی منڈی، ضلع حافظ آباد

محمد ذیشان سعید

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: قلمی و نو نک دوستی کرنا
پتہ: نزد چننی شاہ روڈ، محلہ کوہ نور کالونی، گوجرہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

سعید احمد عرف مزمل فراز

عمر: 21 سال
تعلیم:
مشغلے: دوستوں کی پکچر اکٹھی کرنا اور خدمت خلق کرنا
پتہ: چک نمبر 5/14 L، ڈاک خانہ خاص، تحصیل چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

عالمگیر تبسم

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: رکھ کیکرانوالی، جھنگی نزد جامع مسجد شہیداں والی، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع گوجرانوالہ

معاویہ عنبر

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: حقائق کا اصلی شکل میں مطالعہ کرنا
پتہ: موضع احمد بگھیلا، چاہ طریقیاں والا کھوہ، ڈاک خانہ داوڑہ بالا نزد دھڑپہ شہر تحصیل و ضلع ساہیوال

محمد خاں انجم

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: صرف اپنے غموں کو شاعری میں ڈھالنا
پتہ: معرفت ڈاکٹر بابر علی شاہ، لدھے و پوسٹ آفس بصیر پور، تحصیل دیپالپور، ضلع اوکاڑہ

نوید احمد

عمر: 52 سال
تعلیم:
مشغلے: مطالعہ، ایس ایم ایس، فو نک دوستی
پتہ: پوس بکس نمبر 2191، لاہور جی پی او

خضر علی ملک

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: اپنی بیٹی کو یاد کرنا
پتہ: ڈاک خانہ و بمقام گنڈاکس، تحصیل پنڈی گھیب، ضلع اٹک

محمد شوکت

عمر: سال
تعلیم:
مشغلے: کتابیں پڑھنا خصوصاً جواب عرض
پتہ: گاؤں بونیرا، پوسٹ آفس کالج دوراہا، تحصیل و ضلع مانسہرہ ہزارہ ڈویژن

عمران علی شیر انصاری

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے اچھے دوست بنانا
پتہ: محلہ مدینہ کالونی، نزد ایک مینار والی مسجد، بھائی پھیرو

نبیل احمد گبول

عمر: 20 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے اور لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ سید ھادے، ڈاک خانہ مراد میمن گوٹھ، شہر کراچی

ریاض احمد زیڈ لوکا

عمر: 30 سال
تعلیم:
مشغلے: لڑکے لڑکیوں سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 28 گ ب، ڈاک خانہ شامرا چک، تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد

اعجاز حسین

عمر: 24 سال
تعلیم:
مشغلے: کتابیں پڑھنا اور قلمی دوستی کرنا
پتہ: بستی خان گڑھ، ڈاک خانہ بستی درگھ، تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

رانا عمران

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: سب سے قلمی دوستی کرنا
پتہ: چک نمبر 11/8AR، ڈاک خانہ میاں چنوں، تحصیل میاں چنوں، ضلع خانیوال

افتخار حسین مجنوں تریکو

عمر: 23 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا
پتہ: تریکو، ڈاک خانہ ڈمبو داس، تحصیل رونددہ، ضلع ملتان

عبدالصمد ایس کے گبول

عمر: 22 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: جلاب گوٹھ، شہر کراچی، ضلع ملیر

محمد وکیل بنگالی

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: پورا دن ایس ایم ایس کرنا
پتہ: کوارٹر نمبر F-9، ورکار کالونی، ڈاک خانہ مطلی، تحصیل کنری، ضلع ٹھٹھہ

ڈاکٹر محمد ایوب بوہڑ

عمر: 25 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا
پتہ: گوٹھ ذوالفقار آباد باری شاخ، اوستا محمد، ضلع جعفر آباد

سردار محمد اقبال خان مستوئی

عمر: 29 سال
تعلیم:
مشغلے: اچھے لوگوں سے دوستی کرنا، جواب عرض پڑھنا
پتہ: سردار گڑھ، ڈاک خانہ خاص، تحصیل و ضلع رحیم یار خان

شواز اللہ آرمانی خٹک

عمر: 18 سال
تعلیم:
مشغلے: جواب عرض پڑھنا، قلمی دوستی کرنا
پتہ: ڈاک خانہ ترخہ کھوئی، تحصیل و ضلع کرک

محمد سرفراز ریاض بھٹی

عمر: 06-05-1997
تعلیم:
مشغلے: سماجی کام کرنا، جواب عرض پڑھنا، دوستی کرنا
پتہ: کشمیری کالونی، مٹھن کوٹ، ضلع راجن پور

پسندیدہ اشعار

یہاں الفاظ بکتے ہیں تجارت ہے تخیل کی
محبت ایک پیشہ ہے تمہارے شہر میں زخمی
(رانا غلام عباس زخمی، منڈی بہاؤالدین)

ہر قدم پر فرشتوں کا لشکر تیرے ساتھ
ہو ہر جگہ تیری حفاظت خدا کرے
ہو تجھے دنیا میں ایسا عروج تیری
قسمت پر آسمان بھی ناز کرے
(مولانا عبدالغفور نقشبندی، حافظ آباد)

ہے کچھ اس طرح سے گھیرا ہوا مرا
دل غموں کے ہجوم میں
کبھی آندھوں کے حصار میں کبھی بادلوں
کے ہجوم میں
(محمد اسحاق، کنگن پور)

پردیس کو اب چھوڑ کر لوٹ آؤ امجد
میری میت پر رونے کے لیے اب تو
لوٹ آؤ امجد
(صائمہ امجد، گوجرانوالہ)

جب ہوئی تھی محبت تو لگا کسی اچھے
کام کا ہے صلا
خبر نہ تھی کہ گناہوں کا سزا ایسے بھی ملتی ہیں
(محمد عرفان، راولپنڈی)

نہ کر انکار ہمارے پاس آنے سے
خدا بھی روٹھ جاتا ہے کسی کا دل دکھانے سے
(فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

وفا کا دامن تھام کر تجھے چاہا تو لوگوں
کے بے نام کر دیا ذوالفقار تیرا
احساس رہا ورنہ تیرا شہر جلا دیتے
(ذوالفقار، یوکے)

کاش کے وہ لوٹ آئے مجھ سے یہ کہتے
تم کون ہوتے ہو مجھ سے بچھڑنے والے
(فیض، دربار سخی سرور)

زندگی تنہائیوں کی نظر ہو گئی تمام عمر
غموں میں بسر ہو گئی
کیا دیا ہمیں اس زندگی نے خوشیاں
جو ملی تو دکھوں کو ان کی خبر ہو گئی
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

کسی نے دیکھا نہیں اُن کا انداز محبت
زندگی جن پر لوٹا دی ہم نے
(ثوبیہ حسین، کھوٹہ)

لوگ کہتے ہیں تو مجھ سے خفا رہتا ہے
بن کے دھڑکن میرے دل میں
رہتا ہے
(سیف الرحمٰن زخمی، سیالکوٹ)

موسم خزاں کا خوف نہیں پتے جھوم
رہے ہیں
محبت تو دیکھو ایک دوسرے کو چوم
رہے ہیں
(بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

سینے میں جلن آنکھوں میں طوفان سا
کیوں ہے
اس شہر میں ہر شخص پریشان سا
کیوں ہے
(پرنس عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

اپنے سامان کو باندھے ہوئے اس
سوچ میں ہوں
جو کہیں کے نہیں رہتے وہ کہاں
جاتے ہیں
(غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

کاش کہ تو میری آنکھ کا پانی بن
جائے دوست
میں کبھی رو نہ سکوں تجھے کھونے کے
ڈر سے
(شاہد احمد، ڈیرہ آوڑانوالہ)

اے کاش کہ تم موت ہوتے این
اک روز تو یقین ہوتا تیرے آنے کا
(غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

کسی کا ساتھ مل جائے تو تقدیر بن جائے
میں بن جاؤں مصور کوئی میری تصویر بن جائے
(فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

تم تو نگاہیں پھیر کے خوشیوں میں کھو گئے
ہم نے اداسیوں کو مقدر بنا لیا
(اسحاق انجم، قصور)

اے کاش تو چاند میں ستارہ ہوتا
دور فلک پر آشیانہ ہمارا ہوتا
لوگ تمہیں دور سے دیکھا کرتے
چھونے کا حق صرف ہمارا ہوتا
(محمد ندیم تبسم، خانیوال)

میں جک چلتا ہوں تیرے عشق کے انگاروں پر
پاؤں جلتے ہیں مگر دل کو قرار آتا ہے
(رانا بابر علی، لاہور)

وہی محفوظ رکھے گا میرے گھر کو بلاؤں سے
جو بارش میں شجر گھونسلہ گرنے نہیں دیتا
(محمد دکھی، کراچی)

تجھے دیکھا نہ تھا تو تیری آرزو نہ تھی
جب سے دیکھا ہے تجھے تیرے طلبگار ہو گئے
(محمد ندیم تبسم، خانیوال)

جان کی بازی ہار کے بھی ہم دل ان کا نہ جیت سکے
مل نہ پائے دل کے بدلے صبح وشام محبت کے
(رشید صارم اوڈ، سعودی عرب)

دوزخ مجھے قبول ہے ہمراہ یار کے
جنت میں جا کے ہجر کے صدمے کون اٹھائے
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

میری موت کی اطلاع نہ دینا اسے ساقی
کہیں وہ رو پڑا تو یہ دل پھر سے دھڑک اٹھے گا
(محمد شہزاد، سوانس)

زندگی تو اپنے قدموں پہ چلا کرتی ہے فراز
لوگوں کے سہارے تو جنازے اٹھا کرتے ہیں
(محمد شفیق، ابراہیم شاہ)

اتنی نفرت تھی اگر مستوئی سے تو پیار کیوں تھا
پھر میری اوقات ہی بتا دی
(سردار اقبال، سردار گڑھ)

عدالت عشق کی ہو گی
مقدمہ میرا دل دے گا
گواہی میرا دل دے گا
مجرم تیرا پیار ہو گا
(رانا نذر عباس، منڈی بہاؤالدین)

وہ مختیار ہے سزا دے یا جزا دے مالک
دو گھڑی ہوش میں آنے کے گنہگار ہم ہیں
(ملک فرحان، رحیم آباد)

کتنی دلفریب ادائیں تھیں اس ظالم سانول کی
رہتا بھی مستی میں تھا دل پھر بھی چیر دیتا تھا
(آصف سانول، بہاولنگر)

بدلا ہوا ہے آج میرے آنسوؤں کا رنگ
شاید کہ میرے دل کے زخموں کا
کوئی ٹانکا اُدھر گیا ہو
(عابد علی آرزو، سانگلہ ہل)

کہا تو تھا تم سے کہ محبت میں درد ہے جدائی ہے
اب جو لگا بیٹھے ہو یہ روگ تو کس بات کی دوہائی ہے
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

گلاب آنکھیں شراب آنکھیں

یہی تو ہیں لاجواب آنکھیں
(ملک علی رضا، فیصل آباد)

دوستی کرنے کے مجھے دعوے تو نہیں آتے
اک جان ہے ولی کی جب دل چاہے مانگ لینا
(محمد ولی اعوان، لاہور)

کیا ملا ظالم تجھے میرا دل توڑ کر
خود ہی تنہا رہ گیا ذوالفقار مجھے تنہا چھوڑ کر
(ملک ذوالفقار، یو کے)

مت ٹھکرا ہمیں غریب جان کر اے جان شہزاد
ہم دولت محبت تیرے لیے رکھتے ہیں اور بہت رکھتے ہیں
(شہزاد احمد، اوکاڑہ)

دیکھا نہ جائے گا ہم سے جدائی کا منظر
کاش چلی جائے جان ہماری اس وقت سے پہلے
(محمد مسعود، سرگودھا)

تیرے رخ پہ ہو اداسی یہ مجھے نہیں گوارہ
میں دکھ جہاں کا سہہ لو تیری اک خوشی کی خاطر
(نوید ملک، گولارچی)

وہی تو سارے جہاں سے عزیز تھا مجھ کو
وہ ایک شخص جو بے حس پتھروں کی طرح نکلا
(محمد آفتاب شاہ، دوکوٹہ)

شرط وفا نبھاؤ تو نبھاؤ میں کس طرح
حالات میرے پاؤں کی زنجیر بن گئے
(ڈاکٹر عامر شہزاد، ننکانہ صاحب)

پھر اسی شخص سے امید وفا......؟
اے دل...... میں تجھے نکال پھینکوں گا
(سہیل محمود، رحیم آباد)

وہ شخص جو گزرا ہے ابھی آنکھ بچا کر
اسے میری ضرورت بھی بہت ہے
(کرن، کنگن پور)

اس نجومی نے تو مجھے پریشانی میں ڈال دیا
کہتا ہے مجھے موت نہیں کسی کی یاد مارے گی
(محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

بڑا شور تھا آج دل کے آنگن میں
رضا نجانے کس حادثے کا شکار ہو گیا
(منیر رضا، ساہیوال)

اپنی پلکوں کی پرچھایا مجھے دے دو
اپنی شاموں کی تنہایاں مجھے دے دو
میں ڈوب جاؤں اے آر اداس آنکھوں میں
تم اپنے درد کی گہرائیاں مجھے دے دو
(محمد ارسلان احمد، منڈی بہاؤالدین)

آج وہ بھی رو پڑے میرے حالات کو دیکھ کر اعجاز
جس شخص نے قسم کھائی تھی ہمیں برباد کرنے کی
(محمد اعجاز، مظفر گڑھ)

سب نے خاک میں ملا دیا میرے ارمانوں کو
کس کو دوش دوں قسمت کو یا انسانوں کو
(عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

سنگ ملے بھی چند لمحوں کے لئے
جدا ہو گئی ہے حیات اپنی
زندگی یوں بھی روٹھ جاتی ہے
یہ سوچا نہ تھا کبھی میں نے
(صبا انور، لاہور)

اک حد میں ساتھ تو بے حد قریب تھے
بے ہوئے قریب تو قصہ ہوا تمام
(ملک غلام قادر، ارزانی پور)

ہم کو نہ ملا ہم ساز مانے بھر میں ایس
کاش اے خدا کوئی ہم سا بھی بنایا ہوتا
(صبا انور، لاہور)

کسی کا ساتھ مل جائے میری تقدیر بن جائے

میں بن جاؤ مصور کوئی میری تصویر بن جائے
(فنکار شیر زمان، پشاور)

دلوں کی عمارتوں میں کہیں بندگی نہیں فراز
اینٹوں کے سجدوں میں خدا ڈھونڈتے ہیں لوگ
(نوشین خان، میلسی)

آخری دیدار کر لو کھول کر بند کفن میرا
اب تو نہ شرماؤ کہ چشم منتظر بے نور ہے
(برکت اللہ انجم، کوہاٹ)

یہ پیار تو جھوٹا وعدہ ہے کب کون اسے نبھاتا ہے
احساس دلا کر چاہت کا ہر ایک جدا ہو جاتا ہے
(اقصد علی فراز، پانڈو وال)

وقت اچھا بھی آئے گا فراز
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی
(اقصد علی فراز، کوٹلی)

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے محرم سے مجرم بنا دیا
(فیاض احمد، مظفر گڑھ)

عجیب شے ہے محبت بھی دور ہیں لیکن
تیرے قریب ہوں میں میرے

آس پاس ہے
(سیف اللہ، بھیلا گلاب سنگھ)

ہاتھ دیا اس نے میرے ہاتھ میں
میں تو ولی بن گیا اک رات میں
(مائرہ مشتاق، ارزانی پور)

آنسو بہا بہا کے بھی ہوتے نہیں ہیں کم
کتنی امیر ہوتی ہیں آنکھیں غریب کی مہوش
(غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

مجھے اس جگہ سے بھی محبت ہوتی ہے
جہاں بیٹھ کر ایک بار تجھے سوچ لیتا ہوں
(فیض اللہ، بخی سرور)

گزرے ہیں زندگی میں ایسے مقام سے
نفرت سی ہوگی ہے محبت کے نام سے
(رانا بابر علی، لاہور)

گرتے رہے سجدوں میں ہم اپنی حسرتوں کے لئے
اگر عشق خدا میں گرے ہوتے تو
کوئی حسرت ادھوری نہ ہوتی
(ثوبیہ حسین، کھوڑہ)

میں جو اک برباد ہوں آباد رکھتا ہے مجھے
دیر تک اسم محمد شاد رکھتا ہے مجھے
(منظور اکبر تبسم، جھنگ)

تو عید قریب ہے تیری یادوں کے بھنور میں
عید تو عید ملنے کا یہ دن ضرور ہے
(محمد عثمان، لاہور)

مانا کہ تجھ سے بہت دور ہوں میں
ہر میرے دل میں تم ہر پل چھائے ہو
(ظفر تور، اوباوڑہ)

الفت کی نئی منزل کو چلا ڈال کے بانہیں بانہوں میں
دل توڑنے والے دیکھ کے چل ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں
(بشیر احمد، بہاول پور)

آج وہ بھی رو پڑا میری بے بسی پر فنا
جس نے قسم کھائی مجھ کو برباد کرنے کی
(عمران بلوچ، بلوچستان)

جذبہ عشق سلامت ہے تو انشاء اللہ
کے دھاگے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے
(پرنس عبدالرحمٰن، منڈی بہاؤالدین)

اور بڑھ جاتی ہے بھولی ہوئی یادوں کی کسک
عید کا دن تو فقط زخم ہرے کرتا ہے
(عثمان دکھی، کنگن پور)

جن کی یاد سے دل کو خوشی ملتی ہے فنا
افسوس وہ تو ہمیں ذرا بھی یاد نہیں کرتے
(عمران بلوچ، بلوچستان)

دل میں خدا کا ہونا لازمی ہے ساغر
یونہی سجدوں میں پڑے رہنے سے جنت نہیں ملتی
(آصف کنول، گونیاں)

بہت شوق ہے نا تجھے بحث کا آ بیٹھ
بتا کس موڑ پر وفا کی ہے تو نے
(وقار یونس، چیچہ وطنی)

اے قلم رک جاؤ ادب کا مقام آ رہا ہے
تیری نوک کے نیچے میرے ماموں
ولی کا نام آ رہا ہے
(حافظ عبید اللہ، چکوال)

ہم ملے جب ان سے تو کچھ کہہ نہ سکے
خوشی اتنی تھی کہ ملاقات آنسو پونچھتے گزر گئی
(محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

میں آج نکاح عشق کرتا ہوں تجھ سے
مجھے تجھ سے محبت ہے محبت ہے
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

یقین بن کے لوگ زندگی میں آتے ہیں
خواب بن کے آنکھوں میں سما جاتے ہیں
پہلے تو یقین دلاتے ہیں کہ وہ ہمارے ہیں
نجانے کیوں پھر تنہا چھوڑ جاتے ہیں
(خلیل احمد، شیدانی شریف)

ہم لوگ تو سمندر کے بچھڑے ہوئے ساحل ہیں
اس پار بھی تنہائی اس پار بھی تنہائی
(محمد عامر رحمان، وادی لیپہ)

کیوں روٹھے ہو اس بے وفا دنیا میں اے
آنسوؤں سے تقدیر بدلتی تو آج
میرا بھی کوئی اپنا ہوتا
(مزمل عارف، مندرہ)

ایسا عالم ہو جائے گا ہمارے جانے کے بعد
ہو کر اداس پرندے بھی میرا شہر چھوڑ جائیں گے
(آفتاب شاد، دوکوٹہ)

رابطے بہت ضروری ہیں اگر رشتے بچانے ہیں ہادی
لگا کر بھول جانے سے تو پودے سوکھ جاتے ہیں
(حماد ظفر ہادی، منڈی بہاؤالدین)

عجیب مقام پہ پہنچا قافلہ دل کا
سکون ڈھونڈنے نکلے تھے نیند سے بھی گئے
(زوہیب اختر، چشتیاں)

تیرے گرجنے سے بہت خوف آتا ہے اے بادل
تو بے آواز برس لیا کر میرے

آنسوؤں کی طرح
(عمر راز آکاش، فیصل آباد)

سبب جو ڈھونڈو گے تو عمر ہی بیت جائے گی
کہا نہ تھا یاد آتے ہو بس آتے ہو
(ایم عمر وراز آکاش، فیصل آباد)

محبت نہ کرتے تو آج اداس نہ ہوتے ذوالفقار
ایک چھوٹی سی خطا میری زندگی برباد نہ ہوتی
(ذوالفقار ملک، یوکے)

مجھے محبتیں نبھانے کا شوق تھا
اسے دل جلانے کا شوق تھا
مجھے اسے ہنسانے کا شوق تھا
اسے مجھے تڑپانے کا شوق تھا
(ایم وکیل عامر، ساہیوال)

تیرے دل میں میری سانسوں کو پناہ مل جائے
تیرے عشق میں میری جان فنا ہو جائے
(رائے اطہر مسعود، فورٹ عباس)

برسوں بعد ملا تو پوچھنے لگا کہ تم کون ہو
بچھڑتے وقت جس نے کہا تھا کہ تم بہت یاد آؤ گے
(چوہدری الطاف حسین، بھمبر)

اب کیا ڈھونڈتے ہو جلے ہوئے

کاغذوں کی راکھ میں برلاس
وہ افسانہ ہیں جل گیا جس کا عنوان تم تھے
(چوہدری شاہ زیب، آزاد کشمیر)

یہ پھیلی ہوئی آرزوؤں کی دنیا
سمٹ آئی آخر تیرے چاہنے پر
(ایم عمیر مظہر، ہتکیاں)

کوئی کہتا ہے یادیں نشہ بن جاتی ہے
کوئی کہتا ہے یادیں سزا بن جاتی ہے
پر یاد جب سچے دل سے کرو تو
یادیں ہی جینے کی وجہ بن جاتی ہے
(شاہد اقبال، کرک)

تیرے عشق کی انتہا چاہتی ہوں
میری سادگی دیکھ میں کیا چاہتی ہوں
(اقراء ناز، صادق آباد)

محبت نہ کرتے تو آج اداس نہ ہوتے
ایک چھوٹی سی خطا میری زندگی برباد کر گئی
(عابد علی آرزو، سانگلہ ہل)

کہاں گئے وہ لوگ جو تیرے بنا رہا نہیں کرتے تھے اسیر
آج سال بیت گئے اس کے بنا اس نے خبر تک نہ لی
(عبدالمجید اسیر، فیصل آباد)

کل شب پھر اک خواب نے جگا دیا مجھے
اس خواب میں وہ دلہن تھی یارو
(شہزاد سلطان کیف، الکویت)

روٹھے ہوئے لوٹ آئیں تو جان لو کیف
پیروں تلے کلیاں ہاتھوں میں گلاب رکھنا
(شہزاد سلطان کیف، بھمبر)

لپٹے کبھی شاخوں سے کبھی زلف سے الجھے
کیوں ڈھونڈتا رہتا ہے سہارا تیرا آنچل
(ایم اشفاق، لالہ موسیٰ)

چاند کو دیکھ کر دعا ضرور کرنا
عائشہ کسی کو عید ملو تو مجھے یاد ضرور کرنا
(سید عارف شاہ، جہلم)

آتش حسد سے پتھر بھی نہیں خالی
جل گیا طور جب موسیٰ سے ہوئی پیار کی بات
(ایم یعقوب اعوان، چکوال)

اٹھا کر کفن کر لو دیدار میرا مجید
وہ آنکھیں بند ہو گئی ہیں جن سے تم شرمایا کرتے تھے
(ملک عبدالمجید، فیصل آباد)

یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا بتا سکے گا تجھے غم داستان میری
مزہ تو تب ہے اس کاغذ کو لگ جائے زبان میری
(ولی اعوان، لاہور)

چاند ہمارے ساتھ عجیب ہے حادثہ ہوا
ہم رہ گئے ہمارا زمانہ چلا گیا
(ملک سمیع اللہ، ساہیوال)

چل تجھے دکھا دوں اپنے دل کی ویران گلیاں
شاید کہ تجھے ترس آ جائے میری اداس زندگی پر
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

آنکھوں کے سمندر میں ڈوب کر
جب نکلنا چاہے پھول
دیکھا تو دل کی ناؤ کا بادبان پھٹا ہوا تھا
(بشارت علی پھول، صفدر آباد)

میرے نام کو تو دیکھ لیا تھا
اپنے نام کے ساتھ رخسار
مگر بدنام بھی کر دیا
صنم تو نے بے رحمی کے ساتھ رخسار
(شکیل احمد، تربت)

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں
(حکیم طفیل، کویت)

گرتے ہیں صحرا میں پتے پر اٹھاتا ہے کوئی کوئی

دوستی تو سبھی کرتے ہیں پر نبھاتا ہے کوئی کوئی
(محمد ندیم عباس، پتوکی)

فرصت ہو اگر آنے کی اے جان تمنا
آ جا کہ تجھے دل نے بہت یاد کیا ہے
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

میری زندگی میں نہ آنے والے
میری قبر پر بھی نہ آنا
مجھے تو زندہ جلا دیا مگر میری قبر کو نہ جلانا
(چوہدری احمد حسین، آزاد کشمیر)

یوں ہی ہم کسی کا پیچھا کیا نہیں کرتے
درد دل لیا دیا نہیں کرتے
اتفاق کی بات ہے یہ دل تم پر آ گیا
لیکن اتنی قیمتی چیز کسی کو دیا نہیں کرتے
(ڈاکٹر ذوالفقار تبسم، میاں چنوں)

اپنے ہاتھوں کی لکیریں نہ بدل سکیں ہادی
خوش نصیبوں سے بھی بہت ہاتھ ملائے ہم نے
(ممریز بشیر گوندل، گوجرہ)

اگر ہوتی میری حکومت ان یاروں پر اے یاسر
تو ہر تارے کی جگہ تیرا نام لکھتے
(محمد یاسر تنہا، سلطان خیل)

اب عادت سی بن گئی ہے دوستوں کے انتظار میں ندیم
سانسیں بند ہو گئی تو پھر ڈھونڈے گے یہ مجھے جہاں میں
(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

کبھی مناسب ہو تو ہم سے بھی ہم کلام ہونا
سنا ہے تم وفا کی باتیں خوب کرتے ہوں
(محمد عرفان، راولپنڈی)

میں مر جاؤں سو اسے خبر بھی نہ ہونے دینا حافظ
مصروف سے لوگ ہیں کہیں ان کا وقت برباد نہ ہو جائے
(محمد قدیر، ماڈل سکول کھوئی میرا)

ہمیں بھلا کر سونا تو تیری عادت سی بن گئی
جس دن ہم سو گئے تو تجھے نیند سے بھی نفرت ہو جائے گی
(محمد ایوب تنہا، سرگودھا)

روٹھ جانے کی ادا ہم کو بھی آتی ہے فراز
کاش کوئی ہوتا ہم کو منانے والا
(عبادت علی، ڈیرہ اسماعیل خان)

اس عشق نے تو مجھے نکما کر دیا ہے آکاش
اگر ہم عشق نہ کرتے تو حکومت کرتے
(آر، آکاش، سرگودھا)

کتنا عجیب ہوتا ہے آداب رخصتی محفل جگر
اٹھ کے وہ بھی چل دیتا ہے جس کا کوئی گھر نہیں ہوتا
(عامر سہیل جگر، سمندری)

اے دل نہ تڑپ کے قہر ہو گا
رسوا کوئی شہر شہر ہو گا
(رائے اطہر مسعود، بہاولنگر)

تیری وفا کے تقاضے بدل گئے ورنہ
مجھے تو آج بھی تم سے زیادہ عزیز کوئی نہیں
(عبادت علی، ڈی آئی خان)

یہ جو دو دل ہیں ایک دھڑکن ہے
ہر زمانہ اسی کا دشمن ہے
(صبا ملک، دیپالپور)

ترستی ہوئی نگاہیں تجھ کو سلام کہتی ہیں
کہ دیکھے ہوئے تجھے بہت دن گزر گئے
(مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

ملے تو ہزاروں لوگ زندگی میں حسن
وہ ان سب سے جدا تھا جو دل میں اتر گیا
(حسن رضا، رکن)

کسی کی یاد ستاروں کے روپ میں ڈھل
کہ چمک اٹھی پلکوں پہ آنسوؤں کی طرح
کہاں سے مل گئے آنکھوں کو درد کے دریا
برس رہی ہیں جو ساون کے بادلوں

کی طرح دے مستوئی کو
(راجا ابرار خان، ملتان)

ہم فقیرانہ طبیعت کے رشید مالک ہیں
ہم کسی سیٹھ سے مرعوب نہیں ہوتے
(رشید صارم، سعودیہ)

غم نہ ہوتا غزل کون کہتا
محبوب کے حسن کو کنول کون کہتا
یہ تو محبت کا کرشمہ ہے ورنہ
پتھر کی دیواروں کو تاج محل کون کہتا
(منظور اکبر تبسم، جھنگ)

کیوں اس کو بار بار اپنا بنانے کی غلطی کرتے ہو
جس نے تیری وفاؤں کو نہ سمجھا وہ تجھ کو کیا سمجھے گا
(چوہدری الطاف حسین، بھمبر)

ڈبے میں ڈبا ڈبے میں کیک
میرا رخسار لاکھوں میں ایک
(شکیل احمد یار، تربت)

پہلے دیکھو تو سہی اپنے کرم کی وسعت
پھر بڑے شوق سے تم میرے خدا ہو جانا
(رائے اطہر مسعود، بہاولنگر)

چھپ چھپ کے جہاں سے کہ نہیں دیکھ سکوں میں
جنت میں مجھے ایسی جگہ میرے خدا

(سردار اقبال، رحیم یار خان)

تم ہمارے تھے تمہیں یاد نہیں ہے شاید
دن گزرتے ہیں برستے ہوئے پانی کی طرح
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

اجڑ گئے وہ پیار کے دن لٹ گیا وہ چمن خوشیوں کا
یہ چند آنسو یہ چند آہیں اب سہارا ہے زندگی کا
(ندیم عباس ڈھکو، ساہیوال)

نادانی کی حد تو دیکھ ذرا فراز
مجھے کھو کر میرے جیسا ڈھونڈ رہا ہے
(محمد سرفراز گوندل، خوشاں)

زندگی بھر میں آپ سے جدا نہ ہوں اے جان تمنا
تجھے میں پیار کروں اور تجھے دل میں بسا لوں
(مولانا عبدالغفور، حافظ آباد)

ترستی ہوئی نگاہیں تجھ کو سلام کہتی ہیں
کہ دیکھے ہوئے تجھے بہت دن گزر گئے
(مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

یہ جو دو دل ہیں ایک دھڑکن ہے
ہر زمانہ اسی کا دشمن ہے

(صباء ملک، دیپالپور)

مت پوچھو ہم دیوانوں سے انجام محبت
ہم تو بےوفاؤں کو بھی جینے کی دعا دیتے ہیں
(حسن رضا، رکن ٹی)

جس کو دل دیا وہ دہلی چلی گئی جس سے پیار کیا وہ اٹلی چلی گئی
میں نے سوچا خودکشی کر لوں ہاتھ سوئچ میں دیا تو بجلی چلی گئی
(محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

تم دور ہو تو یہ احساس ہوتا ہے
کوئی ہے جو ہر پل دل کے پاس ہوتا ہے
(پرنس مظفر شاہ، پشاور)

عیادت رسم دنیا ہے چلے آتے تو کیا ہوتا
تمہارے پوچھ لینے سے نہ جی جاتے نہ مر جاتے
(اسحاق انجم، کنگن پور)

اس کے چھوڑ جانے کے بعد اب محبت نہیں کرتے کسی سے
تھوڑی سی تو عمر ہے کس کس کو آزماتے پھریں
(حسن رضا، رکن ٹی)

مجھے موت کیا مارے گی میں تو پہلے ہی فنا ہوں تیرے پیار میں

مجھے غم نہیں تیری بے وفائی کا میں پریشان اپنی وفا سے ہوں
(عثمان غنی، قبولہ شریف)

عجب تماشا گر ہیں یہ مٹی کے پتلے ساقی
بے وفائی کرو تو روتے ہیں وفا کرو تو رلاتے ہیں
(رشید صارم اوڈ، سعودی عرب)

کر لی نا تم نے تسلی دل توڑ کر میرا
میں نے کہا تھا نا کچھ نہیں اس میں تیرے سوا
(محمد اسحاق انجم، کنگن پور)

اے غم دوست خدا تجھ کو سلامت رکھے
تجھ سے آباد ہے دنیا میرے ارمانوں کی
(اقصد علی فراز، کوٹلی ملتانی)

خود اندھیروں میں بسر کرتے رہے ہم زندگی
دوسروں کے گھر میں لیکن روشنی کرتے رہے
(اسحاق انجم، کنگن پور)

عجیب زہر تھا اس کی یاد میں ناز
عمر گزر گئی مجھے مرتے مرتے
(رانا بابر علی ناز، لاہور)

یہ فطرت ہے زمین کی ہر چیز کو جذب کر لیتی ہے

ورنہ تیری یاد میں بہنے والے آنسو کا الگ سمندر ہوتا
(فاروق احمد شانی، سدھر چکوال)

زندہ میں بھی سوزش نہ گئی اپنے جنون کی سنگ مداوا ہے اس اشفتا سری کا
(ساجد علی، دیپالپور)

وہ بھی کیا عجب شخص تھا کہ جس کی ذات
جب اعتبار بڑھ گیا تو اختیار نہیں رہا
(محمد وقاص احمد حیدری، سہنگل آباد)

اکثر وہ پوچھتا ہے مجھ سے رہائش اور کام میرا
تو میں نے کہا آزمائش حسینوں کا دل اور کام محبت
(غلام رسول پریمی، پاکپتن)

ل لست لیک سے لمبی ہے اس کافر کی زلف
میں بنا کافر کہ اس ل کا بھل نہیں
(ملک فضل الرحمٰن، صادق آباد)

نہ تجھ کو خبر ہوئی نہ زمانہ سمجھ سکا
ہم چپکے چپکے تجھ پہ کئی بار مر گئے
(منظور اکبر تبسم، جھنگ)

اساں خوش ہاں تیریاں خوشیاں وچ ساڈا وقت گزر دا راہی

بل فرض جے تیریاں یاداں وچ اے دل کملا گھبراسی
شاہد اپنی قسمت سے جھٹ رو کے چپ کیتا سی
(شاہد رفیق سہو، خانیوال)

ٹوٹے ہوئے پیمانے میں کبھی جام نہیں آتا
عشق کے مریض کو کبھی آرام نہیں آتا
دل توڑنے والے اتنا تو سوچا ہوتا
شکستہ دل کسی کے بھی کام نہیں آتا
(خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

کیوں اس کو بار بار اپنا بنانے کی غلطی کرتے ہو
جس نے تیری وفاؤں کو نہ سمجھا وہ تجھ کو کیا سمجھے گا
(چوہدری الطاف حسین دکھی، سب جیل بھمبر)

ہ میری محبت ہے کہہ دینا اس سے
دور رہنے سے رشتے ختم نہیں ہوتے
(ایم وکیل عامر، ساہیوال)

اے دل نہ تڑپ کے قہر ہو گا
رسوا کوئی شہر شہر ہو گا
(رائے اطہر مسعود آکاش، بہاولنگر)

محبت سے پیش آؤ تو جان تک قربان کر دیں برلاس
زد کرو گے تو ہم انا پرستی کی انتہا رکھتے ہیں
(چوہدری شاہ زیب علی برلاس، سب جیل، بھمبر آزاد کشمیر)

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں واقعی ایک اچھا دوست محمد ریاض ساقی ہے وہ اس لیے کہ ریاض مجھ سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوا۔ اور سب سے بڑھ کر ریاض میرا دوست دل کا صاف ہے اللہ تعالیٰ میرے دوست ریاض کو ہمیشہ لمبی زندگی دے آمین ثم آمین۔ (مقصود احمد بلوچ، میاں چنوں)

میں واقعی ایک اچھا دوست اب اس دنیا میں نہیں ہے جس کا نام نصیر مرحوم اور فرمان مرحوم ہے۔ (اللہ دتہ مخلص، مری کینٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ارسلان شاہ۔ اور کیوں ہے یہ تو نہیں پتہ وجہ وہ مجھے بہت چاہتا ہے اور میری وہ جان ہے۔ (عبادت علی، ڈیرہ اسماعیل خان)

میں واقعی ایک اچھا دوست میری بہترین دوست میرے دکھ اور تنہائی ہے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں تنہائی مجھے بہت پسند ہے۔ (عابدہ رانی، گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست کوئی بھی نہیں ہے۔ اس کو پن کو بھی ختم کر دیں اب۔ (ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست منیر رضا ہے مجھے اس کی وفا پہ ناز ہے۔ میری خدا سے دعا ہے خدا اس کے تمام غم دور کرے اور اسے وہ سب خوشیاں عطا کرے۔ جس کی اسے تمنا ہے میری دعا ان کے ساتھ ہے۔ (سیف الرحمٰن زخمی، سیالکوٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست وہ سب جواب عرض کے دوست ہیں جو والدین کی زندگی میں ان کی قدر اور عزت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ والدین کی قدر جہاد اور حج سے بھی بڑا ہے۔ پلیز والدین کی زندگی ان کی قدر اور عزت کریں۔ (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا اچھا دوست محمد فیاض غوری ہے جس میں لالچ نہیں۔ حرص نہیں بےلوث دوستی کا قائل ہے میری طبیعت اس لئے اس کی طرف مائل ہے۔ نہ ہی وہ ست ہے نہ کاہل ہے بڑا محنتی ہے۔ (بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے بہت سے دوست ہے سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہے کسی ایک کا نام میں نہیں لکھ سکتا۔ دوسروں کے ساتھ زیادتی ہوگی اس میں میرے خیال میں تمام لکھنے والوں نے نام لکھ دیے ہیں۔ ہو سکے تو اس کو بند کر دیں۔ (عبدالرحمٰن گجر، نین رانجھا)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا بہترین دوست مشتاق احمد ہے، وہ میرے ہر دکھ سکھ میں میرا ساتھ دیتا ہے اس نے ہر مشکل گھڑی میں میرا ساتھ دیا۔ اللہ اسے ہمیشہ سلامت رکھیں۔ (محمد ندیم تبسم، خانیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے ماموں جان ہیں جو میرے دکھ درد اور سکھ میں شامل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ میرے ماموں کو لمبی عمر دے۔ امین اور خوشیاں نصیب فرمائے آمین آئی لو یو ماموں۔ (عابد علی آرزو، سانگلہ ہل)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے سبھی دوستوں کے نام رہی زندگی تو پھر بات ہوگی نہ رہ زندگی تو بس یاد ہوگی ہو کوئی غلطی تو معاف کر دینا کیا پتہ یہ زندگی کی آخری بات ہو گی۔ (عثمان غنی، قبولہ شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست میری ماں، میرا بیٹا، اور منظور سیالوی، جبرائیل، آفریدی، ساجد حنیف، ارسلان شہزاد، حمزہ اعوان، شاکر اعوان، عامر ملک، تقریباً بلکہ یقیناً سب ہی اچھے دوستوں کی طرح ہیں۔ آصف سانول، لطیف خان دل جلے، عرفان جانی، (ایم ولی اعوان گوٹروی، لاہور)

میں واقعی ایک اچھا دوست کوئی بھی نہیں ہے کیسی اچھے دوست کی تلاش ہے وہ میل ہو یا فیملی کوئی فرق نہیں پڑتا بس کوئی اچھا دوست مل جانا چاہیے۔ (شہزاد حیدر، اوکاڑہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست اب کوئی نہیں ہے جو تھا وہ مجھ سے روٹھ کر اس جہان چلا گیا ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ہر دکھ اپنا دکھ سمجھتا تھا میری ذرا سی تکلیف پر تڑپ جاتا تھا اس جیسا پیارا اور کوئی نہیں دے سکتا اس نے مجھے چلنا بولنا اور معاشرہ کا اچھا انسان بنایا۔ کاش خدا مجھے ماں جیسا دوست واپس کر دیتا۔ (خلیل احمد ملک، شیدانی شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست میری محبت کا انتخاب تم ہو ایم چمن میں پھول بہت مگر گلاب تم ہو ایم جو میرا دوست ہے وہی میری جان میں نے ہر شے کو اپنی دوست پر قربان کر دی ایم۔ (عدنان یونس، اقبال نگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے جو بہترین دوست تھے وہ سب ساتھ چھوڑ گے صرف سچ کی وجہ سے دوست وہ ہوتا ہے جو سچے دوست کا ساتھ دے آج کل کا دور بھی عجیب دور ہے جو صرف جھوٹے کا ساتھ دیتا ہے آخر کیوں۔ (محمد آفتاب شاد، کوٹ ملک دوکوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست آج کل کی دوستی صرف مطلب کے لئے ہوتی ہے دوست وہ ہوتا ہے جو مصیبت اور پریشانی میں ساتھ دے مگر آج کل کے دور میں کوئی کسی کا بلاوجہ ساتھ نہیں دیتا۔ (محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہ سچا اور وفاداری میں سب سے بڑھ کر ہے اور مجھے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میری عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ وہ کیسے اسے آسان بنا دیتا ہے۔ (ڈاکٹر عامر شہزاد، ننکانہ صاحب)

میں واقعی ایک اچھا دوست وہ ہے جو ماں کو تنگ نہیں کرتی اور اس کی قدر اور عزت کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ مجھے بھی اچھا لگتا ہے۔ (فنکار شیر زمان پشاوری، پشاور)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا بہترین دوست وہ ہے جو اپنے ماں باپ کو اف تک نہ کہے اور دوسروں کی عزت کرنا جانتا ہو اس میں حسد تکبر غرور نام کی کوئی چیز نہ ہو اس کی غیر موجودگی میں بھی لوگ یاد کریں۔ (محمد اعجاز احمد، مظفر گڑھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست جواب عرض ہے۔ کیونکہ یہ میرا بہترین مشغلہ ہے جب بھی میں اداس ہوتا ہوں یا تنہا ہوتا ہوں تو جواب عرض پڑھنے لگتا ہوں۔ (اقصد علی فراز، منڈی بہاؤالدین)

میں واقعی ایک اچھا دوست اب تک کوئی نہیں بن سکا دراصل آج کل سب اپنے اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے دوستی کرتے ہیں اور مجھے ایسے لوگوں کو دوست بنانا کچھ اچھا نہیں لگتا۔ (برکت اللہ انجم، کوہاٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست عامر سہیل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عامر اور میں اکٹھے کھیلتے ہیں اکٹھے پڑھتے ہیں اور ایک ساتھ رہتے ہیں۔ (حسنات احمد، نین رانجھا)

میں واقعی ایک اچھا دوست میری آپی کنزا ہے اور وہ میرا بہت خیال رکھتی ہے دکھ دینے میں سدا مسکراتی ہو آپی کنزا مہوش تمہیں بھی خوشیاں مبارک ہوں۔ (غلام فرید جاوید، حجرہ شاہ مقیم)

میں واقعی ایک اچھا دوست ندیم عباس ڈھکو ہے کیونکہ اس کا اخلاق بہت اچھا ہے اور پھر وہ مجھے میرے جیسا لگتا ہے ہر روز اپنے غموں سے جنگ کرتا ہے۔ (رانا بابر علی ناز، لاہور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ابھی تک کوئی بھی ایسا دوست نہیں ملا جس کو میں بہترین دوست کے نام سے پکاروا اگر کوئی اپنے آپ کو اچھا انسان سمجھتا ہے ۔(آصف کنول، گونیاں)

میں واقعی ایک اچھا دوست ملک ندیم عباس ڈھکو ہے کیوں کہ اس نے میرے دل پہ لگے ہوئے زخموں کو مندمل کرنے میں اپنی ہر ممکن کوشش کی وہ بہت اچھا اس لئے ہے کہ وہ اصول پسند انسان ہے اگر اس سے غلطی ہو جائے تو تسلیم ضرور کر لیتا ہے ایسا دوست اللہ ہر انسان کو دے۔ (منظور اکبر خان تبسم، جھنگ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا غم میری تنہائیاں ہیں کیوں کہ کسی کی یاد میرا پیچھا نہیں چھوڑتی خوشی ملتی نہیں اس لیے غم اور تنہائیاں میرا ساتھ چھوڑتے نہیں اس لیے میرے سب سے اچھے دوست ہیں۔(رفاقت علی جان، شیخوپورہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست کوئی بھی نہیں ہے سب مطلب کے دوست ہوتے ہیں جو پل میں چھوڑ جاتے ہیں۔(ثوبیہ حسین، کہوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست محمد فیاض غوری ہے وہ پرخلوص ہے دوستی میں کسی قسم کا لالچ نہیں رکھتا اور سینے میں بغض عناد کی رمق نہیں ایسا دوست سب کا ہونا چاہئے میری دعا ہے۔(بشیر احمد بھٹی، بہاولپور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ابرار آوران ہے کی دوستی پر مجھے فخر ہے اور سلام پیش کرتا ہوں میں اس دوست کو ہر حال میں میرے ساتھ رہتے ہیں اللہ ان کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔(عمران بلوچ، حب ڈیم)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا بہترین دوست حال میں کوئی نہیں جب ملے گا ضرور بتاؤ گا پتہ نہیں وہ کب ملے گا کیا اس دنیا میں کوئی دوستی کے قابل ہے کوئی سمجھتا ہے تو رابطہ کرے۔(شاہد احمد، رسول نگر)

میں واقعی ایک اچھا دوست جواب عرض ہے جس سے مجھے بہت اچھے دوست ملے ہیں اور علم میں بھی اضافہ ہوا ہے اور میں جواب عرض باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ (ماسات رضا، حسن پیر)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرا بہترین دوست علی سانول ہے اور پرویز ہے کیوں کے جب بھی مجھے کوئی مجبوری ہو یا پریشانی ہو تو یہ میرے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔(شاہد رفیق سہو، خانیوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست میرے بہت سے دوست ہیں میں دوستی میں ہر وعدہ پورا کرتا ہوں مگر میرے سب دوست وفا نہیں کرتے آجکل صرف پیسے سے دوستی کرتے ہیں سب لوگ۔(محمد آفتاب شاد، دوکوٹہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست منظور اکبر تبسم ہے کیونکہ وہ بہت میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے اور اس کی یہ باتیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں اللہ کرے کہ وہ صرف میرا بن جائے۔ (پرنس مظفر شاہ، پشاور)

میں واقعی ایک اچھا دوست اقصد علی فراز ہے بہت پیارا بچہ ہے مگر رسالوں کا دیوانہ ہے اللہ اس کو سدا خوش رکھے اور رسالوں کی جنت میں دھکیل دے وہاں بیٹھ کہ یہ رسالے ہی پڑھتا رہے۔(ممریز گوندل، گوجرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ممریز بشیر گوندل اور رانا نذر عباس زخمی ہیں ان کے علاوہ وہ اقصد علی فراز بھائی حسن رضا فراہم رکن سٹی صاحب ہیں ان کی وجہ میں نہیں بتا سکتا۔ (حماد ظفر ہادی، گوجرہ)

جواب اس دنیا میں نہیں تھا اب اس کے بغیر زندگی بھی ادھوری رہے گی وہ ہی میرا بہترین دوست تھا جواب اس دنیا میں نہیں ہے۔(سردار اقبال، سردار گڑھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست اقبال بھٹی ہے اس لئے میرا ایک اچھا دوست ہے کیونکہ ای کا دل میرے لئے صاف ہے اور میرا دل اس کے لئے باقی دوستی نام اعتماد کا۔(اکمل زخمی، روڈو سلطان)

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

ندیم عباس ڈھکو کے نام
تیری وفا کو ہم نے بھلایا کب تھا
درد جدائی کا دل سے مٹایا کب تھا
لگا کر بھول جانا تیری عادت تھی
ہم نے تیرے سوا کسی اور کو دوست بنایا کب تھا
محمد وقاص ساگر۔فیروزہ

صدا حسین صدا کے نام
رابطے ضروری ہیں اگر رشتے بچانے ہیں
لگا کر بھول جانے سے یہ پودے سوکھ جاتے ہیں
ایس ناز آزاد کشمیر

سب کے نام
زندگی میں اتنی غلطیاں نہ کرو
کہ پنسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے
تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

غلام عباس ساغر کے نام
اے ذرا میری ایک امانت رکھنا
اگر میں مر گیا تو میرے دوست کو سلامت رکھنا
سہیل جبار سر سرائے

کائنات کے نام
چلو دیکھتے ہیں خود کو برباد کر کے بھی
کہ بربادیوں میں کون ہمارا بنتا ہے
بنا پھل کے درختوں کو کاٹ دیا جاتا ہے
کسی بے سہارا کا یہاں سہارا کون بنتا ہے
خلیل احمد ملک۔شیدانی شریف

قارئین کے نام
زندگی میں جو چاہو حاصل کر لو مگر
اتنا خیال رکھنا کہ آپ کی منزل کا
راستہ کبھی لوگوں کو توڑتا ہوا نہ گزرے
وقار یونس ساگر۔چیچہ وطنی

ایس کراچی کے نام
تم کو جان سے پیارا بنا لیا
دل کو سکون آنکھوں کا تارا بنا لیا
اب تم ساتھ دو یا نہ دو تمہاری مرضی
ہم نے تمہیں زندگی کا سہارا بنا لیا
غلام عباس ساغر۔جمیل آباد

سلمان سندھو کے نام
پھول درخشندہ تو ہے دیکھنے میں مگر
سلمان بہت دکھ ہوا اسے برگ گل کی جدائی کا
ذیشان علی سمندری

فاطمہ طفیل طوفی کے نام
خدا سے سب کچھ مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اب اٹھتے نہیں ہاتھ اس دعا کیبعد
حکیم طفیل طوفی۔الکویت

جمشید پشاوری کے نام
تجھ کو پانے کی تمنا مٹا دی ہم نے دل سے
لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی
فنکار شیر زمان پشاوری

کسی اپنے کے نام
لفظوں کی بناوٹ ہم کو نہیں آتی
کثرت سے یاد آتے ہو سیدھی سی بات ہے
تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

اشفاق بٹ کے نام
زہر سے زیادہ خطرناک ہے یہ محبت
کہ اس میں انسان مر مر کے جیتا ہے
رانا بابر علی ناز۔لاہور

صدا حسین صدا کے نام
وہ جو روٹھا ہوا ہے مدت سے
کاش وہ آج ملے عید کے دن
عمران شہزاد لاہور

ایس کے نام
یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی کو مگر کسی سے جدا نہ کرے
پرنس عبدالرحمن۔ نین رانجھا

کسی اپنے کے نام
بے چین رہی ہے ہردم میری نظر
ڈھونڈتی ہے تجھے ہر جگہ ادھر ادھر
نظر آئے تھے ہر گھڑی تو ہی تو
دیکھتی ہوں میں جدھر بھی جدھر
عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

دوست کے نام
ہجر لازم ہے تو پھر وصل کا وعدہ کیا
یہ خزاں رت پہ بہاروں کا لبادہ کیا
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پوچھو
درد تو درد ہے کم کیا زیادہ کیا
آمنہ شہزادی۔ جہانیاں

حماد ظفر کے نام
خدا نہ کرے آپ کو غم ملے
ہنسی خوشی آپ کو ہردم ملے
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں
قمر اعجاز ممریز بشیر۔ ملکوال

سویٹ اے کے نام
نہ میری دعا نے سفر کیا
نہ میرے آنسوؤں نے اثر کیا
تجھے مانگ مانگ کے تھک گئے
میرے ہونٹ بھی میرے ہاتھ بھی
رائے اطہر مسعود اکاش

ایس کے نام
بھلا دوں گا تمہیں بھی ذرا صبر کرو
رگ رگ میں بسے ہو کچھ وقت تو
لگے گا
رانا نذر عباس۔ منڈی بہاؤالدین

مجید احمد جائی کے نام
بعد مرنے کے بھی اس نے نہ
چھوڑا دل جلانا محسن
اور ساتھ والی قبر پہ پھول پھینک
جاتا ہے
محسن علی طاب ساہیوال

حماد ظفر ہادی کے نام
رابطے ضروری نہیں اگر تعلق رکھنے
ہوں ہادی
لگا کر بھول جانے سے پودے
سوکھ جاتے ہیں
رانا نذر عباس

احسن ریاض پریمی کے نام
دلوں سے کھیلنے کا فن ہمیں بھی
آتا ہے احسن
مگر جس کھیل میں کھلونا ٹوٹ
جائے وہ مجھے اچھا نہیں لگتا
حماد ظفر ہادی۔ گوجرہ

سب دوستوں کے نام
زندگی میں کبھی اتنا یار کی مت بننا
کہ کوئی پھول سمجھ کر توڑ لے
اور نہ ہی اتنا سخت بننا
کہ کوئی کانٹا سمجھ کر چھوڑ دے
ندیم عباس ڈھکو۔ ساہیوال

مہوش اور کنزا آپی کے نام
تم بالکل زندگی جیسی ہو مہوش
خوبصورت بھی ہو اور بے وفا بھی
غلام فرید جاوید۔ حجرہ شاہ مقیم

ایم کے نام
نہ ہم رہے دل لگانے کے قابل
نہ دل رہا غم اٹھانے کے قابل
تیری یاد نے دیئے ہیں اتنے زخم
چھوڑا نہ مسکرانے کے قابل
وسیم اکرم پانڈووال بالا

آئی کے نام
مجھ سے نہ پوچھ میری محبت کی
کہانی اے دوست
مرنے والے سے مرنے کی وجہ
نہیں پوچھی جاتی
محمد عرفان۔ پانڈووال بالا

محمد سرفراز ساقی کے نام
فریاد کر رہی ہیں تو سنتی ہوگی
دیکھے ہوئے بہت دن گزر گئے
محمد سرفراز۔ گوندل۔ کھ سکھڑال

محمد فیاض گوندل کے نام
اب کیا ہوا کہ تجھے مجھ سے محبت نہیں رہی
تیری طلب میں وہ پہلی سی حدت
نہیں رہی
تو تیری اداؤں کا موسم بدل گیا

یا اب تجھے میری ضرورت نہیں رہی
محمد سرفراز گوندل

کنول کے نام
دل نے آنکھوں سے کی آنکھوں
نے ان سے کہہ دی
بات چل نکلی ہے اب کہاں تک
پہنچے دیکھیں
عثمان کنگن پور

طیب عثمان کے نام
چاند بھی میری طرح حسن کا شناسا نکلا
اس کی دیوار پر حیران کھڑا ہے کب سے
طیب کنول لاہور

صبا سکھر کے نام
سالوں کے بعد رابطہ کرنا اچھی
بات نہیں ہے
پاس ہو کر بھی اتنے دور ہو
نثار احمد سنکھرو

رانا عرفان کے نام
دل میں تعبیریں تھیں اپنی
آنکھوں میں مانگنے کے خواب
خود کو ہی دھوکہ دیا
خود سے شرارت کی گئی
محمد رضوان آکاش۔ سلانوالی

آر کیو آر کے نام
تجھے یاد کیوں نہیں کرتا
تو اسے بھول کیوں نہیں جاتا
ممریز بشیر گوندل گوجرہ

محمد طالب حسین کے نام
تم تو رہ لو گے ساتھ کسی اور کے مگر
میں کیا کروں کہ مجھے رستہ بدلنا نہیں آتا
محمد ندیم عباس میوانی پتوکی

موبل خان کے نام
بکھر رہی ہے میری ذات اسے کہنا
ملے تو میری یہ بات اسے کہنا
اسے کہنا کہ بن اس کے دن نہیں کٹتے
سسک سسک کے کٹتی ہے میری
ہر رات اسے کہنا
شکیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

صرف ایس کے نام
تمہارے پاس رہنے کے لیے جگہ
نہیں کیا ایس
جو ہر رات میری آنکھوں میں اتر
آتے ہو
محمد سرفراز گوندل

محمد فیاض گوندل کے نام
وہ اور ہیں جو تیری ذات سے
غرض رکھتے ہیں ایف
ہم جب بھی ملیں گے بے مطلب
ملیں گے
محمد سرفراز ساقی گوندل۔

طیب کنول لاہور کے نام
روکتے روکتے آنکھ چھلک اٹھتی ہے
کیا کریں روگ پرانے دل کو لگ
گئے
عثمان۔ کنگن پور

حفظہ نور کے نام
رابطہ ضروری ہے اگر رشتے بچانے
ہیں
لگا کر بھول جانے سے تو پودے
بھی سوکھ جاتے ہیں
تنزیلہ حنیف۔

صدف شہزاد کے نام
خدا نہ کرے آپ کو غم ملے
ہنسی خوشی آپ کو ہردم ملے
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں
اشرف زخمی دل۔ ننکانہ

کشور کرن کے نام
تمہارے پاس رہنے کے لیے جگہ
نہیں ہے کیا کرن
جو ہر رات میری آنکھوں میں اتر
آتی ہو
نرگس ناز سکھر

جان کے نام
تیرے بنا وقت نہیں گزرتا
آجا کہ ہم ایک ہو جائیں
ریاض احمد۔ لاہور

این شہزادی کے نام
اپنے آنچل پر ستاروں سے میرا
نام نہ لکھو
جیسا ہمسفر ہوں تیرا اپنی آنکھوں

میں بسا لے مجھ کو
محمد محسن ساغر۔ عارفوالا

اخلاق چاچا کے نام
دل کرتا ہے ہر پتھر پر لکھوا آئی مس یو
اور وہ سارے پتھر ماروں آپ کو
تا کہ آپ کو یہ احساس ہو جائے
کہ آپ کی یاد کتنا درد دیتی ہے
بابا جان۔ کراچی

اپنی جان کے نام
کوئی الزام لگا کر تو سزا دی ہوتی
پھر میری لاش سر عام جلا دی ہوتی
اتنی نفرت تھی تو پیار سے دیکھا کیوں تھا
مجھے پہلے ہی میری اوقات بتا دی ہوتی
افضال احمد عباسی۔ راولپنڈی

تمام مسلمانوں کے نام
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
شفیق اقبال۔ کرک

این کے نام
میرے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
لکھ چلے ہیں تیرا انتظار کرتے ہوئے
تمہیں خبر ہی نہیں ہے کہ کوئی لوٹ

گیا
محبتوں کو بہت پائیدار کرتے ہوئے
عامر امتیاز باری۔ کلر سیداں

طارق علی شاہ کے نام
فرصت ملے تو پوچھ کبھی ان کا حال بھی
جو لوگ جی رہے ہیں تیرے پیار کے بغیر
اے۔ کراچی

محمد یوسف کے نام
یہ کون سی منزل ہے یہ کون سا مقام ہے
آنکھوں میں کوئی چہرہ ہونٹوں پر کوئی نام ہے
مجید احمد جائی۔ ملتان

اپنی جان کے نام
وہ رات درد اور ستم کی رات ہوگی
جس رات رخصت ان کی بارات ہوگی
اٹھ جاتے ہیں یہ سوچ کر ہم نیند سے اکثر
اک غیر کی بانہوں میں میری ساری کائنات ہوگی
سراج خان۔ کرک

مسز تانیہ افضال کے نام
دوست تو رخصت ہو جاتے ہیں
یہ دوستی کے پل ہمیشہ یاد آتے ہیں

بھول جانا تو انسان کی فطرت ہے
کچھ دوست یادوں میں بس جاتے ہیں
فیض اللہ مجاور۔ دربار تخی سرور

اسد شہزاد کے نام
یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
رابعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین

کسی اپنے کے نام
اگر جدائی کی خبر ہوتی تیرے پیار سے پہلے
میں مرنے کی دعا کرتا تیرے دیدار سے پہلے
محسن عزیز حکیم۔ کوٹھ کلاں

کسی اپنے کے نام
شکوہ کریں تو کس سے بے وفائی کا
ٹھوکر لگی اپنوں سے غیروں سے گلہ کیا کریں
محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

کسی اپنے کے نام
تم نے زمانے کے ڈر سے دوست ہمیں چھوڑ دیا
ہم بھی تو دنیا والوں کی ہر بات گوارا کرتے ہیں
محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

آئینہ روبرو

ماہ دسمبر کا شمارہ پڑھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد ورق گردانی شروع کی اپنی کوئی بھی تحریر نہ پا کر افسوس ہوا پلیز اس طرف توجہ دیں قارئین جواب عرض سے بہت محبت کرتے ہیں کوشش کریں کہ ان کی تحریریں لگائیں یہ سب کا رسالہ ہے اور سب کو ہی ساتھ لے کر چلیں۔ جو لوگ میری شاعری کو پسند کرتے ہیں اور مجھے بار بار لکھنے کی تاکید کرتے ہیں ان تمام پرستاروں کا شکریہ جن میں ایم اشفاق بٹ۔ محمد عمار رحمان کشمیری ڈاکٹر زاہد جاوید وہاڑی۔ عذرا پروین ٹھینگ موڑ مس فوزیہ کنگن پور صبا گجرات۔ ملک ظفر اقبال علی بابا موبائلز ملک جاوید تخی صدر شاہ مقیم۔ افضال پان شاپ خرم گیس سنٹر ڈاکٹر الہ دین نوشاہی قادری۔ ساجد علی چوہان اور باقی ان تمام کرم فرماؤں کا شکریہ جنکا میں نام نہیں لکھ سکا۔

-------------غلام فرید جاوید حجرہ شاہ مقیم۔

ماہ نومبر کا شمارہ بائیس اکتوبر کو ہی مل گیا ویسے لینے کے لیے تو اکتوبر کا بھیجا تھا لیکن شاپ والے نے کہا کہ دو ماہ سے جواب عرض نہیں آ رہا بھائی نہیں آ رہا جب ڈائجسٹ کھولا تو خوشی کی انتہا نہ رہی میری کہانی دیا جلائے رکھنا بھی شائع ہوئی جبکہ مجھے امید نہ تھی کیونکہ موضوع ذرا جواب عرض کی کہانیوں سے ہٹ کر تھا اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف سب سے پہلے عمر وکیل جٹ کی کہانی پڑھی اچھی سوچ تھی عامر بھائی کی عورت کے بارے میں اس کے بعد جو مجھے کہانی سب سے اچھی لگی مس صبا کی آگ کا دریا تھی مس صبا کی میں شروع ہی سے بڑی فین ہوں صبا اب تمہارے قلم میں پختگی آ گئی ہے ویلکم اور دوسرے نمبر پر نیلے پر دھلا دوست محمد وٹو خان کیا سٹائل ہے آپ کا اسے کہتے ہیں رائٹر آپ۔ کا لکھنے کا سٹائل بہت اچھا ہے عمر دراز بھائی بھی اچھا لکھتے ہیں خاموش محبتیں کی بھی قسط اس بارے کی تھی لیکن اسے اب ختم ہو جانا چاہیے۔ اب شکوہ شکایت کر لی جائے میری کہانی لاسٹ ٹائم جب محبت چھوڑ دی ہم نے شائع ہوئی تو میرے خیال سے ایک قاری لکھتا بھی ہے جواب عرض کے لیے ملک علی رضا ساہیوال سے اس نے کچھ لڑکوں کو کسی اپنی گرل فرینڈ کو فون پر مس افشاں کے طور پہ متعارف کروایا اور وہ لڑکی فون پر مس افشاں بن کر باتیں کرتی ہے جبکہ میں نے کسی لڑکے سے کبھی بات نہیں کی ملک علی رضا صاحب شیم بہت غلط بات ہے ایسے نہیں کرتے۔ میں آپ کے خلاف ایکشن لے سکتی تھی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اور پتہ ہے کسی کی شہرت کو نقصان پہنچانا قانونا جرم ہے پلیز ایسا نہ کریں اور اپنی فرینڈ کو ہو یہ کھیل بند کر دے اور آخر میں جنہوں نے میری کہانی کی تعریف کی آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہو اور تنقید مجھ پر دل کھول کریں تا کہ میں اچھی رائٹر بن سکوں شہزادہ بھائی اب میری کہانی پھریوں بکھرے کو بھی شائع کر دیں پلیز بھائی۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک ہو۔

-------------مس افشاں۔ ملتان روڈ لاہور۔

جواب عرض کے تمام سٹاف اور پڑھنے لکھنے والوں کو بہت بہت سلام۔ سب کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں

جن میں پریا اٹک کی محبت نہ بکھرے خدا کرے۔ بہاریں لوٹ گئیں۔ عاشق حسین جسے چاہا بہت تھا مجید احمد جائی کون دشمن کو دوست۔ ریناء محمود قریشی۔ بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ غزلوں میں کشور کرن نثار احمد ندیم عباس نادیہ رانی مزمل حسین صدا غلام فرید کی غزلیں بہت اچھی تھیں شاعری میں عثمان غنی۔ عابدہ رانی حماد ظفر ہادی فوزیہ ناز اور عمران بشیر کی شاعری بہت اچھی تھی اور سب نے بھی بہت اچھا لکھا اگر میں سب کی تعریف شروع کردوں تو خط بہت ہی لمبا ہو جائیگا۔ عابدہ رانی پوچھنے کا بہت بہت شکریہ لیکن میں مایوس سی کیوں لگی ہوں آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں مایوس سی لگ رہی ہوں اگر زندگی نے ساتھ دیا اور موقع ملا تو ضرور بتاؤں گی پر آپ کیا کریں گی جان کر اور ہاں میں نے آپ کی ڈائری پڑھی بہت دکھ ہوا پر زخم بھی تو اپنے ہی دیتے ہیں پر خدا تو صلہ دینے والا ہے ناں میری دعا ہے کہ کاش آپ کو میرے حصہ کی بھی خوشیاں مل جائیں سب غم بھول جائے میری دعا ہے خدا قبول کرے آمین۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

------------------ثوبیہ حسین۔ کہوٹہ

بندہ ناچیز کئی سالوں سے جواب عرض پڑھتا آرہا ہے بھائی جان پچھلے ماہ بھی میں نے اور میرے دوستوں نے کچھ غزلیں اور کوپن بھیجے تھے آپ ان کو بھی جواب عرض میں تھوڑی سی جگہ عطا فرمادیں اور شہزادہ عالمگیر ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اہم نے اس کے لگائے ہوئے پودے جواب عرض کو پانی تو دے رہی ہیں اور شہزادہ عالمگیر ہم سب کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور ہماری تحریروں کو جواب عرض میں جگہ دیتے تھے امید ہے آپ بھی جگہ ضرور دیں گے اس کے بعد دکھی زندگی کشور کرن۔ ریناء محمود کی کون دشمن کون دوست دیوانہ دل سیف الرحمٰن زخمی پیار کی جیت ہوگی شازیہ چوہدری ایک محبت اور سہی آمنہ راولپنڈی بہت پہلی محبت نثار احمد حسرت ان سب کی کہانیاں اچھی لگیں اور ان سب سے دوستی کا خواہش مند ہوں رابطہ کریں باقی سب کو سلام۔ اور آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

------------------غلام عباس ساغر۔ لنگر سرائے مظفر گڑھ

جواب عرض زندہ باد۔ جواب عرض بروز منگل انتیس اکتوبر کو ملا اس بار بھی اس میں مستقل سلسلے بہت ہی لاجواب اور شاندار تھے سرورق پر ایک خوبصورت حسینہ چپکے چپکے سے مسکرا رہی ہے گلے اور شکوے اکتوبر والا شمارہ مجھے نہیں ملا پتہ نہیں کیا بات ہے اخبارات والے ایسے ہی افواہیں پھیلاتے رہے کہ ادارے نے جواب عرض بند کردیا ہے لیکن بھلا مجھے ان کی بات پر کیسے یقین آسکتا تھا اب نومبر کا جواب عرض دیکھا تو میرے منہ سے نکل گیا جواب عرض زندہ باد تو ان کی بولتی بند ہوگئی کیونکہ وہ غلط تھے میں ٹھیک تھا۔ جواب عرض لاہور کے ذریعے عزیز قارئین جواب عرض کو دعائیں اور سلام پیش کرتا ہوں آپ سب کی رنگ برنگی معلومات اور تحریریں بہت ذوق شوق سے پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ سب کو اور بھی ترقی دے آمین۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

------------------شیر زمان پشاوری۔

نومبر کا جواب عرض اتنی جلدی مارکیٹ میں دیکھ کر حیران ہی ہوگیا میں نے جلدی سے خرید لیا۔ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ ہوگیا پھر کہانیاں پڑھیں تو کہیں مسکراتا رہا تو کہیں آنسو بہانے پڑے اس دفعہ کشور کرن آپی کی کہانی بہت چھوٹی تھی لیکن اس کے آگے درد میں ڈوبی ہوئی تھی دل کو تڑپا دینے والی تھی زخموں کو ھرے ہرا کردینے والی تھی۔ غموں کی اداس وادی کمال کی داستان تھی جاوید نسیم چوہدری صاحب یہ ما ہے

کہ آپ قلم کو لہو میں ڈبو کر لکھتے ہیں یوں تو آپ کی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں مگر یہ دوسری کہانی ہے جس نے رونے پر مجبور کردیا ہے جناب جو شخص برسوں سے نہیں رویا ہوتا وہ بھی آپ کی کہانی پڑھ کر رو لیتا ہے۔ ڈیلڈن سر جی ویلڈن ان کے علاوہ جن دوستوں کی کہانیاں اچھی لگیں ان میں مس صبا کی کہانی تھی انتظار حسین ساقی کی داستان بھی کمال کی تھی ساقی بھائی آپ کی داستان میں دم تھا ایک اور بات آپ کی شاعرانہ زبان مجھے بہت اچھی لگتی ہے اور گڑیا باغ علی ایم وکیل جٹ مس افشاں کی داستان دیا جلائے رکھنا ہے آپی جی آپ نے بھی بہت اچھا لکھا ہے اور اے آر راحیلہ جی آپ تو پہلے کی طرح اچھا لکھ رہی ہیں۔ مقصود احمد بلوچ کی کہانی پیار کی بھول اچھی کہانی تھی پر دیا دعا کی کہانی اے دل ناداں بہت اچھی تھی دوست محمد خان وٹو صاحب کی کہانی اچھی تھی کیسی قسمت شگفتہ ناز کی کہانی بھی بہت اچھی تھی تنہائی ایم شفیع تنہا کی کہانی اچھی تھی جناب بہت اچھا لکھا آپ نے تحریم ناز نے بھی بہت اچھا لکھا ہے پھر شام غم ندیم عباس ڈھکو کی کہانی پڑھی اچھی لگی بھائی صاحب راتوں کو جاگنا ٹھیک نہیں ہوتا سو جایا کریں یوں جاگتے رہنے سے بچھڑے ہوئے نہیں ملتے اور اگر ملتے تو سب سے پہلے مجھے ملتے بہت اچھا لکھا ہے تم نے میری طرف سے مبارک باد ہو۔ عائشہ سحر کی کہانی بہت پیاری تھی نثار احمد حسرت کی کہانی بہت اچھی تھی جناب آپ کی سٹوری میں درد تھا اچھا لکھا ہے آپ نے اور پھر ذوالفقار علی سانول کی کہانی میری زندگی تیرے نام اچھی کہانی تھی اور زندگی کی ڈائری میں پرنس راجہ اکمل ساجد اظہر اقبال عابد بشیر جاسم بھائی آپ نے ٹھیک کہا ہے محبت سے ڈرنا چاہیے اشفاق احمد رانا صابر علی عبدالرحمٰن عبدالرزاق کی ڈائری بہت اچھی تھی جواب عرض مزید ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

------------------رانا بابر علی ناز۔ لاہور

نومبر کا شمارہ ملا جسے پڑھ کر بہت زیادہ خوشی ہوئی میں نے سب سے پہلے اپنی پیاری سی بہن عائشہ سحر کی کہانی مسکراہٹ پڑھی جو بہت ہی اچھی اور پیاری لگی میری بہن نے بہت محنت کے ساتھ مسکراہٹ کہانی لکھی اس طرح کی کہانیاں پیاری بھی کبھی پڑھنے کو ملتی ہیں میں نے یہ کہانی بہت ہی شوق سے پڑھی ہے اور میرے دل کو بہت پیاری لگی ہے میری دعا ہے میری بہن کو علی کا پیار مل جائے میری طرف سے عائشہ سحر بہن کو اچھی کہانی لکھنے پر بہت مبارک باد ہو۔ اور میری بہن کشور آپی آپ کی کہانی جس رسالے میں نہ ہو وہ رسالہ بہت پھیکا سا لگتا ہے میرے پیارے بھائی مجید احمد جائی کی کہانی بھی اچھی تھی میری طرف سے آپ کو بہت مبارک باد قبول ہو میری یہ دعا ہے کہ خدا آپ کے والد صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین حکیم صاحب آپ کی کہانی نے تو مجھے دیوانہ کردیا اتنی پیاری کہانی لکھنے پر مبارک باد ہو راحیلہ صاحبہ خاموش محبتیں لکھنے پر بہت مبارک باد قبول ہو انتظار حسین ساقی کو بھی بہت مبارک باد قبول ہو۔ مجاہد بھائی مجھ سے بھی بات کرلیا کرو۔ باقی سب کو سلام۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

------------------سیف الرحمٰن زخمی۔ سیالکوٹ

ماہ نومبر کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے جو کہ مکمل پڑھ چکا ہوں کہانیوں میں اپنے دوست اور پسندیدہ رائٹر کی کہانیاں سب سے پہلے پڑھیں جن میں مجید احمد جائی انتظار حسین ساقی ذوالفقار علی سانول۔ مس صبا کافی عرصہ کے بعد نظر آئی ہیں تحریم ناز کو پہلی دفعہ کہانی لکھنے پر ویلکم کہتے ہیں مس افشاں۔ گڑیا۔ نثار احمد حسرت۔ ندیم عباس ڈھکو پریا دعا اٹک کی کہانیوں نے بہت سکون دیا بہت ہی اچھی تھیں ایم شفیع تنہا آپ سے بات کرکے بہت اچھا لگا باقی بھی تمام کالم بہت اچھے تھے نرگس ناز کی غزلیں بہت اچھی ہوتی ہیں گلشن ناز آپ کی بھابھی کی وفات

کا سن کر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین مجید احمد جائی فاروق آسی۔ مجاہد چاند کو بہت بہت سلام۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

--------------- پرنس عبدالرحمٰن گجر۔ گاؤں نین رانجھا

نومبر کا شمارہ یکم سے بھی پہلے مل گیا ظاہر ہے دو ماہ تو آل ریڈی لیٹ تھا بھائی کیا ہوا دو ماہ آپ نے جواب عرض کو کیوں شائع نہیں کیا ہم انتظار کی سولی پر لٹکتے رہے خدا خدا کر کے جواب عرض تو مل گیا لیکن اپنی کوئی بھی تحریر نہ پا کر بہت دکھ ہوا بھائی میں نے دو لیٹر بھیجے تھے لیکن شائع نہیں ہوئے۔ ہماری ساری امیدیں تو اس رسالے سے جڑی ہوئی ہیں اگر آپ بھی ہمیں مایوس کریں گے تو ہم کدھر جائیں گے دینا میں پہلے ہی بہت دکھ ہیں تنگ آ گئے ہیں سب کے دیئے ہوئے دکھ سہتے ہوئے ایک امید کی کرن یہی رسالہ ہے پلیز اس کو تو ہمارا واسطہ جڑا رہنے دیں چلو اپنی نہ سہی دوسروں کی ہی تحریر میں پڑھ لیتے سب سے پہلے بھائی جاوید نسیم چوہدری۔ غموں کی اداس وادی واقعی انہوں نے نام بھی ٹھیک رکھا ہے بہت سے دکھوں سے بھری پڑی ہے یہ داستان بہت دکھ ملے ہیں جنہوں نے پڑھتے ہوئے ہمیں بھی دکھی کر دیا ہے چلو آپ پھر سے ایک ہو گئے اچھی بات ہے مس صبا کی آگ کا دریا بہت اچھی سٹوری تھی شروع شروع میں تو یقین نہیں آتا کہ واقعی جو کسی کو اتنا چاہے وہ اپنی محبت پا بھی لیتا واہ لیکن اینڈ پر وہی بات کہ مرد بہت بے حس ہوتے ہیں۔ عورت ان کے لیے جو بھی قربانی دے دے پھر بھی طعنہ دے ہی دیتے ہیں ساری عمر کی ریاضت برباد کر دیتے ہیں اس لیے پہلے ہی کہتے ہیں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو جذبات سے کام مت لو انتظار صاحب کی کہانی برسات میں جلتی آنکھیں بھی بہت سبق آموز تھی واقعی جب انسان اپنے چاہنے والوں پر اتنا اعتبار کرتا ہے تو اعتبار جب ٹوٹتا ہے تو انسان کرچی کرچی ہو جاتا ہے مس رونی کی ماں کو کم از کم اپنی بیٹیوں کے بارے تو سوچنا چاہیے تھا کہ میری اس حرکت سے میری بچوں کے ذہن پر کیا اثر پڑیگا اور ان کا مستقبل کیا ہوگا مس روشنی آپ کو ہاشم سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی اس کے بعد کون سا کوئی دوسرا مرد آپ کی ماں کے پاس نہیں آئے گا۔ آپ آنکھوں دیکھ کر زہر کھایا ہے۔ بحر حال خدا آپ کو صبر دے آمین۔ گڑیا باغ کی کہانی محبت انتہا ہے میری رخسانہ کے ساتھ برا ہو زاہد بے چارہ جوانی بھی نہ دیکھ سکا۔ لیکن اب تمہیں شادی کر لینی چاہیے کیونکہ عورت اکیلی سفر نہیں کر سکتی زندگی بھیڑیوں کا جنگل ہے جہاں عورت کو مضبوط سہارے کی ضرورت ضرور پیش آئے گی عامر جٹ صاحب کی لالچ کا نام محبت سحر کے ساتھ بھی برا ہوا لیکن جذبات سے کام نہیں لینا چاہیے آج کل اچھے لوگ کہاں ملتے ہیں شادی صرف ماں باپ کی مرضی سے کریں۔ دل جلائے رکھنا۔ مس افشاں کی کہانی ثمر صاحب نے تو دل جیت لیا اگر ہر انسان کی سوچ اس طرح کی ہو تو پاکستان کو کسی سے کوئی خطرہ ہی نہ ہو واہ خوب بہت خوب ثمر صاحب۔ مجید احمد جائی کی کہانی پیار کے اس پار رانیہ علی نے بھی بہت مشکل زندگی گزاری ہے لیکن آخر میں خوشیاں تو اسے ملنے ہی والی ہیں لیکن رانیہ اپنی عزت کسی غیر کے ہاتھ کبھی نہ دو یہ عزت ہی عورت کا خوبصورت سرمایہ ہوتی ہے خاموش محبتیں بھی اچھی چل رہی ہے مس راحیلہ آبان آخر اپنے انجام کو پہنچ ہی گیا لیکن پھر بھی اس کا دکھ ہوا پیار کی بھول مقصود احمد صاحب کی کہانی بھی اچھی تھی کامران اکیلا رہ گیا اس طرح ہوتا ہے محبت کے کاموں میں ہمیں یاد کر کے راہ جاتے ہیں لیکن لوگ راستہ بدل لیتے ہیں ارے دل نادان پریا کی کہانی بھی اچھی تھی لیکن کچھ خاص سمجھ نہیں آئی نہلے پہ دہلا دوست محمد خان وٹو کی کہانی بھی اچھی تھی چھمیا صاحب انتظار کی سولی پر لٹکے رہ گئے افسوس۔ کیسی قسمت شگفتہ ناز کی کہانی نادیہ بی بی کے ساتھ بہت برا ہوا ماں پہلے جانتی تھی بعد میں محبت کرنے والا ابھی نہ ملا لیکن شادی تو کم از کم صحیح انسان سے

ہو جاتی۔ تنہائی شفیع صاحب کی کہانی عا... قسمت سے اگر پیار مل گیا تھا تو پھر چھین لیا قسمت کیسے کیسے روپ بدلتی ہے آخر کیوں۔ تحریم ناز صاحبہ کی کہانی بھی اچھی تھی کچھ لوگ دکھوں میں ہی اپنی ساری عمر بسر کر دیتے ہیں شام غم ندیم صاحب کی کہانی آصف کی زندگی تو تاریکیوں میں ڈوبی نئے خواب بننے سے پہلے ہی محبوب ساتھ چھوڑ گیا شاید زندگی دکھوں کا ہی نام ہے مسکراہٹ عائشہ سحر کی کہانی فری صاحبہ آپ کو اپنا پیار مبارک ہو قسمت ولوں کو ملتا ہے اس کی قدر کیجئے گا ملے بھی تو بچھڑنے کے لیے نثار حسرت صاحب کی کہانی بھی بہت خوب تھی زارا علی بھی دکھوں میں گزار رہی ہے زندگی پہلی محبت بھی نہ ملی اور اگر اتنا چاہنے والا ملا بھی تو آدھے راستے میں ہی چھوڑ گیا خدا آپ کو صبر دے آمین۔ میری زندگی تیرے نام ذوالفقار سانول کی کہانی نور اور گوشی کی دوستی بہت مثالی دوستی ۔ خدا سب کو ایسا دوست دے سلمیٰ ہری پور صاحبہ کہاں چلی گئیں جواب عرض سے غائب ہو گئی ہیں واپس آ جائیں زاہدہ عندلیب بھی آپ بھی دوبارہ سے لکھنا شروع کر دیں شہزادہ صاحب میں پھر اتنی شاعری بھیج چکی ہوں لیکن کبھی شائع ہو جاتی ہے اور کبھی ضائع پلیز اب کی بار بھی پوری چیزیں شائع کریں۔ باقی سب کو سلام اور آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

--------------- عابدہ رانی۔ گوجرانوالہ

سب سے پہلے جواب عرض کے سٹاف قارئین اور رائٹرز کو دل کی گہرائیوں سے سلام۔ امید واثق ہے کہ سب لوگ زندگی کے نشیب و فراز اور تمام تر رنگینوں کے ساتھ زندگی کا بھرپور لطف اٹھا رہے ہوں گے میں نے جب شہزادہ عالمگیر کی وفات ہوئی تب لکھنا چھوڑ دیا ان کی وفات سے پہلے اس بزم کے لیے بہت کچھ لکھا اور شہزادہ عالمگیر صاحب نے پذیرائی بھی بہت کی وہ انتہائی نیک دردِ دل رکھنے والے نہایت شفیق انسان تھے اور ماں جیسی عظیم ہستی کے لیے ان کی عقیدت محبت اور چاہت کو سلام پیش کرتی ہوں اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اب میں جواب عرض کے لیے کچھ تجاویز پیش کرنا چاہتی ہوں عالمگیر صاحب کی وفات کے بعد جو سب سے بڑی خامی جواب عرض میں دیکھنے میں آئی وہ جواب عرض کا تاخیر سے ملنا ہے یقین کریں ایک وقت تھا کہ جواب عرض یکم کے علاوہ ملتا ہی نہیں تھا مطلب پہلی تاریخ کو ہی ختم ہو جاتا تھا جواب عرض آج بھی بہت تیزی سے اور نہایت عمدگی سے اپنی منازل طے کر رہا ہے اس میں جہاں اس کے سٹاف کی محنت ہے وہاں اس کے رائٹروں کی محنت کاوش اور دلچسپی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جواب عرض کے رائٹرز اپنی صلاحیتوں اور اپنے قلم کی خوبصورتی سے اس بزم کو خوبصورت بنانے میں اہم کردار کر رہے ہیں میں سب رائٹروں کو سلام پیش کرتی ہوں جن میں ندیم عباس ڈھکو صدا حسین صدا عمر دراز آکاش۔ مجید احمد جائی منظور اکبر تبسم نازیہ میر پور کرن کنگن پور کشور کرن پتوکی۔ عاشق حسین ساجد۔ ریاض احمد لاہور۔ اللہ دتہ مخلص ذوالفقار علی سانول مطلب ہر رائٹر اچھا کام کر رہا ہے باقی جوب کے چند کالم ایسے ہیں جن کا میرے خیال میں جواب عرض میں ہونا اچھی علامت نہیں ہے جن میں غم کے بعد خوشی۔ کوپن ملاقات بالکل ہی فضول کالم ہے اسکو ختم کر دیں اس کے علاوہ مجھے شکوہ سے جیسے کالم کو ختم کر دیں اور ان کی جگہ شعر و شاعری اسلامی صفحہ اور کسی کرکٹر اداکار یا سنگر کا انٹرویو تصویر کے ساتھ شامل کریں امید ہے لوگ میری اس تجاویز سے اتفاق کریں گے باقی بھائی میں کچھ غزلیں اور اشعار ارسال کر رہی ہوں جو کہ میری اپنی تو نہیں پر میرا انتخاب ہیں امید ہے قریبی شمارے میں جگہ دے کر پذیرائی کریں گے اگر بھائی حوصلہ افزائی ہوئی تو جلد ہی کچھ کہانیوں اور دوسرے کالم میں اپنی خدمات پیش کروں گی اللہ تعالیٰ جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال

مبارک۔ایک شعر کے ساتھ اجازت۔

محبت کرنی ہے تو رب سے کر فراز۔۔۔۔۔۔۔۔۔مٹی کے کھلونوں سے کبھی وفا نہیں ملتی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تنزیلہ حنیف۔ٹلہ بوگیاں

نومبر کا شمارہ میرے ہاتھ آیا پڑھ کر بہت اچھا لگا۔کہانیوں میں پیار کے اس پار مجید احمد جائی۔برسات میں جلتی آنکھیں۔انتظار حسین ساقی۔پیار کی بھول مقصود احمد بلوچ میاں چنوں۔میری زندگی تیرے نام۔ذوالفقار علی سانول کی کہانیاں بہت اچھی لگیں ان سب کو میری طرف سے سلام قبول ہو اور آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔راشد لطیف۔صبرے والا ملتان

نومبر کا شمارہ مجھے ملا بہت ہی خوشی ہوئی پہلے تو دو ماہ مجھے رسالے نہیں ملے جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ دو سالوں سے پڑھ رہا ہوں جواب عرض پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے یہ پڑھ کر کبھی تو مجھے رونا آتا ہے اور اتنا روتا ہوں کہ آنکھوں سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں یوں لگتا ہے کہ جیسے میں دکھی نگری میں آ گیا ہوں اور کبھی وہ کچھ بھی پڑھنے کو ملتا ہے کہ لبوں پر خود بخود مسکراہٹ بکھر جاتی ہے نومبر کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے پڑھ کر بہت اچھا لگا کہانیوں میں پیار کے اس پار مجید احمد جائی ملتان اور خاموش محبتیں اے آر راحیلہ آپی کی کہانی کشور کرن آپی کی کہانی ہاں مجھے نفرت ہے بہت پیاری لگی انتظار حسین ساقی فیصل آباد کی کہانی برسات میں جلتی آنکھیں بہت دکھی کہانی تھی ان کا قلم ہمیشہ دکھوں میں ڈوب کر چلتا ہے ذوالفقار علی کی کہانی میری زندگی تیرے نام یہ بھی پڑھی بہت اچھی لگی ندیم عباس ڈھکو ساہیوال کی کہانی شام غم بہت پیاری تھی مجھے امید ہے کہ میری تحریر کو ضرور شائع کیا جائے گا کیونکہ باقی لوگوں کی طرح مجھے بھی جواب عرض سے بہت محبت ہے ندیم عباس ڈھکو۔منظور اکبر تبسم اور انتظار حسین ساقی سے میں دوستی کرنا چاہتا ہوں مجھ سے رابطہ کریں۔باقی سب کو سلام قبول ہو۔آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد وقاص ساگر۔فیروزہ۔رحیم یار خان

شہزادہ بھیا میری طرف سے سلام قبول ہو آپ کو اور آپ کے سٹاف کو خدا پاک لمبی زندگی عطا فرمائے۔آمین۔میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے بچپن سے ہی شاعری لکھنے کا بہت شوق ہے میں گھر والوں سے چوری اپنی غزلیں لوکل اخبار میں بھی شائع کراتا تھا اور میں نے چھوٹے چھوٹے ایڈیشنل بھی چھپائے ہیں میں نے کبھی کوئی ڈائجسٹ یا رسالہ نہیں پڑھا لیکن مجھے میرے دوست نے کہا کہ تم جواب عرض کو پڑھو تو جب میں نے جواب عرض کو پڑھا تو اتنا مزہ آیا کہ میں آپ کو کیا بتاؤں میرا تجربہ اتنا بڑا نہیں ہے کہ اڑ کر آپ کے پاس آؤں ہاں آپ سے اور آپ کی پوری ٹیم سے درخواست ہے کہ مجھے بھی اپنا ممبر منتخب کر لیں میں غزلیں نظمیں نعت شریف اور کہانیاں یہ سب کچھ لکھتا ہوں میں اپنی شاعری اور کہانی والا چھوٹا سا رسالہ بھیجوں گا اور جو اشعار یا غزلیں میری پسند آئیں تو پلیز دل نہ توڑنا میری حوصلہ افزائی کرنا اور انکو اپنے رسالہ میں شائع کرنا جواب عرض پڑھ کر دل کرتا ہے کہ جو بھی رسالے دکان پر ہیں سارے ہی خرید لوں پلیز مجھے ایک دفعہ موقع ضرور دیں اب میں ہر ماہ جو بھی جواب عرض آئے گا ضرور خرید کر پڑھوں گا۔جواب عرض نے میرا دل جیت لیا ہے جناب شہزادہ صاحب میں کہانیاں لکھتا ہوں اگر میری کہانی چھوٹی ہے تو بتا دینا میں پھر بڑی لکھا کروں گا اور میری آپکو اور آپ کی پوری ٹیم سے ریکوسٹ ہے کہ مجھے اپنا ممبر بنا لیں۔پلیز میرا دل نہ توڑنا خدا پاک آپ کو اور تمام قارئین کو لمبی زندگی

دے آمین۔آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ذیشان علی پیا۔چک نمبر ۲ گ ب فیصل آباد

جواب عرض کے لیے یہ میرا دوسرا خط ہے پہلے کا معلوم نہیں کیا بنا اس کے علاوہ کچھ غزلیں اور اشعار بھی ارسال کیئے تھے وہ بھی ابھی تک نا معلوم ہیں پہلی بات کہ میری لکھائی اتنی اچھی نہیں ہے اس لیے کبھی کبھی بھائی جان سے لکھوانا پڑتا ہے کہانیوں میں سب سے زیادہ جو پسند آئی وہ مس صبا کی تھی آگ کا دریا اس کہانی کے آخر میں آپی جان نے ایسی بات لکھی کہ جس سے زندگیاں بدل جاتی ہیں میں نے آپی جان آپ کا نمبر بہت تلاش کیا مگر کسی سے بھی نہیں ملا آپ کی کہانی گریٹ تھی۔ہاں مجھے نفرت ہے کشور کرن آپی کی کہانی دل میں اتر گئی بہت ہی اچھی کہانی تھی مبارک باد۔محبت انتہا میری گڑیا سیالکوٹ۔کیسی قسمت شگفتہ ناز آزاد کشمیر۔آخر کیوں تحریم ناز پسند آئیں۔غزلوں میں آپی کشور کرن۔اقرا ناز کی غزلیں پسند آئیں۔شعر بھی بہت خوب تھے عاشق حسین ساجد کے والد صاحب کی وفات کا دکھ ہوا خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔اور شکوہ کرنے والوں کو بھی اللہ پاک اچھے دوستوں سے ملوائے آمین۔آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح کریم میواتی۔پتوکی

دسمبر کا شمارہ ملا پڑھ کر خوشی کے ساتھ ساتھ بے حد افسوس بھی ہوا کہ میں ہر ماہ تفصیل سے لیٹر لکھتا ہوں مگر اس کو ہر بار ہی کاٹ کاٹ کر چھوٹا کر دیا جاتا ہے کچھ لوگ تنقید پر تنقید کے لیٹر لکھ رہے ہیں مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے لکھاریوں پر کہ خود کو تو نواب صاحب سمجھتے ہیں نام ظاہر نہیں کرتے امید ہے وہ اشاروں سے سمجھ جائیں گے ورنہ تنقید کے الفاظوں کی کمی نہیں ہے میرے پاس۔اب آتا ہوں کہانیوں کی طرف ملک عاشق حسین ساجد حاجی انور لانگ ریاض حسین شاہد منظور اکبر تبسم کی کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں کاش ان سب کی کہانیوں کے ساتھ ریاض بھائی لاہور کی کہانی بھی ہوتی۔اس کے بعد عمر دراز آکاش ایم احمد بجمی۔شازیہ چوہدری۔سونیا رحمت ملک علی رضا۔اللہ دتہ۔راشد لطیف۔ناصر سلیم۔کی تحریریں بہت اچھی تھیں۔شکریہ خاموش محبتیں بھی اس ماہ کی طرح خاموش ہو گئی۔غزلوں میں مزمل حسین نازش کی آمد پر خوشی ہوئی آپ کی نئی تحریروں کا انتظار رہے گا جن دوستوں نے میری سٹوری نشے کی لت اور شام غم کو پسند کیا اور لیٹروں میں میری حوصلہ افزائی کی ان کا بہت بہت شکریہ۔ان میں ثوبیہ حسین۔حماد ظفر بادی رانا بابر علی ناز خلیل احمد ملک منظور اکبر تبسم محمد ندیم عباس میواتی ممریز بشیر گوندل۔منیر رضا۔رانا نذر عباس صنم شمائلہ فیصل آباد ان سب کا بہت شکریہ کہ میری حوصلہ افزائی کی۔اور آئندہ بھی ایسے ہی اپنی محبتیں دیتے رہیں گے۔نرگس ناز صاحب کشور کرن میں کیا بات ہے جو دوسروں میں نہیں۔حافظہ مصباح کریم میواتی صاحبہ آپ کی رسالے میں آمد کی بے حد خوشی ہوئی ہے آپ نے جو اپنے لیٹر میں بیان کیا ہے تو محترمہ شاید آپ بھول چکی ہیں کہ ہمارے اسلام میں لڑکیوں کو غیر مرد سے بات کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا انسان خود ہوتا ہے دوسرے اسے ویسے ہی لگتے ہیں آخر میں اپنی بہن انعم نذیر سے ریکوسٹ ہے کہ لوٹ آئیں آپ کا بڑی شدت سے جواب عرض کے صفحات کو انتظار ہے پیاری بہن مریم یونہی مسکراتی رہنا سب کو میری طرف سے سلام اور آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ملک ندیم عباس ڈھکو۔ساہیوال

جواب عرض کے لیے دعا گو ہوں کہ خدا جواب عرض کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین جن قارئین نے میری اسٹوری کو پسند کیا ان کا بہت بہت شکریہ۔آپ کے پیار نے مجھے دوبارہ اس دکھی نگری میں آنے پر مجبور

کردیا ہے کہانیوں میں افشاں آپ کی کہانی بہت بہت اچھی تھی اور نثار احمد حسرت کشور کرن مقصود بلوچ شگفتہ ناز مجید احمد جائی انتظار حسین ساقی آپ سب کی کہانیاں بہت ہی پیاری تھیں اور بھائی جاوید نسیم چوہدری کہ کہانی پڑھ کر بہت دکھ ہوا آنکھیں بھیگ گئیں میری واقعی آپ ہمت والے ہیں کاش تم سامنے ہوتے تو سلوٹ کرتی تمہیں میں نے مانا کہ آپ کے ساتھ بہت غلط ہوا پر بھائی آپ نے تو عورت پر لیکچر ہی لکھ دیا ہے بھائی میں آپ کی اس بات سے زحمت نہیں ہوں کہ آج کے دور میں بھی پردہ نشین نہیں بھائی جتنی وفا عورت میں ہے ناں اتنی شاید مرد میں بھی نہیں ہو عورت نرم دل کی ہوتی ہے پھر بھی وہ قربانی دیتی ہے کہیں رشتوں کی کہیں پیار کی مرد پھر بھی بدل جاتا ہے عورت تو روگ لگا لیتی ہے دنیا جینے نہیں دیتی عورت کو عورت ہی عورت کی دشمن بن جاتی ہے لگتا ہے میں کچھ زیادہ ہی بول گئی ہوں اگر برا لگے تو معاف کر دینا پر میں تو یہی کہوں گی اور ہاں عائشہ سحر عرف فری آپ کی اسٹوری بھی خوب تھی میں آپ کو ویلکم کرتی ہوں خاص طور پر آپ کی اسٹوری میں جو اشعار تھے وہ بہت ہی زبردست تھے ویلکم عائشہ جی لگتا ہے خط لمبا ہوتا جا رہا ہے چلیں قارئین پھر خدا حافظ۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

---------------ربینا محمود قریشی۔ میر پور خاص

ماہ دسمبر کا شمارہ بے حد شوق سے خریدا اور اشتیاق سے کھولا اور بڑے پیار سے پڑھنا شروع کیا سب سے پہلے آئینہ روبرو کا صفحہ تلاش کیا ہمارا پیارا اور رائے دینے والا دوست احباب کا یہ خصوصی صفحہ بڑی شان وشوکت سے جگمگا رہا تھا اور اسی جگمگاہٹ کی تیز روشنی میں نے اپنا لیٹر دیکھا دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ عرصہ دراز سے جواب عرض میں لکھ رہا ہوں اس بار میری سٹوری بھی ایسا بھی ہوتا ہے شائع ہوئی جو کہ میری اس نگری میں پہلی کاوش تھی تمام دوستوں اور رائٹروں سے مبارک باد ملتی ان سب کا میں شکر گزار ہوں کہ مجھے اس لائق سمجھا اب آتے ہیں ابھرتے شاعروں کی طرف اس بار تو ارمان عرف مانی نے تو دل پر بہت زور دینے والی شاعری کر کے میرا دل جیت لیا ریاض حسین شاہد کی سٹوری بازی ہار چلے ایک اچھی تحریر تھی ویسے آپس کی بات ہے ریاض صاحب آپکی قلم میں جادو ہے اسی لیے تو سب کہتے ہیں آپ ایک عظیم رائٹر ہیں اللہ پاک آپ کو ہمیشہ خوش رکھے باقی کہانیوں میں خاموش محبتیں راحیلہ منظر اصلی چہرے سونیا رحمت ادھوری محبت عمر دراز بادشاہ۔ اور میرے مخلص مسیحا ملک عاشق حسین ساجد بہت ہی اچھی سٹوری تھی آئینہ روبرو میں صبا ملک دیپالپور سے دوستی کے بارے میں آفر کی ہے تو مجھے قبول ہے مگر صبا ملک جی دوستی کا مطلب ہے کسی پر اعتبار کرنا اس کے ہر دکھ درد میں شریک ہونا باقی آپ بہتر جانتی ہیں اور آخر میں جن دوستوں نے اپنی رائے سے نوازا ان سب کا بہت شکریہ۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

---------------ملک علی رضا۔ فیصل آباد

تمام پڑھنے اور لکھنے والوں اور جواب عرض کی پوری ٹیم کو عقیدتوں بھرا اسلام قبول ہو مگر سب تو با کمال رائٹر ہیں اور اچھے ہیں کہانیوں میں اے آر راحیلہ منظر آپ کی سٹوری خاموش محبتیں اچھی جا رہی ہے ماہ نومبر کی کہانیوں میں شام غم ندیم عباس ڈھکو پیار کے اس پار مجید احمد جائی۔ دیا جلائے رکھنا مس افشاں۔ اے دل نادان پریا۔ کی کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں ان کو میری طرف سے مبارک باد قبول ہو اور میری دعا ہے کہ خدا پاک سب کو سچی خوشیاں دے آمین۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

---------------ممریز بشیر گوندل۔ گوجرہ

نومبر کا جواب عرض بکسٹال پر دیکھ کر میرے دل کو بڑی مسرت ہوئی سرورق بہت ہی خوبصورت تھا ایسا کامیاب اور انمول تحریروں سے مزین پرچہ نکالنے پر میری جانب سے دلی مبارک باد قبول ہو یہ ایک معیاری رسالہ ہے میں اس کا بہت ہی پرانا قاری ہوں اس کے تمام سلسلے اپنی مثال آپ ہیں چند غزلیں ارسال کر رہا ہوں ان کو جگہ دینا خدا آپ سب کو خوش رکھے۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

---------------محمد اسلم جاوید۔ فیصل آباد

ماہ نومبر کا شمارہ دیکھا تو فوری خرید لیا اور پھر چند ہی دنوں میں پورے کا پورا پڑھ ڈالا مگر اپنی قسمت پر آنسو آ گئے کیونکہ پورے شمارے میں میرے صرف تین کوپن لگے تھے ہم بھی بہت شوق سے لکھتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہمارے الفاظ میں دم نہیں ہوتا مگر آپ ان کو جگہ تو دے دیا کریں میں ہر ماہ غزلیں بھیجتا ہوں مگر آپ اپنی مرضی سے ایک آدھ ہی شائع کرتے ہیں آپ نے مجھے شکوہ کرنے سے بھی منع کر رکھا ہے میری دو عدد سٹوریاں آپ کے پاس ہیں ان پر غور کرنا۔ ہمارا بھی رسالے پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ دوسروں کا ہے پھر ہمارے ساتھ ایسا کیوں قمر گوندل بھائی نمبر بدلنا چھوڑ دیں نثار احمد حسرت بھائی مجید احمد جائی نے اچھی سٹوریاں لکھیں خاموش محبتیں راحیلہ جی نائس ہی نہیں بلکہ بہت نائس سٹوری تھی۔ مبارک باد قبول ہو اور آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

---------------حماد ظفر ہادی۔

سب سے پہلے تمام قارئین کو جواب عرض کے پورے عملے کو اور میرے پیارے دوستوں کو سلام قبول ہو اگر آپ سب مجھے بھول گئے ہیں تو کوئی بات نہیں میری دعائیں تو آپ سب کے ساتھ ہیں ماہ نومبر کا شمارہ ملا۔ تمام سٹوریاں بہت ہی اچھی تھیں خاص کر نثار احمد حسرت کی سٹوری ملے بھی تو بچھڑنے کے لیے بہت پسند آئی اس ناک کی سٹوری ہادی بھائی کی پچھلے سال شائع ہو چکی ہے لیکن بہت اچھی تھی اس کے بعد شام غم ندیم عباس ڈھکو محبت انتہا میری گڑیا سیالکوٹ آگ کا دریا مس صبا کلر سیداں کسی قسمت شگفتہ ناز آزاد کشمیر غموں کی اداس وادی جاوید نسیم چوہدری۔ اور برسات میں جلتی آنکھیں بہت پسند آئیں میری طرف سے سب کو مبارک باد قبول ہو اور آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

---------------رانا نذر عباس زخمی۔ منڈی بہاؤ الدین

میں جواب عرض عرصہ دراز سے پڑھ رہی ہوں اور میں ریاض حسین شاہد اور فریحہ جبین سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں اگر ان کی کہانیاں سچی ہیں تو میں ان کی مدد کرنا چاہتی ہوں مجھے اس کے دکھ کا احساس ہے برائے مہربانی مجھ سے فوری رابطہ کریں۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

---------------ولمہ جان۔ کنجور اٹک

دسمبر کا شمارہ خریدا۔ سرورق دیکھا تو عائشہ عمر صاحبہ براجمان تھیں چھوٹی عمر میں شہرت کو چھو رہی ہیں شہزادہ صاحب کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے فیصل آباد کے کچھ رائٹر جواب عرض میں چھائے ہوئے ہیں ملک علی رضا کی سٹوری پڑھی ملک صاحب نے جلدی جلدی ہیروئن کو مار دیا شارٹ سٹوری تھی خیر مزید بھی کہانی لکھنے کی کوشش کریں حاجی انور لانگ عرصہ دراز بعد آئے تو اتنے بھولے بنے رہے کہ کوئی اگر طلاق دلوا گیا کیا کہنے حاجی صاحب کے لوگ جو پہلے رابطے میں رہتے تھے وہ سارے غائب ہیں۔ جلدی جلدی جواب عرض میں آ جائیں اپنی مصروفیات کو چھوڑ کر۔ اللہ دتہ مخلص کی سٹوری بھی عجیب تھی ایک لڑکی کے کئی عاشق ہوتے ہیں یہ تو

محبت نہ ہوئی خود غرضی ہوگئی بھلے حالات جو بھی ہوں کشور کرن صاحبہ کی شاعری اچھی ہوتی ہے۔ اے آر راحیلہ کی سٹوری بھی ویل ڈن تھی حکیم جاوید نسیم چوہدری کی جو سٹوری نومبر میں شائع ہوئی پتہ چلا کہ وہ ان کی اپنی سٹوری تھی حکیم صاحب اگر ان سے ناراض ہیں تو ہم آ کر صلح کریں گے بہت ثواب کا کام ہے انتظار حسین ساقی اس بار بزم سے غائب تھے ندیم عباس ڈھکو آپ کہاں مل سکتے ہیں۔ سونیا رحمت رابطہ کریں۔ اب اجازت۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

-----------------ذیشان ریاض۔ فیصل آباد

سب سے پہلے جواب عرض کے سٹاف قارئین اور رائٹرز کو دل کی گہرائیوں سے سلام۔ امید ہے کہ سب لوگ زندگی کے نشیب وفراز اور تمام تر رنگینوں کے ساتھ زندگی کا بھر پور لطف اٹھا رہے ہوں گے میں نے جب شہزادہ عالمگیر کی وفات ہوئی تب لکھنا چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ ایک ہمدرد انسان تھے چاہنے والے تھے وہ ہر کسی کو ساتھ لے کر چلتے تھے خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ان کی وفات سے پہلے اس بزم کے لیے بہت کچھ لکھا اور شہزادہ عالمگیر صاحب نے پذیرائی بھی بہت کی وہ انتہائی نیک درد دل رکھنے والے نہایت شفیق انسان تھے اور ماں جیسی عظیم ہستی کے لیے ان کی عقیدت محبت اور چاہت کو سلام پیش کرتی ہوں۔ مجھے دلی خوشی ہو رہی ہے کہ جواب عرض آج بھی بہت تیزی سے اور نہایت عمدگی سے اپنی منازل طے کر رہا ہے اس میں جہاں اس کے سٹاف کی محنت ہے وہاں اس کے رائٹروں کی محنت کاوش اور دلچسپی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جواب عرض کے رائٹرز اپنی صلاحیتوں اور اپنے قلم کی خوبصورتی سے اس بزم کو خوبصورت بنانے میں اہم کردار کر رہے ہیں میں سب رائٹروں کو سلام پیش کرتی ہوں جن میں ندیم عباس ڈھکو۔ صدا حسین صدا۔ عمر دراز آکاش۔ مجید احمد جائی۔ منظور اکبر تبسم۔ نازیہ میر پور۔ کرن کنگن پور۔ کشور کرن پتوکی کے تو کیا کہنے وہ اتنا پیارا لکھ رہی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ وہ لکھتی ہی جائے اور میں اس کو پڑھتی رہوں کرن تم بہت سویٹ اور بہت گریٹ ہو میری تمام ہمدردیاں محبتیں صرف تمہارے لیے ہیں۔ عاشق حسین ساجد۔ ریاض احمد لاہور۔ اللہ دتہ مخلص۔ ذوالفقار علی سانول۔ مطلب ہر رائٹر اچھا کام کر رہا ہے ریاض احمد میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اور یہ آپ جانتے بھی ہیں کہ میں نہ صرف خوفناک ڈائجسٹ میں آپ کی تحریریں ڈھونڈتی ہوں بلکہ جواب عرض میں بھی تلاش کرتی ہوں لکھتے رہا کریں پلیز۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

-----------------نرگس ناز۔ سکھر

اگست کے شمارے میں کشور کرن صاحبہ کی سٹوری بہاریں لوٹ گئیں عاشق حسین بدلتے رشتے اللہ دتہ بھائی جسے چاہا تھا مجید احمد جائی کبھی خوشی کبھی غم تسمینہ محمد علی خاں تے خاند ہوندے نے۔ بہت پہلی حسرت بھائی بہت پسند آئی رینا محمود قریشی صاحبہ اہم عاصم دکھی شیخ اللہ دتہ زبیر حسن تنہا سیف زخمی راشد لطیف نازیہ میر پور والی ذوالفقار سانول آمنہ جی راولپنڈی کرن جی کنگن پور سب نے اچھا لکھا ثوبیہ حسین کی شاعری آپ ابھر رہی ہیں یا ابھر چکی ہیں معلوم نہیں سب کو ہی سلام اور مبارک باد۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

-----------------حماد ظفر ہادی منڈی بہاؤالدین

گذشتہ شمارا اپنی مثال آپ تھا کہانیوں کا انتخاب لاجواب تھا اور دیگر سلسلے بھی خوب تھے اتنا معیاری اور ادبی رسالہ کے اجرا پر میری جانب سے دل مبارک باد قبول ہو یرے والد محترم کے ایکسیڈنٹ کی خبر شائع کرنے اور حوصلہ دینے پر میں آپ کا دل سے ممنون ہوں اور پھر تین ماہ بعد میرے والد محترم مرحوم کے فوت ہو جانے پر

آپ نے جواب عرض میں خبر شائع کر کے میرا غم بانٹا ڈھارس بندھائی اور دعائے مغفرت فرمائی آپ کے اس اقدام پر ڈھیروں خون بڑھ گیا میرا۔ بہت بہت شکریہ دعائے مغفرت کرنے اور حوصلہ دلانے کے لیے میں اپنے ان دوستوں اور پرستاروں کا ذکر اور شکریہ نہ ادا کروں تو بہت بڑی ناانصافی و زیادتی ہو گی لاہور سے محترم ریاض احمد صاحب آپ نے غم کی اس گھڑی میں میرا ساتھ دیا ہر لمحہ رابطہ میں رہنے اور دعائیں دینے کا دل سے مشکور ہوں جیتے رہو اور سکھی رہیں۔ قبولہ شریف سے محترم ریاض حسین شاہد آپ دکھی تھے مگر پھر بھی آپ نے اعجاز مسیحائی کا کردار ادا کیا یقیناً آپ بہت عظیم ہیں میں آپ کی اس عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں محترم سلیم اختر آپ کی پر اثر اور میٹھی باتیں میرے لیے اعزاز کا درجہ رکھتی ہیں واقعی والدین کا کوئی نعم البدل نہیں جب یہ عظیم ہستیاں کوچ کر جائیں تو گھر کی دیواریں کھانے کو دوڑتی نظر آتی ہیں دل کی دنیا اداس اور فضا سوگواری لگتی ہے مگر قانون قدرت تو اٹل ہے صبر بھی تو کرنا پڑتا ہے فیصل آباد سے انتظار حسین ساقی مجاہد چاند خالد فاروق آسی اور ملک علی رضا آپ سب نے اپنائیت کا احساس بخشا دکھ شیئر کیا اور نیک دعاؤں کے نذرانے عنایت کیے شکریہ قبول کریں علی پور سے صفدر علی حیدری حاصل پور سے سید مبارک شمسی لاہور سے مجید احمد جائی احساس ہمدردی عنایت کیا بار ہا حوصلہ افزائی کی بڑا پن ہے آپ کا۔ ساہیوال سے فرزند علی اقصد علی ندیم عباس ڈھکو منیر رضا عامر وکیل جٹ جیتے رہو آپ مرے دل میں رہتے ہو۔ خانیوال سے مقصود احمد بلوچ سلیم ساجد بہاولپور سے آصف سانول جہانگیر اور مختلف شہروں اور جگہوں سے سلیم ساجد۔ پرنس مظفر شاہ ساجد نعیم۔ سید مبشر چشتی۔ سلیم زخمی۔ غلام رسول پریمی۔ شاہد رفیق۔ سہیل قصور صنم۔ عامر عمران۔ راولپنڈی سے رفعت محمود اسلام آباد سے محمد ریاض۔ حاجی انور لانگ۔ محمد سلیم وکی کراچی سے محمد یوسف محمد وقاص اسلام آباد سے فرح ناز بی بی۔ حمیرا بی بی۔ حورین حسن کرن جوریہ۔ لاہور سے جبرائیل آفریدی۔ سعودی عرب سے عبدالرشید گوجرانوالہ سے کومل ملک اقصیٰ عنبرین سدرہ خان ثناء کاشف گجرات سے اورنگزیب بھٹی روبینہ ناز دوبئی سے جمیل احمد عبدالرحمن شیخ بورے والا سے عمران بابر بلوچستان سے دین محمد کشمیر سے غیاث جہلم سے عارف۔ عاصم کنول مظفر گڑھ ساجد ڈھکو سید سحر حسن لیہ سے وسیم ارشد بنوں سے اختر صبا شور کوٹ سے عنبر کوٹلی جواد احمد خانیوال سے خورشید خان مستوئی اٹک سے نسیم عباس۔ پاکپتن سے نعیم احمد حجرہ شاہ مقیم ناظم جھنگ سے ندیم۔ صدام حسین۔ فیصل آباد شازی گوجرانوالہ سے طلحہ ڈی آئی خان سے عبدالرحمن۔ گل احمد۔ ساہیوال سے طالب حسین محمد شہباز عمران علی مری سے طاہر محمود ملیر سے آصف۔ عابد نواز عامر سلیم پنڈی سے شاکر ڈاکٹر فراز زویا بی بی۔ ڈاکٹر لبنیٰ میکسی سے اکمل۔ نوید راؤ بلوچستان سے شبیر خان اسلام آباد سے اسد۔ حنا جمشید راشد لطیف۔ رحیم یار خان سے اسلم طاہر اعجاز آزاد کشمیر سے وسیم چوہدری وسیم الحسن سلیم آسی کرک سے زوہیب کوہستان سے محمد یعقوب خان پور سے سراج احمد گوادر سے ساگر کوٹ ادو سے محمد عارف کوٹلہ گانموں سے سجاد آرائیں آکاش بسمل سیف الرحمن رانی ملک مانسہرہ سے شہزاد۔ شکیل اجمل حیدر آباد سے عاصمہ مہ سندیلہ سے محمد فرحان ساجد محمد فخر الزمان ساجد محمد ارسلان ساجد قائم پور سے ڈاکٹر غضنفر۔ لالہ موسیٰ سے محمد اشفاق بٹ آپ سب کی محبتیں میرا کل اثاثہ ہیں اور انمول خزانہ اللہ کریم آپ سب کو خوش و خرم اور شاد و آباد رکھے آمین ساتھیو میں آپ کے پیار و محبت کو کبھی بھی بھلا نہ پاؤں گا آپ لوگ ہمیشہ دل میں رہیں گے اور انشاء اللہ مشکل کی ہر گھڑی میں مجھے اپنے ساتھ پائیں گے۔ جواب عرض کی ترقی کے لیے دعا گو ہوں تمام سٹاف کو سلام۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

--------ملک عاشق حسین ساجد۔ ہیڈ بکائنی۔ مظفر گڑھ

جون کے شمارے میں میری کہانی انتظار مسیحا شائع ہوئی اس پر جن دوستوں نے کالیں کی اور پھر جولائی کے جواب عرض میں میری اہلیہ کے انتقال کی خبر پر جن دوستوں نے مجھے فون کالیں کیں میرا دکھ بانٹا میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے غم کے اس کڑے وقت میں مجھے ڈھارس بندھائی مجھے پھر سے زندہ رہنے کا حوصلہ دیا کراچی سے محمد یوسف اور بیٹا رانی ثانیہ نے لمبی کال کر کے میرا دکھ بانٹا شیخوپورہ سے شہزاد فیصل آباد سے ظہور احمد قل خوانی کے روز فیصل آباد سے تشریف لائے بہاولنگر چشتیاں سے آصف سانول لاہور سے قاری نذیر امداد حسین ساہیوال سے تشریف لائے میاں فرزند علی ساہیوال اور چمن آباد سے بھیا شہباز احمد جوئیہ نے آ کر رات میرے ہاں قیام کیا۔ مظفر شاہ صاحب نے پشاور سے کال کر کے پوچھا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے بڑپہ سے شاعر ملازم حسین چمن اوچشریف سے صفدر علی حیدری قائم پور سے مبارک علی شمی غلام عباس جتوئی محمد پور ضلع راجن پور محمد یوسف چشتیاں آفتاب احمد شاد میلسی محمد شاہد او کاڑہ ہما صنم جڑانوالہ عمر دراز آکاش جڑانوالہ شاہدہ تبسم حجرہ شاہ مقیم مس ثناء پنڈی بھٹیاں۔ حمید علی ملتان اپنے انتظار حسین ساقی مجاہد چاند علی رضا مجید احمد جائی سب کا شکر گزار ہوں ملک عاشق حسین ساجد اللہ آپ کے والد محترم کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین آپ کے ہمدردانہ الفاظ میری پلکیں نم کر گئے مسرت ماہی سمندری۔ زینب عارف ڈونگہ بونگہ درنایاب اور صفیہ ڈی آئی خان صائمہ کشمور بھابھی ساجدہ گجرات فضل حسین صوفی پیرس فرانس مہر منور احمد لندن انگلینڈ مس ماہا دبئی نے کال کی محمد ندیم بورے والا ایس ذیشان عارفوالا نے جنازے اور قل خوانی میں شرکت کر کے میرا مان بڑھایا محمد شاہد دنیا پور سیف الرحمن زخمی سیالکوٹ تنہا میر محمد کراچی نو بہار علی ناصر رحیم یار خان آصف علی کراچی سے سحری کے وقت کال کر کے اظہار تعزیت کیا بھائی ذوالفقار علی نے منڈی بہاوالدین سے جن لفظوں میں میرے زخموں پر مرہم رکھا ان کا اظہار مشکل ہے محمد عاصم بوٹا منیر احمد رضا عامر وکیل جٹ رفعان پریمی اور ندیم عباس ڈھکو نے ساہیوال سے فون پر میری دلجوئی کی اللہ دتہ چوہان پنڈی بھٹیاں ماجدہ اور ساجدہ چک جھمرہ سے اور نوشہرہ ورکاں کی بہن نے اپنا نام بتانے سے گریز کیا مگر میرا دکھ بانٹنا ضروری سمجھا اسی طرح خان پور سے تانیہ اور خانیوال سے ایک خاتون نے کال کی میں ان کا نام وقتی طور پر نوٹ نہ کر سکا ان سے معذرت کے ساتھ بحر حال ان کی فون کال پر تعزیت کا شکر گزار ہوں اقصد علی منڈی بہاوالدین اور چھانگا مانگا سے ایس اے خیالی نے بڑے بر جذبات انداز میں میرے درد کا مداوا کیا تحصیل کبیروالا سے نعیم عمران نے بڑے درد بھرے لہجے میں میرے غم کو محسوس کرتے ہوئے اظہار تعزیت کیا ساہیوال سے بھائی طاہر نذیر صاحب جن کا ایک حادثے میں پاؤں فریکچر ہو چکا ہے اللہ انہیں جلد صحت یاب کرے ہر تیسرے روز کال کر کے میری خیریت دریافت کرتے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ڈھیروں دعائیں دیتے ہیں نازیہ اکبر لیاقت پور نے بھرپور اظہار تعزیت کیا ممتاز نذیر احمد جلال پور پیروانوالہ اللہ آپ کو سلامت رکھے آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں مبشر حسن ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں اور بھرپور محبت کا اظہار کرتے ہیں اللہ انہیں خوش رکھے اے آر راحیلہ منظر نے کال کر کے میرا مان بڑھایا ریاض احمد لاہور نے میری بیوی کی وفات کی خبر سنتے ہی مجھے کال کی اور میرے غم میں فوری شریک ہوئے میں ان کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی خوشیوں سے بھرے آمین آخر میں جواب عرض اور خوفناک ڈائجسٹ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے غم میں میرا ساتھ دیا۔ آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ریاض حسین شاہد۔ قبولہ شریف

جواب عرض کی محفل سے کچھ ماہ غیر حاضر رہا کچھ مجبوریاں تھیں لیکن اب پھر سے آپ کی محفل میں چلا آیا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ اب ہمارا رشتہ ناطہ پھر سے قائم ہو جائے گا جو دوست مجھے بار بار لکھنے کو کہہ رہے تھے اور جن کو میں اپنی مجبوریاں ظاہر کرتا رہا تھا ان سے گزارش ہے کہ اب میں آ گیا ہوں آپ بھی شامل ہو جائیں تا کہ ہمارا ساتھ پھر سے چل سکے جواب عرض ایک دکھی رسالہ ہے اس کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے اس کے تمام سلسلے بہت ہی دلچسپ ہوتے ہیں اور کہانیاں تو ایسی ہوتی ہیں کہ پڑھ کر آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ صدف شہزاد ڈسکہ۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنی دعاؤں میں رکھا ہوا ہے اور مجھ سے ہر دکھ سکھ شیئر کرتی ہیں۔ میری طرف سے آپ دل کی گہرائیوں سے نیا سال مبارک۔ میری نیک دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گی انشاء اللہ۔ باقی سب کو سلام اور آخر میں میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد اشرف زخمی دل۔ ننکانہ صاحب

انتظار حسین ساقی۔ فیصل آباد۔ غلام رسول پریمی۔ قصور۔ خالد شاہ باٹا پور لاہور۔ منیر رضا ساہیوال۔ منظور اکبر تبسم ساہیوال۔ ملک محمد وسیم طاہر ڈھکو ساہیوال۔ حافظ ندیم عباس میواتی پتوکی۔ محمد رضوان آکاش سلانوالی۔ امین مراد انصاری کراچی۔ صبیحہ فیصل آباد۔ ظفر نور بھٹو۔ اوباڑو سندھ۔ محبت خان ہیڈ پکہ میانوالی۔ محمد اسلم جاوید فیصل آباد۔ برکت اللہ انجم کوہاٹ۔ عمران بلوچ ضلع لسبیلہ۔ اقصد علی فراز کوٹلی مستانی منڈی بہاؤالدین۔ محمد اصغر کے پی کے۔ افضل شاہین ڈھاباں بازار بہاولنگر۔ ڈاکٹر زاہد جاوید وہاڑی۔ ذوالفقار احمد تبسم۔ آمنہ شہزادی جہانیاں۔ محمد ندیم زنگلانی۔ محمد سرفراز ساقی کھٹہ سکھراں۔ ملک علی رضا فیصل آباد۔ نبی شیر رحمانی سردار گڑھ۔ محسن علی طاب ساہیوال۔ رائے اطہر محمود آکاش ۔۲۱۴۔ ۹ آر سجاد علی نارووال۔ نواز ادیالوی۔ ادیاں شریف سرگودھا۔ خلیل احمد ملک شیدانی شریف۔ نوید خان ڈاھا۔ پاکپتن۔ توبیر حسین۔ کہوٹہ۔ مرزا عامر نوید شاہین۔ منڈی بہاوالدین۔ پرنس عبدالرحمن گجر۔ گاؤں نین رانجھا۔ آصف ملک۔ کنگن پور۔ تنزیلہ حنیف۔ ٹلہ بوگیاں۔ مصباح کریم میواتی۔ پتوکی۔ آپ سب نے جواب عرض اور اس میں شامل ہونے والی کہانیوں کو بہت پسند کیا ہے اور سب ہی کو مبارک باد دی ہے جگہ کی کمی کی وجہ سے آپ سب کے پورے لیٹر کو شائع نہیں کیا جا سکا۔ لیکن آپ کے ناموں کو ہم نے جواب عرض میں جگہ دے دی ہے امید ہے کہ آپ سب مزید اپنی رائے سے نوازتے رہیں گے اور رائٹرز حضرات کے متعلق اپنے جذبات سے نوازتے رہیں گے سب کا شکریہ۔ ادارہ کو کچھ شکایات بھی مل رہی ہیں کہ کچھ رائٹرز قارئین سے پیسے لے کر ان کی کہانیوں کو لکھتے ہیں جو سراسر غلط بات ہے ادارہ نے ایسا کرنے سے کرنے سے ہر کسی کو منع کر رکھا ہے اور یہ بھی شکایت مل رہی ہیں کہ کچھ لڑکیاں مشہور رائٹرز لڑکیوں کے ناموں سے لوگوں کو کالیں کرتی ہیں اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہی ہیں پلیز ایسا کرنے سے نہ صرف رائٹرز کی عزت میں فرق پڑتا ہے بلکہ خود ان کی اپنی عزت میں میں فرق پڑتا اور یہ بھی شکایت مل رہی ہیں کہ کچھ لوگ رائٹرز لڑکیوں کو خواہ مخواہ بدنام کرنا چاہتے ہیں کیا یہ سب ٹھیک ہو رہا ہے کیا ہمارے ضمیر یہ سب کرنا گوارہ سمجھتے ہیں محتاط ہو کر چلیں۔ ہر وہ کام کریں جس میں آپ کی اپنی عزت ہو جواب عرض ایک پلیٹ فارم ہے جہاں سب قاری ایک ساتھ اکھٹے ہیں اور ادارہ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتا ہے کیونکہ سب کی ہی محنت اس میں شامل ہے امید ہے کہ اب ادارہ کو کوئی بھی ایسی شکایت نہیں ملے گی۔

(ادارہ جواب عرض۔)

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کوپن جواب عرض میں مختصر اشتہارات کیلئے استعمال کریں

آپ کے دیئے گئے ان اشتہارات کا مضمون بے حد مختصر، واضح اور خوشخط انداز میں ہونا چاہئے
اگر اشتہار کمرشل ہے تو اس کی فیس ۸۰۰ روپے ارسال کریں۔ ورنہ اشتہار ضائع کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ ایڈیٹر

....

....

....

....

نام .... مکمل پتہ ....

....

کوپن کالم ملاقات کیلئے

یہ کوپن ہمیں کالم "ملاقات" کیلئے کاٹ کر رسال کریں

جواب عرض

اور اس میں اپنا تعارف لکھ دیجئے۔ کوپن کے ساتھ کسی قسم کی کوئی فیس یا ڈاک ٹکٹ ارسال نہ کریں
کوپن کے بغیر آپ کا تعارف شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام .... عمر ....

مشغلے ....

مکمل پتہ ....

اس کوپن کے ہمراہ اپنی ایک عدد تصویر ارسال کریں ہم شائع کریں گے۔ ایڈیٹر

....

....

کاتب کا نمبر ....

رشتے ناطے

رشتے ناطے رشتے ناطے رشتے ناطے رشتے ناطے

مجھے اپنی دو بہنوں کے لیے دو رشتوں کی تلاش ہے میری بہنیں مڈل پاس ہیں اور نہایت ہی شریف ہیں اور خوبصورت ہیں انکی عمریں اٹھارہ اور بیس سال کے قریب ہیں ان کے لیے ایسے رشتے درکار ہیں جو حقیقت میں شادی کے خواہشمند ہوں جن کا اپنا کاروبار ہو یا پھر وہ سرکاری ملازم ۔یا پھر کسی بھی اچھی ملازمت میں ہوں شریف ہوں اور انکی عمریں پچیس سال سے زیادہ نہ ہوں لاہور اوکاڑہ۔قصور والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

۔۔۔۔ناز بی بی۔لاہور
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ۔گلبرگ III لاہور

مجھے اپنی ایک کزن کیلئے ایک اچھے رشتے کی تلاش ہے میری کزن خوبصورت شریف فیملی سے ہے اس کی عمر بائیس سال ہے لڑکے کی عمر پچیس سے اٹھائیس سال تک ہو سرکاری ملازم ہو تو بہتر ہے ورنہ کسی بھی اچھی جاب میں ہو لڑکا شریف ہو جہیز کا لالچی نہ ہو۔اچھی سوچ کا مالک ہو فوری رابطہ کریں۔ لاہور والوں کو ترجیح دی جائے گی

۔۔۔۔۔۔۔زیبا۔لاہور
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ۔گلبرگ III لاہور

مجھے اپنی بیٹی کے لیے رشتے کی تلاش ہے میری بیٹی کی عمر اکیس سال ہے نہایت شریف ہے تعلیم بہت کم ہے کچھ مجبوریوں کی وجہ سے ہم لوگ اس کو آگے نہ پڑھا سکے تھے لیکن پڑھنا لکھنا سب جانتی ہے اس کے لیے ایسے رشتے کی تلاش ہے جو نہایت شریف ہو جو میٹرک پاس ضرور ہو اپنا کام کرتا ہو یا پھر کسی بھی اچھے ادارے میں ملازم ہو برائے کرم جہیز کے لالچی لوگ رابطہ نہ کریں کیونکہ ہم اتنے زیادہ امیر نہیں ہیں اور وہ لوگ رابطہ کریں جن کو ایک اچھی شریک حیات کی تلاش ہو ہم جلدی اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔

۔۔۔۔۔۔ک بیگم۔
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ۔گلبرگ III لاہور

میں شادی کا خواہشمند ہوں میری عمر بیس سال ہے نہایت شریف فیملی ہے تعلیم انٹر ہے مجھے ایک ایسی شریک حیات کی تلاش ہے جو کم از کم میٹرک پاس ہو یا اس سے بھی کم ہو تو کوئی حرج نہیں شریف ہونا ضروری ہے۔باپردہ ہو اور اچھے اخلاق کی مالک ہو میں اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کروں گا اس کو اچھے شوہروں جیسا پیار دوں گا فوری رابطہ کریں۔

۔الفت جان۔سیالکوٹ۔
معرفت پی او بکس نمبر 3202
غالب مارکیٹ۔گلبرگ III لاہور

میں ایک خوبصورت انسان ہوں پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا ہوں اپنا بزنس ہے خدا کا دیا ہوا بہت کچھ ہے کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے میری عمر چالیس سال ہے اور مجھے ایسی عورت کی تلاش ہے جو بہت زندگی سے بیزار ہو جو بیوہ ہو مطلقہ ہو یا پھر کوئی اور مسئلہ ہو میں اس ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کروں گا اس کو زندگی کا ایسا ساتھی بناؤں گا کہ وہ اپنے تمام دکھوں پریشانیوں کو بھول جائے گی کبھی بھی اس کو تکلیف نہیں ہونے دوں گا اپنی تمام زندگی اس کے نام لگوا دوں گا فوری رابطہ کریں۔

۔۔۔۔۔۔۔چاند۔لاہور